کروڑپتی بنجاؤ

یہ کتاب روپیہ بنانیکی مشین ہر فن مولا کا جسقدر شہرہ ہوا ہے کہ اسکا کوئی ہنر ایسا نہیں کہ جس سے انسان اپنی روزی نہ کما سکتا ہو۔ اسمیں مشہور و معروف نسخہ امرت دھارا بھی لکھا گیا ہے۔ فہرست ہزاروں ترکیبوں میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ بال عمر بھر پیدا نہ ہونیکا مجرب نسخہ۔ بال اڑانیکا اصلی ولایتی صابون۔ بال اڑانیکا پوڈر و عرق۔ پانچ منٹ میں بال سیاہ کرنیکا نسخہ۔ ربڑ کی مہریں بنانے پکانے کی ترکیبیں۔ اچار۔ مربہ و چٹنیاں۔ ربڑ کی اشیاء و پریس۔ دیسی انگریزی صابون۔ موم کی اشیاء۔ موم بتیاں۔ بیسیوں قسم کی سیاہی۔ پریس سے لکھنے کی وغیرہ کپڑا رنگنا۔ عطر و روح و لیمونیڈ۔ خوشبودار تیل۔ اور نقلی جواہرات وغیرہ وغیرہ بنانا۔ غرضیکہ ہزاروں ترکیبیں درج ہیں۔ اس نادر و لاثانی کتاب کی قیمت صرف۔ (عہ؍)

علاج الاطفال۔ بچوں کی پرورش کے متعلق نہایت ہی ضروری اور کارآمد ہدایات اور انکی تمام بیماریوں کی ماہیت اور علاج درج ہیں۔ یہ بھی ہر ایک گھر میں رہنی چاہیے۔ قیمت (۸؍)

مخزن الادویات انگریزی اسمیں انگریزی ادویات کے نام اور فائدے اور دیسی نام بھی درج کئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی نسخہ جات ڈاکٹری جو کہ ہر ایک مرض کیواسطے تیر بہدف ہیں۔ اور آجکل کی نئی روشنی اور زمانے کیلئے مفید ہیں۔ جن کو آجکل اکثر شوقین چاہتے ہیں۔ اور خاصکر ان حکماء صاحبان کے واسطے جو انگریزی ادویات کو دیسی پر ترجیح دیتے تھے۔ اور انگریزی کا استعمال پسند کرتے تھے۔ تیار کی گئی ہے۔ قیمت (عہ؍)

ویدک انگریزی ڈاکٹر۔ اسمیں ویدک و انگریزی ہر دو طریقوں سے مرض کی تشخیص اور علاج دیئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ویدوں کیواسطے از حد مفید ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی ادویات کا استعمال اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ اور استعمال میں لا سکتے ہیں۔ قابل دید و لاثانی ہے۔ قیمت۔ (۸؍)

بوٹی پرکاش جسمیں ہر ایک اقسام کی بوٹیوں کی تصویریں۔ ان کی شناخت۔ خواص۔ فائدے۔ استعمال کے طریقے خلاصہ طور پر درج کئے گئے ہیں۔ جنکا جاننا ہر ایک حکیم و وید کے لئے ضروری اور کارآمد ہے۔ اور ہر ایک زبان کا انکا نام بھی درج ہے۔ قیمت۔ (۱۲؍)

معلم علم دندانسازی۔ دانتوں کے ہر قسم امراض اور نسخہ جات۔ نقلی دانت بنانا۔ مع تصاویر آلات درج ہیں۔ قیمت۔ (۴؍)

المشتہر حکیم رام کشن جنرل بک مرچنٹ شاہ عالمی دروازہ

پہلا باب

میں تمہاری صورت کا گرویدہ ہوں

یہ شہر باندہ ہے۔ ایک پُر فضا جگہ میں آباد ہے۔ لیکن اس پر ایک مہلک صدمہ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں گذر گیا ہے جس نے اسکی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا ہے۔ اور ہماری گورنمنٹ عالیہ نے چن چن کر خود سروں کے نام کو صفحۂ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔ تاہم اس شہر میں بلند عمارتوں کی ابھری اینٹیں اپنا انوکھا جلوہ دکھا رہی ہے۔ اور نواب صاحب بہادر کی یاد دلا کر رلایا ہے شہر کو بے چین کر دیتی ہے تعمیر باغ کے شمالی سرخ پہ ایک بنگلہ کسی یوروپین کا بنا ہوا اپنی زیبائش دکھا رہا ہے۔ اور اسکے سامنے ایک چھوٹا سا چمن کسی شوقین کے دست مبارک سے لگایا ہوا اپنی سجاوٹ پر ناز کر رہا ہے یاسمن کی بھینی بھینی خوشبو آتی ہے اور کبھی کبھی مشام جان کو تازگی دے کر کسی پور شکل کی طبیعت کو فرحت بخش رہی ہے۔ اتنے میں سامنے والی چلمن اٹھی۔ اور ایک یوروپین لیڈی سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ اور یوں گویا ہوئی۔

لیڈی۔ دل خانساماں صاحب کے نہ آنے کی وجہ سے ہمارا دل اسوقت بہت گھبراتا ہے۔ ہم کیا کریں۔

آیا۔ حضور کا دل رفتہ رفتہ بہل جائیگا گھبرانیکی کون بات ہے۔

لیڈی۔ یہ بات سنکر اندر کمرے کے چلی گئی۔ اور کوچ پر لیٹ گئی۔ اور اپنے دل سے باتیں کرنے لگی ...

تمام کمرہ میں طائر گرفتار کے مانند پھر رہی ہے ۔ اور مایوس ہوکر رہ جاتی ہے
مجھے نہیں معلوم کہ اس کے خیال میں کونسا مقناطیسی اثر رکھا گیا ہے ۔ کہ میں
خیال کرتی ہوں ۔ تو میرا دل کھنچا جاتا ہے اور ہردم کسی کی پیاری پیاری صورت
کی آنے والی یاد دلا کر مجھکو بے چین بنا دیتی ہے ۔ اف ویلین یہ تو کیا اپنی زبان
سے کہہ رہی ہے کیا کوئی میم اپنی زبان سے ایسے بیہودہ الفاظ کہہ دیتی ہے
جس طرح کہ اس وقت میں کہہ رہی ہوں ۔ ہائے الہ باد کا اسٹیشن (فرقت) مجھکو
رلوا رلوا کے دیتا ہے ۔ ورنہ میری یہ حالت کیوں ہوتی ۔ اس کے ایک ہی نظارے
تو مجھکو جان سے کھو دیا ۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا باعث ہے ۔ کہ میں نے صرف
اس کی پیاری صورت اور موہنی مورت کی چند منٹ پرستش کی تھی ۔ کہ جس نے
یوں میرے حواس باختہ کر دیئے ۔ اگر وہ چار روز میں اسکے جمال زاہد فریب کی
وضو سے اپنے خانۂ دل کو منور کرتی ۔ تو خدا جانے میرے دل پر کیا آفت نازل ہوتی
اف میں نے اس روز اس کو صرف اسٹیشن پر دیکھا تھا جس نے میرے دل کا یہ حال
کر دیا ۔ کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتی ۔ واقعی صورت تو خدا نے ایسی ہی عطا فرمائی ہے
کہ جس کو دیکھ کر میری تو رال ٹپک جاتی ہے ۔ جیسے چلتے وقت یوں کا چہرہ بغور
دیکھا تھا ۔ اس کا چہرہ کئی کئی رنگ بدل رہا تھا ۔ اس کی دلی آرزو میں آتی
تھیں ۔ اور میرے گلے کا ہار ہوتی جاتی تھیں ۔ بدلنے والا چہرہ اس کا صاف
کہہ رہا تھا ۔ کہ میں مجبور ہوں ۔ لو اب ہم اپنی میم صاحب کو تو ایسی حالت میں چھوڑتے
ہیں ۔ اور اپنے ہیرو سے مخاطب کراتے ہیں ۔ دیکھئے تو اس کو کسی کا خیال
کس کشاں کشاں لئے جا رہا ہے ۔ آہا یہ کہاں جا رہا ہے ۔ لو یہ تو تمہاری
میم صاحب کے بنگلہ ہی کی طرف لپکا جا رہا ہے ۔ ہاں یہ دوسرا شخص کون ہے ۔
یہ تو مجھکو ابراہیم معلوم ہوتا ہے

وہی جلال ۔ کیوں ابراہیم تمہارا صاحب کب اپنی میم صاحب کو تمہاری سپردگی
میں دے گیا ہے ۔

ابراہیم ۔ جی ہاں ۔

مگر یہ تو فرمائیے آپ کو کیسے معلوم ہوا ۔

وہی جوان ۔ میں شب کو صاحب سے اسٹیشن پر ملا تھا ۔ وہ لکھنؤ سے آ رہے تھے ۔ اور میں کانپور سے ۔ اب میں اسوقت میم صاحب سے ملاقات کرنے آیا ہوں ۔ یہ تو فرمایئے ۔ میم صاحب کا مزاج کیسا ہے

ابراہیم ۔ آج تو نہایت اخلاق سے پیش آئیں ۔ کل کی خبر نہیں ۔ بلکہ میں خیال کرتا ہوں ۔ کہ صاحب سے زیادہ نیک مزاج اور خوش طبیعت عورت ہے ۔ فطرت نے شوخی کو انکے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے ۔ میں اندازہ کرتا ہوں کہ عاشق طبع بھی ہیں ۔

وہی نوجوان ۔ ابراہیم تم جاؤ ۔ اور میم صاحب سے میری جانب سے عرض کرنا ۔ کہ اگر آپ کے ٹائم میں ہرج واقع نہ ہو ۔ اور کوئی قباحت بھی نہ سمجھو ۔ تو مجھ کو اپنے پاس آنیکی اجازت دو ۔

ابراہیم ۔ آپ خود تشریف لے چلیئے نا ۔

وہی جوان ۔ نہیں ابراہیم کسی یوروپین لیڈی کے کمرے میں بلا اجازت جانا خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب وہ تن تنہا ہو ۔ اور ملاقات بھی پہلی مرتبہ ہو ۔ میرے نزدیک یہ بات بالکل معیوب ہے ۔ ابراہیم نے جا کے میم صاحب سے عرض کی کہ صاحب کے ایک دوست تشریف لائے ہیں ۔ اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔ کہ اگر حضور کا کوئی ہرج اوقات نہ ہو ۔ تو قدم بوسی حاصل کروں ۔

میم صاحب ۔ کیا کوئی یوروپین ہے ۔ یا ہندوستانی ۔

ابراہیم ۔ حضور یہاں کے رئیس کے لڑکے ہیں ۔ اور صاحب کے بڑے دوست ہیں ۔ ایک نوجوان کم عمر آدمی ہیں ۔ اور وہ صاحب کے پاس آئے دن آیا کرتے ہیں ۔

میم صاحب ۔ ول خانساماں ہم کیونکر غیر شخص سے ملاقات کر سکتا ہے

ابراہیم ۔ حضور کی خوشی ۔ ویسے تو یہ ایک تعلیم یافتہ جنٹلمین ہیں ۔

میم صاحب ۔ اچھا اگر تم جانتا ہے تو بلاؤ ۔ ہم تمہاری خوشی سے ملتا ہے ۔

ابراہیم آیا اور ہمارے نوجوان کو بلا کر لے گیا ۔ اور ہمارے نوجوان نے میم صاحب کو سلام کرنے میں سبقت کی ۔ اور اشارہ پاکر کرسی پر بیٹھ گیا ۔

میم صاحب - کیا آپ کو معلوم نہیں ہے ... اس وقت بنگلہ پر نہیں ملتا ہے

وہی جوان - آج - ہاں مجھکو معلوم ہے کہ صاحب اس وقت اسٹیشن پر ڈسپیچ کے وٹینگ روم میں ہونگے - البتہ کل صبح سے ملاقات بھی ہوئی تھی - میں اس وقت صرف آپ سے ملنے آیا ہوں - شاید آپ نے مجھ کو اس وقت بالکل ہی نہ پہچانا - کل شب مجھ سے اور آپ سے صاحب کی ہمراہی میں ملاقات ہوئی تھی - اور ایک منٹ کبھی سیکنڈ تک معمولی مزاج پرسی رہی تھی -

میم صاحب - (تجاہل عارفانہ کرکے) ہاں بیشک ہم نے تم کو اس وقت بالکل نہیں پہچانا -

وہی جوان - ہاں میم صاحب غریب آدمی کو اس سے بھی پہلے بھول جاتے ہیں - آپ کو تو ۲۰ گھنٹہ سے زائد ہو گئے -

میم صاحب - (جھینپ کر) نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے - بلکہ ہمارے نہ پہچاننے کی دو وجہ ہوا - اول تو ہم کو رات کے وقت بہت تھوڑی دیر دیکھا - علاوہ ازیں اس سے قبل کبھی دیکھنے کا اتفاق بھی نہ ہوا -

نوجوان - یہ عذر بھی آپ کا معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے -

ہماری ہیروئن دل میں بہت خوش ہوئی - کہ خدا نے گھر بیٹھے مراد پوری کی - نوجوان کے چہرہ کو نگاہ سے تک رہی تھی - اور اس کی دلی آرزو میں نوجوان کے پیارے رخسار سے پر قربان ہونیکو طیار ہو رہی ہیں - اسکا دھڑکنے والا دل اس کے پہلو میں دھڑک رہا ہے - اور مچلنے والی طبیعت مچل رہی ہے - سکنے والا اسکا دل بھید کہنے کو طیار ہے - مگر فطرتی حیائے قفل سکوت نیکر مہر خاموشی لیڈی صاحب کے لب نازک پہ رکھا دی ہے - ہزار کوشش کرتی ہے - کہ میں وہ صدمہ جو دل نازک پہ گذر رہا ہے - کہ گذروں - لیکن کسی کا رعب حسن اب تھوڑا ہی دلپر چھایا ہے کہ لب ہلا کر کہہ سکے

میم صاحب [illegible] بہت خراب ہے [illegible] سے ہم آیا ہے

چاء سے شوق نہیں ہے۔ بے فائدہ تکلیف اٹھانا کیا ضرور۔

میم صاحب۔ ول بابو ہمکو بغیر چاء کے ایک منٹ چین نہیں۔

بابو۔ جی بجا ہے۔

میم صاحب۔ ول بابو تمہارا کیا نام ہے

بابو۔ حضور مجھکو سجاد حسین کہتے ہیں۔

میم صاحب۔ اول رائیٹ۔

سجاد حسین۔ میم صاحب آپ لوگ بڑے بامروت ہوتے ہیں۔ آپ کے خلق کا تو تمام ہندوستان میں شہرہ ہو رہا ہے۔ ہماری گورنمنٹ عالیہ نے ہمارے فائدہ کے واسطے اقسام اقسام کی اشیاء ہندوستان میں جاری کر رکھی ہیں۔ ایک ریل ہی ایسی سواری نکالدی ہے۔ کہ عام وخاص لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ میرے بزرگوں کے ساتھ بھی ان لوگوں نے وہ وہ سلوک کئے ہیں۔ کہ جس نے مجھکو اور میرے بزرگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ ہاں اگر کوئی موقعہ ہاتھ آئے تو اپنی تمام سرگذشت کہہ سناؤنگا۔

میم صاحب۔ ول خانساماں بابو کے واسطے سگریٹ لاؤ۔

ابراہیم بہت اچھا کہہ کر چلا گیا۔ اور ہمارے نوجوان کو سگریٹ لا کر دیا۔ نوجوان نے سگریٹ کو سلگایا اور پینا شروع کیا۔

ابراہیم تو اٹھ کر چلا گیا۔ اور ہمارے نوجوان و میم صاحب نے یوں گفتگو شروع کی۔

سجاد حسین۔ میم صاحب بخدا آپکی بڑی پیاری باتیں ہیں۔ آپ کی باتوں سے یہ بالکل نہیں پایا جاتا۔ کہ آپ یوروپین لیڈی ہیں۔ کیونکہ آپ کی اردو بہت صاف ہے۔

میم صاحب۔ بابو ہمکو اکثر ہندوستان رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور ہمارا عمر چھ سال کا ہونے کو آیا۔ ہم نے اردو بہت پڑھی۔ اسوجہ سے ہمارا لہجہ صاف ہو گیا۔

ن۔ میں اس وقت سے دیکھ رہا ہوں۔ نصیب دشمنان کیسی

طبیعت ہے جو آپ کا دم بدم رنگ متغیر ہو رہا ہے

میم صاحب - ول بابو ہم نہیں کہہ سکتا - کہ تمہارے آنے نے ہمارے دل پہ کیا بلا کر ڈالا ہے -

سجاد حسین - میرے پر خود آپ کے حسن جانسوز کا وہ رعب چھا گیا ہے - کہ آپ کا نام بھی معلوم نہ کر سکا - کیا میں حضور کا نام نامی اسم گرامی معلوم کرنیکی جراءت کر سکتا ہوں -

میم صاحب - ہمارے بابو ہمکو ویلین کہتے ہیں -

سجاد حسین - پیاری ویلین میں تو تمہاری صورت کا گرویدہ ہوں - اف میں تو جی سے جاتا ہوں

ویلین - بابو ہم نے تمہارے ان الفاظ کو بالکل نہیں سمجھا - نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو -

سجاد حسین - ہائے اللہ تم نہیں جانتی ہو - کہ اس روز تمہاری دلفریب شکل نے میرے دل پر خدا جانے کیا آفت ڈھائی -

پہلا باب

ہائے اللہ میں کیا کروں

تم تم کے دل میں لگا ہے جگر میں اٹھتا ہے درد   یا رب یہ کیا درد ہے جسکی دوا نہیں

شام کا پہلا حصہ شروع ہو گیا ہے - سامنے میز پر لیمپ رکھا ہوا جل رہا ہے اور اسکی روشنی کسی اندھیرے والے سپرمن کی طرح اندھیرا چلی آرہی ہے سامنے کوچ پر ہم دو نوجوانکو بیٹھا باتیں کرتے پاتے ہیں -

اصغر علی - ارے بھائی سجاد حسین صاحب یہ کیا بلا آئی ہے

شعر مصنف

درد اور دل رنجیدگی کی تپ بھر یار کی

کس کس آئی کی دوستو کیونکر میں دوا کروں

کیا عشق ظالم خراب سب کو یونہی نہ خود رفتہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ تو مہکنہ
اسوقت بے چین ہو رہا ہے۔ دونوں کا حال دیکھئے۔ وہ الگ گپ شپ اڑاتے
ہیں۔ ہمارا تو دل نکلا جاتا ہے۔ انکو مذاق کی سوجھی ہے۔

ہمارا اسیر دل میں باتیں کرتے کرتے بیہوش ہو گیا۔ ادھر صبح صادق
نے اپنے شرمیلے چہرہ سے نقاب بازاری کی طرح لٹا دیا اٹھا

مسافروں نے شاخہائے گل پر بیٹھ کر چہچہے شروع کر دیئے۔ کوؤں نے
کائیں کائیں کی رٹ لگائی ہے۔ بلبل نے "تو نے" کی لو لگائی۔ مرغ سحر کی
آوازوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ صبح عید ہونیکی وجہ سے عیدگاہ میں
پولیس لائن کے میدان میں ایک چہل پہل مچ رہی ہے۔ بازاری لوگ
اکا دکا آ رہے ہیں۔ اور اچھی دکانیں اور تمام اقسام کے اشیاء
دوڑتے ہوئے لا رہے ہیں۔ سقوں نے چھڑکاؤ کیا ہے زمین سے
سوندھی سوندھی خوشبو نکل رہی ہے۔ پولیس میں چہل قدمی کر رہے ہیں۔
آج ہمارے صاحب کے بنگلہ پر بھی بڑی صفائی ہو رہی ہے۔

ابراہیم صفائی کی دوڑ دھوپ میں کوشاں ہے۔ مالیوں پر تاکید کر رہا ہے
کہ گملے اور پھول چنو۔ وہ باہر کے والے سامنے رکھنا۔ یہ سوسن والا گملہ دفتر پر
رکھدو۔ یہ نرگس کا گملہ گھوڑوں کے سامنے رہے۔ وہ خوشبو کا گملہ میز کے قریب
لگا دو۔ تمام آرائش کو قرینہ سے سجاؤ۔ تاکہ صاحب بنگلہ سے برآمد ہوں۔
تو آپ لوگوں کو عید کا انعام ملے۔

اتنے میں صاحب بنگلہ سے برآمد ہوا۔ اور سب کو حسب لیاقت انعام
تقسیم کیا۔ اور اپنی ڈیوٹی پر جانے کو تیار ہو گیا۔ اور ہمارا نوجوان بھی آج صبح ہی
سے بنگلہ پر پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے بہت تپاک سے صاحب سے ہاتھ
ملایا۔ اور پھر صاحب نے اپنی میم صاحب سے ہاتھ ملوایا۔ اور کرسی پر بیٹھے

کو اجازت دی - اور ہمارے نوجوان کیطرف یوں مخاطب ہوا

صاحب - دل بابو آج تم اتنے سویرے کیسے آیا -

سجاد حسین - آج عید کا دن ہے اسوجہ سے آپ سے اتنے سویرے ملنے چلا آیا - ورنہ یہ وقت تو میرے سونیکا ہے -

صاحب - (گھڑی دیکھکر) میں نہایت افسوس کے ساتھ کہہ سکتا ہوں - کہ میں آپ کی خدمت میں ایک منٹ بھی نہیں ٹھہر سکتا ہوں - کیونکہ میں بہت ہی عدیم الفرصت ہوں -

سجاد حسین - آپ اپنی ڈیوٹی پر تشریف لے جائیے - آپ سے ملاقات تو ہو گئی ہے - میم صاحب اب میں جاتا ہوں - مجھے ایک کام ضروری ہے -

صاحب - گڈ بائی -

سجاد حسین - گڈ بائی -

میم صاحب - بابو بیٹھو ابھی تم جا کر کیا کرو گے -

سجاد حسین - اب میں بالکل نہیں ٹھہر سکتا - اگر ایک منٹ دیر ہو گی - تو پھر میں نہ جاؤنگا -

میم صاحب - اگر تمہارا کچھ نقصان ہوتا ہے - تو ہم تمکو اجازت دیتا ہے -

سجاد حسین - میم صاحب میں مذاق کرتا تھا - ورنہ میرا دل تو آپ کے پاس سے جدا ہونیکو ایکدم کو نہیں چاہتا -

میم صاحب - آج تم اداس اور چپ چاپ کیوں ہو -

سجاد حسین - رات سے میرے سر میں درد ہے

میم صاحب - کیوں کیا وجہ -

سجاد حسین - اسمیں بھی میرا کچھ بس ہے - کہ میرے سر میں درد ہے -

خانساماں - دیکھیے میں آگیا - اصغر علی صاحب جو پہلے کئی مرتبہ آپ کے ہمراہ آئے تھے - اب بھی تشریف لائے ہیں - اور آپ کو سلام کہتے ہیں - اور بلاتے ہیں -

آپکو آپ کے والد صاحب نے یاد فرمایا ہے

سجاد حسین - ابراہیم تم کہدو - میرے کپڑے ہیں - میں انہیں کپڑوں سے نماز پڑھونگا۔

ابراہیم - بہت خوب۔

میم صاحب - بابو ہمکو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنے گھر سے ناراض ہو کر آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عید کا دن اور تم اتنی صبح یہاں آیا ہے۔

سجاد حسین - میم صاحب کیا عرض کروں۔ ہم ہندوستانیوں میں اب طریق واقع ہوتا ہے۔ رحیمی کی وجہ سے ہم لوگ آئے دن پریشان رہا کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ اولاد جب تک سن بلوغت کو نہ پہنچ لے۔ کیا طاقت اس غریب بیچارے کی کہ اس دماغ میں اور کوئی بو بھی آنے پائے۔ خاص اسوجہ سے شریف آدمی اپنے ماں باپ سے یہانتک تنگ اور عاجز آجاتے ہیں۔ کہ ان سے صریح گستاخی کے حرکات صادر ہو جاتے ہیں۔ اگر شادی بیاہ ہو چکا ہے تو سبحان اللہ نور علی نور۔ نئی نئی میٹھی نیا نیا پیار اگر اس بیچارے کا بیوی کو ساس سسر کی کوئی بات ناگوار معلوم ہوئی۔ تو خم ٹھونک کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ اور اگر میاں نوکر چاکر یا کسی کمپنی یا تجارت کے ذریعہ معاش حاصل کرتا ہے تو چون چپکی تو سب دو کنار سلام دعا بھی ترک اب انہیں کچھ سوجھتا بھی نہیں۔

میم صاحب - واقعی یہ تو عام طور پر ہم لوگوں کی طبیعت کا اندازہ ہے اور اگر دو چار بیشتر ایسے نہ بھی ہوں۔ تو شمار میں نہیں۔ میم صاحب نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا اور کہا۔

دل بابو تم کو یہ کیسے باتیں آیا۔ تم کیا عورت والا میں ہے۔

سجاد حسین - نہیں صاحب مجھکو یہ باتیں تجربہ نے سکھا دی ہیں

ابراہیم - (کمرہ میں آکر) آپ کو اصغر علی صاحب پھر بلاتے ہیں۔

میم صاحب - ان کا کلاس فیلو ہے۔ اندر کے کمرے کے بلاؤ۔

اصغر علی نے اندر کمرہ سے پہنچتے ہی میم صاحب کو سلام کیا۔ اور اپنے دوست کے برابر کرسی پر بیٹھ گیا۔

میم صاحب - تم کو کیسے معلوم ہوا کہ بابو بنگلہ پر ہوگا - اور یہ کیوں ناراض ہیں

اصغر علی۔ اس کا جواب تو میں کچھ نہیں دے سکتا ہوں۔ سوا اس کے کہ یہ
میری خوشی سے بے وجہ ناخوش ہیں کیا جو میں بتا سکوں۔ بیگم صاحب ان
کا مزاج کچھ اس طرح کا واقع ہوا ہے کہ جب ان کے خلاف مزاج کوئی
بات بھی ہوئی۔ اور یہ ناراض ہو گئے کوئی بات سمجھو تو بتاؤں۔ اب آپ ان کو
اجازت دیں۔ تاکہ میں ان کو اپنے ہمراہ ہی لے جاؤں۔ ان کے والد بھی بہت خوش
ہونگے اور مجبور ہے ہیں

بیگم صاحب۔ دیکھو ہم نے بالکل روکا نہیں ہے۔ تم شوق سے لیجاؤ۔
اصغر علی۔ آپ ان سے کچھ نہ فرمائیے گا۔
بیگم صاحب۔ ہم اس بات کو بالکل نہ سمجھا۔
اصغر علی۔ آپ کے کہنے سے چلے جائیں گے۔
بیگم صاحب۔ بیٹا جاؤ کپڑا پہنو۔
سجاد حسین۔ بیگم صاحب کیا آپ مجھ کو نکالنا منظور فرماتی ہیں۔
بیگم صاحب۔ نہیں بیٹو چونکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ تم جاؤ۔ اور رسم کے موافق کپڑا
خرید لو۔ اور خوب جیسا ادا کرو۔ پھر ہمارے پاس آؤ۔
سجاد حسین۔ آپ اس وقت پھر کیوں حکم نافذ فرماتی ہیں۔ آخر آپ کیوں اس قدر اصرار
کرتی ہیں
بیگم صاحب۔ ہماری خوشی۔
سجاد حسین۔ اگر اس معاملہ میں میری نسبت کچھ نہ فرمائیں۔ تو بہتر ہوگا۔ ورنہ
مجھ پر جبر ہوگا۔
بیگم صاحب۔ بیٹا تم کو ہمارا حکم ماننا ہوگا اور رسم کے موافق کپڑا پہنو۔
سجاد حسین۔ آپ نے اب مجھ کو مجبور کیا۔

ہمارے نوجوان نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا۔ اور کامل ایک منٹ تک غور
سے بیگم صاحب کے چہرے کی طرف تکتا رہا۔ اور کچھ باتیں کر کے رخصت ہوا۔ اور
چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اچھا صاحب آپ کی ضد نے مجھ کو مجبور کر دیا ہے۔ میں
جاتا ہوں۔ اور تعمیل حکم میں بسر و چشم حاضر ہوں۔ ہمارا نوجوان اپنے دوست

سجاد حسین - خالہ جان آپ کی دعا سے میں تندرست ہوں - ذری بخار کی حرارت ضرور ہے

فیروزی خانم - اے بھابھی یہ تو کئی دن سے سکول کو نہیں جاتا ہے - ماسٹر صاحب نے کئی مرتبہ اسکے کلاس فیلو کو میرے پاس بھیجا - اور معلوم کیا - لیکن میں نے اسکے باپ کی وجہ سے کہلا بھیجا کہ اسکی طبیعت ذرا ناساز ہے۔

قصور - امی جان بھائی جان کے پاس جو اصغر علی صاحب آیا کئے - وہ اب نہیں آتے ہیں -

سروری خانم - ہاں بیٹی ابھی کی تو یہ ساری آگ لگائی ہوئی ہے - کوکا لگے ایسی دوستی کو جانے میرے بچے کا یہ کیا حال کر دیا ہے -

فیروزی خانم - نگوڑ ماری یہ کیا آفت ہے کہ تیل بیڑا ہی نہیں لگتا -

سروری خانم - اے بیٹا سجاد حسین تم نے کچھ نہیں بتایا -

سجاد حسین - امی جان آپ ہم کو یہاں ٹھہرنے نہ دیں گے - اچھا اب میں جا کر اپنے کمرہ میں لیٹتا ہوں - سجاد حسین اٹھ کر باہر چلا آیا - اور کمرہ میں آرام کرنے لگا - مگر مٹا ہوا دل کسی کی کب مانتا ہے - آخر اس کمبخت بے چین کرنیوالے دل نے بیتاب بنانا شروع کیا - تو اٹھ کر میم صاحب کے بنگلہ کی راہ لی -

میم صاحب نے برآمدہ سے نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا - تو خانساماں سے کہا - جاؤ آج کا دن ہمنے تم کو رخصت دیا - خانساماں چلا گیا -

میم صاحب - ول بابو تم نماز پڑھ آیا -

سجاد حسین جی نماز اور کپڑے دونوں سے فارغ ہو آیا - اب میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل بہت خوشی کے ساتھ کر سکتا ہوں -

میم صاحب - دیکھو بابو ہم تم سے ایک بات پوچھتا ہے - وہ یہ کہ تم سے پہلے ہم نے کئی مرتبہ چلنے کو کہا - کہ تم جاؤ رسم کے موافق کپڑا بدلو - نیز تمہارے کلاس فیلو نے بھی کئی مرتبہ کہا - لیکن تم ٹک کب - مگر محمد کا قسم ہے تم

کیوں اتنا مجبور ہو گیا۔

سجاد حسین۔ میری بارے میں آپ اسکو بالکل دریافت نہ فرماویں۔

میم صاحب۔ نہیں ہم آج تم سے ضرور دریافت کریگا۔ اگر تم نہ بتاسکیگا۔ تو ہم ناخوش ہوگا۔

سجاد حسین۔ پیاری ویلن یہ بات بھی کوئی دریافت کرنے کے قابل ہے۔ ظاہر ہے کہ میں تم کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تصور کرتا ہوں۔ افسوس جسکو اپنی جان و ایمان سے زیادہ عزیز سمجھوں۔ اسکی قسم لوکیونکر نہ ماؤں۔ آپ نے خود یا صرار معلوم کیا تو میں بھی ایسا صاف صاف بتائے دیتا ہوں

میم صاحب۔ بابو آج کیسی باتیں کر رہا ہے کیا کچھ لٹ پی کر آیا ہے

جواب

ہم نے تو ایسا لٹ پیا ہی نہیں جسے زنشی اتار دے۔

جان من۔ یہ کوئی لٹ نہیں پیا۔ دوست۔ یہ لٹ تو بیچے اس دن سے پیا ہے جس رات تم کو صاحب کے ہمراہ اسٹیشن پر دیکھا تھا۔

میم صاحب۔ دیکھو بابو ہم ایسی باتیں ہرگز سننا نہیں چاہتا۔ ہم کو تمہارے طریقہ سے پہلے ہی ثابت ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے ہم نے آج تم سے صاف صاف الفاظ میں کہدیا۔

سجاد حسین۔ تو مجھ کو بھی لازم ہے تم سے آج اپنا درد دل کہہ گذروں۔ کیا وجہ کہ تم نے صاف صاف جواب جس حالت میں دے دیا۔ تو مجھ کو بھی کہنے کی جرأت ہوئی۔ مثل مشہور ہے کہ "مرتا کیا نہ کرتا" پیاری ویلن آپ کیوں یہ باتیں منہ چھپا چھپا کے کرتی ہو۔ اف پہلے دل کو لے لیا۔ اب یوں باتیں بنانا کس نے مانا۔

میم صاحب۔ ہم اسبات کو بالکل نہ سمجھا۔

سجاد حسین۔ پیاری تم کیوں سمجھنے لگیں۔ تمکو کیا غرض ہے۔ تمہیں معلوم کیونکر ہو۔ یہ جانا ں
میرے سر پر بنی جو کچھ بنا کی

سجاد حسین ۔ خانف پیاری وطن میری زندگی کا آج آخری دن ہے ۔ کیونکہ حضور سے آج صاف جواب مل گیا ہے

میم صاحب ۔ تو کیا تم اپنا جان دینا ہے اور ہم پر الزام لگائیگا ۔

سجاد حسین ۔ نہیں بلکہ تمہاری عقل پر

میم صاحب ۔ دیکھو بابو تو ہم سے شادی کا واسطے خوب رت ہے تم اگر ہمارا نسبت ایسا خیال کریگا ۔ تو بہت برا ہوگا

سجاد حسین ۔ میرے واسطے کوئی برا نہیں کر سکتا ۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو البتہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ آسمان ہم تو تم سے بھی ناز اس طرح ہیں شعر ۔ تھوڑی چڑھائی تم نے ادھر ہم نکل گئے آپ ہیں آپ پر الزام لگاؤں میری قسمت میں ازل سے صانع قدرت نے ہی تحریر فرمایا ہے ۔ کہ میرا گل جوانی کھلنے سے پہلے موت کے زبردست جھونکے سے کملا کر خشک ہو جائے گا ۔ افسوس میں اور آپ دونوں مجبور ہیں مگر اس نا امیدی و ناکامی پر پورا یقین کرکے اور آپ کو اپنے حال پر بالکل نامہربان پا کر وہ آرزوئیں مجھ کو مجبور کر رہی ہیں سمجھتے ہیں ۔ کہ عرض شاید قبول ہو جائے

میم صاحب ۔ پیارے بابو تم بولو وہ کونسی آرزوئیں کیا ہیں ۔ ہم اسکے مان لینے کا اقرار کرتا ہے ۔ بشرطیکہ تم اپنی جان دینے کی کوئی تدبیر نہ کرے ۔

سجاد حسین ۔ پیاری وطن کیا عرض کروں مجبور کروں اور نہ تو ایسے واہیات خیال کو اپنے نزدیک تک نہ آنے دیتا ۔ کیونکہ مجھ کو کسی بھولی صورت نے اپنا گرویدہ و شیدا بنا لیا ہے ۔ میں نہایت ادب کے ساتھ پہلے تو ان حسینوں کی معافی چاہتا ہوں جن سے تمہارے نازک دل پر میرے کلمہ حق کہنے کا ملال گذرا ہے ۔ اس کے بعد عرض مدعا کی طرف رجوع ہوتا ہوں ۔ میری پہلی آرزو یہ ہے ۔ کہ آپ اپنا دست مبارک میرے زخم خستہ والے دل پر چند ساعت کے واسطے رکھ دیں گے ۔ تاکہ میرا بیتاب دل [illegible] تسکین پاوے ۔

خود ہی نوجوان کو سنبھالا اور اسکے آنسو پونچھے اور بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔

بیگم صاحب۔ پیارے باؤ دیکھو تم کو ہمارے قسم تم رو نہیں۔ اس وقت تم نے ہمکو یقین دلادیا ہے کہ تم کو ہم سے دلی محبت ہے اگر ہم تم سے پرہیز کرے گا۔ تو تمہاری جان ضائع ہو جائے گا۔ ہم کو ہر طرح تمہارا خوشی منظور ہے۔ نوجوان کے آنسو ان کلمات فرحت حیات سے رکے۔ تین منٹ تک کمرہ میں ایک سکوت کا عالم طاری رہا۔ ہمارا نوجوان چند منٹ تک میم صاحب کے چہرہ کو حیرت سے ٹکٹکی باندھے غور سے تکتا رہا۔ بعد تھوڑی حیرت سے حواس منتشر کو جمع کرکے (لیکن ذرا سی لغزش کے ساتھ) یوں گویا ہوا۔

سجاد حسین۔ کیا یہ صرف میری تسلی اور دلدہی کے لئے چند عنایت فرمائی گئی ہے۔ یا مجھ کو موت کے زبردست پنجہ سے چھڑا کر میری دلدہی کرنا منظور ہے

میم صاحب۔ اس وقت تمہارے رونے سے ہمارا دل کو بالکل پلٹ دیا۔

سجاد حسین۔ میں کیا اپنے دل کو پورے طور سے یقین دلا سکتا ہوں۔ کہ میں کامیابی کے درجہ کو حاصل کرونگا۔

میم صاحب۔ بیشک بیشک تم محبت کے جان کی ڈگری پائیگا۔

ہمارے نوجوان نے چند بوسے لب نازک کے لئے۔ اور کئی منٹ تک اپنے سینہ بے کینہ سے اس لاثانی سرمایہ عشرت کو لگائے رکھا۔

سجاد حسین۔ پیارے باؤ کیا سچ سچ ہماری محبت نے تمکو بیتاب از خود رفتہ کردیا ہے۔ کہ تمہارا یہ عالم ہے۔

سجاد حسین۔ آہ جان سید تمکو ابھی تک نہیں معلوم ہے کہ میرا کیا حال ہو رہا ہے۔ پیاری دلین میری جان و دل کی مالک دلین میں تو خود سے کھویا گیا ہوں۔ ورنہ میرا یہ حال کیوں ہوتا۔ کاشکہ میں اس روز اسٹیشن پر نہ جاتا۔ تو بہتر تھا۔ اب تو مجھ کو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔

میم صاحب ۔ میرے پیارے بابو میرے اچھے بابو اے دل کے مالک بابو میرا بھی یہی حال ہے پر میں کیا کر سکتی ہوں ۔

سجاد حسین ۔ پیاری دلہن کیوں آج عید کا دن ہے اس سے اور کون دن خوشی دینے والا آئے گا ۔ پیاری میرے چند دوست سکول آئے ہونگے اگر اجازت دو ۔ تو میں جاؤں ۔ بشرطیکہ تم وعدہ کرو ۔ کہ اس گھر میں تم کتنی دیر میں آجاؤ گی ۔ جو ہمی تمکو ملا ہے

میم صاحب ۔ بابو ہم تمہارا بالکل نہ بات سمجھا ۔

سجاد حسین ۔ پیاری دلہن تم میرے غریب خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے کس وقت منور و ممتاز فرماؤ گی ۔ کیونکہ یہ دن خوشی پر مبنی ہے ۔ جان سید اس سے اور کون دن خوشی کا آئے گا ۔

میم صاحب ۔ (گھڑی دیکھکر) دیکھو بابو بارہ بج گیا ۔ ہم ایک بجے سے پہلے تمہاری کوٹھی پر آجائے گا ۔

سجاد حسین ۔ اچھا میں اب جاتا ہوں ۔ مگر خدا کے لئے انتظار بہت نہ کروائے گا ۔ یہ کہکر ہمارا ہیرو تو اٹھ کر میم صاحب کے پاس سے چلا گیا اور میم صاحب اپنے خیال میں محو ہو گئیں ۔

تیسرا باب

میں پہ دل لگی ابھی نہیں لگتی

شعر گوہر

جس بت کو لئیا خوشامد سے لائے ہیں ۔ نہیں خوشی کا ہے سر انجام ہو گیا
دل سے کوئی دم بیٹھے ہوتے ۔ آفتاب کی مدت کسی کے جو جن کی طرح

سجاد حسین۔ میرے پیارے دوست ہیں کیا اس خوشی کا باعث بیان کروں
دوسرا بھتیجے اصغر علی صاحب بھی آ گئے ہے
سجاد حسین تسلیمات اے حضرت آپ جب سے تشریف لے گئے ہیں۔
پھر ہماری کچھ خبر نہ لی۔ افسوس آپ نے جھوٹے منہ نہ پوچھا۔ کہ بھئی تمہارا
کیا حال ہے۔
اصغر علی۔ خیریت ہے۔
سجاد حسین۔ آپ کی دعا سے طبیعت ذرا بحال رہا کرتی ہے۔
اصغر علی۔ اس بیماری سے جو آپ کو آرام ہوا۔ دل کی تپش نے قرار
بیٹنے کو چھوڑا
سجاد حسین۔ ارے بھئی وہ آج ہو خوشی ہمارا آرام ہو گیا۔
اصغر علی۔ (کرسی سے اچھلکر) ارے اتنا ہوں۔ واہ بھئی کچھ خوشخبری
سناؤ۔
سجاد حسین۔ کیا خوشی کا باعث عرض کروں۔
اصغر علی۔ اچھا شفیق کچھ تو فرمائیے
سجاد حسین۔ اچھا آپ کھانا تناول فرمائیے۔ پھر عرض کروں گا۔ سیا
کھانا لاؤ۔ اور آکر فوراً میری بات سن جاؤ۔ میں ایک کام تمہارے
سپرد کرنے والا ہوں۔
سیا۔ بہت اچھا جناب ابھی حاضر ہوا۔
سیا نے کھانا لا کر سامنے سب دوستوں کے چنا اور آپس میں
ہنسی مذاق ہونے لگا۔
سجاد حسین۔ میرے شفیق جلدی کھانا تناول فرماؤ۔ اب ایک معزز
دوست کی آمد ہے۔
ایک طالب علم۔ کیا معزز مہمان کھانا چھین لیا کرتے ہیں۔
سجاد حسین۔ حاضر جوابی تو گویا میرے سکول میں گھول کر پلائی جاتی
ہے

دوسرا - بھئی تو کیسی آفت کیا پڑی ہے -
سجاد حسین - بھائی میں یہ کہتا ہوں - کہ خاطر مدارت کرینگے یا لڑائینگے -
اصغر علی - (خوش ہوکر) ارے بھئی وہ دیکھو میم صاحب تشریف لا رہی ہیں -
ایک چھوٹا سا اچھا تانگہ لئے ہوئے چلی آتی ہیں - خدا کرے میری آنکھیں اس
وقت مجھ کو دھوکہ نہ دیں -
سجاد حسین - دشمن کس خدا نہ کرے جو تمہاری آنکھیں تم کو دھوکہ دیں - بلکہ
میں آپ کی آنکھوں کی تعریف کرتا ہوں -

میم صاحب خراماں خراماں کسی عاشق کا دل پاؤں سے ملتی ہوں -

ایشن - یاران طریقت نے میم صاحب کی تعریف کی - مگر میم صاحب نے دیکھا
کہ یہ لوگ کھانا کھایا چاہتے ہیں تو ایک منٹ بیٹھ کر کہا -
میم صاحب - آپ لوگ کھانا کھائیں جب تک ہم زنانہ مکان میں جاتا ہے -
سجاد حسین - بہت خوب آپ تشریف لے چلیئے - میں قبل جا کر اطلاع کر
دوں - کہ امی صاحب آپکو پہچان جائیں -

ہمارے نوجوان نے چند قدم تیز رفتاری سے رکھکر اپنی ماں سے کہا
کہ جن صاحب کے پاس میں آتا جاتا ہوں - ان کی میم صاحب تشریف لائی ہیں -
آپ ان کی خوب خاطر مدارت کریں - اتنے میں میم صاحب نے قیافہ
سے مادر نوجوان کو شناخت کیا - اور ایک پلنگ پر بے تکلف بیٹھ گئیں

نوجوان دوڑتا ہوا آیا

مادر نوجوان - ہمارا لڑکا آپ کے ہاں جاتا ہے -
میم صاحب - جی ہاں آپ کے لڑکا ہمارے صاحب کی وجہ سے ہمارے
یہاں جایا کرتا ہے - اور آپ کے لڑکے سے بہت محبت ہمارا صاحب
کرتا ہے - آپ کا لڑکا بڑا نیک نسل ہے -
مادر نوجوان - میم صاحب یہ لکھنے پڑھنے سے بالکل غافل رہتا ہے -
سوائے سیر کھیل کے کوئی کام ہی نہیں کرتا - ابھی کوئی پانچواں چھٹا
روز ہے کہ مولوی صاحب بھی سکول سے تشریف لائے - اور کہا کہ تمہارا

صاحبزادہ معقول سے ہیں بہت شریر صاحبزادہ کرتا ہے کیا کروں ماسٹروں کی
وہ نہیں سنتا۔ میری وہ نہیں سنتا
میں نے کہا۔ اچھا میں کیا کروں۔ تمہیں اختیار ہے۔ اسے مارو تا
وہ کہنے لگے۔ ارے صاحب نوجوان آدمی کو کون مارے۔ ماشاء اللہ اب وہ
جوان ہے۔ ایسی تنبیہ کا انجام برا ہوا۔ تو میں کیا بندوبست کر سکتا ہوں۔
اس نے تمام استادوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ ہر ایک کو دبا لیا ہے۔
میم صاحبہ آپ بھی ذرا اپنے صاحب سے اسکی فہمائش کرا دیجئے۔ شاید
کچھ ڈھنگ پر آ جائے۔
میم صاحب۔ ہم خود سمجھائے گا۔ اور اپنے صاحب سے بھی کہلائے گا۔ مگر یہ تو صاحب
کے پاس جب تک بیٹھتا ہے۔ انگریزی بکتا ہے۔ اس کا صاحب کے پاس
بیٹھنا بہت مفید ہے
راوی۔ جی ہاں۔ آپ اگر خوب ایف۔ اے کا پاس کرائیگا۔
مادر نوجوان۔ ارے چنپی میرا سنگھار دان لانا۔ میں میم صاحب کو عطر
پان دونگی۔
میم صاحب۔ ہم لوگ اس خاطر کے بالکل عادی نہیں ہیں۔ آپ ہمارے
واسطے تکلیف نہ فرمائیں۔
مادر نوجوان۔ مجھ کو یہ معلوم ہے۔ کہ تم لوگوں میں عطر پان کا بالکل رواج
نہیں ہے۔ بلکہ کچھ برا بھی جانتے ہیں۔ لیکن ڈپٹی صاحب سپرنٹنڈنٹ
صاحب کی میم صاحب ہمارے پاس آئے دن آیا کیں۔ جب سجاد اللہ
ایک سال کا تھا۔ تو ہم نے پان بھی کھلائے۔ اور عطر بھی لگایا۔ آخر
میں خود منگا کر لگایا کرتی تھیں۔ ہماری خوشی سے تم بھی پان کھاؤ۔
ہم نے چونا بہت ہی خفیف لگایا ہے۔ ضرر نہ ہوگا۔ اور عطر بھی
لگاؤ۔ ان خوشبویات سے دماغ کو تازگی پہنچتی ہے۔ اور طبیعت
کو فرحت ہوتی ہے
میم صاحب۔ ما ما ہمکو آپ کا فرمانا سر و چشم منظور ہے۔ ہم ضرور لگائے گا

مادر نوجوان۔ تم خوش رہو۔ جلد جلد اسے چنبیلی ذرا تصور کو بلانا ۔ یہ نگوڑی کا دن رات کمرہ میں بیٹھی رہتی ہے۔ چنبیلی گئی ۔ اور تصور کو کمرہ میں سے بلا لائی۔

مادر نوجوان۔ خیر ہی ہو۔ تصور تجھے تو دن رات سوائے گھڑیاں کھیلنے کے کچھ کام ہی نہیں ہے ۔ یہ میم صاحب تشریف لائی ہیں ۔ انکو سلام کرکے مزاج پرسی کرو۔

تصور نے جھک کر فرشی سلام کیا جس کے جواب میں میم صاحبہ نے پانچ روپیہ کا ایک نوٹ دیا۔ تصور نہ لیتی تھی ۔ لیکن اسکی ماں کے کہا لے لے کیوں نہیں لیتی ۔ تصور نے ماں کے کہنے سے لے لیا۔ اور ایک طرف مودبانہ ہوکر بیٹھ گئی ۔

میم صاحب۔ یہ آپ کی شہزادی تصور نور جہاں بیگم ہے۔

مادر نوجوان۔ جی ہاں یہ آپ ہی کی کنیز نادرم خریدہ ہے۔

میم صاحب۔ انکا ابھی شادی ہوا یا نہیں ۔

مادر نوجوان۔ منگنی تو مرزا انصور حسن صاحب کے لڑکے ساتھ ہو گئی ہے مگر ہودلا دینا باقی ہے۔

میم صاحب یہاں سے فارغ ہوکر باہر تشریف لائیں۔ یاران طریقت سوائے اصغر علی کے سب کھانا کھاکر رخصت ہو چکے تھے ۔ یہ دونوں میم صاحب کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

سجاد حسین۔ ذرا آگے بڑھکر آئیے آئیے یہاں تشریف رکھئے۔

میم صاحب۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ۔ نہیں ہم یہاں بیٹھتا ہے۔

سجاد حسین۔ اچھا میاں ۔ تم کا بھی کیا بات چیت ہو رہی تھی۔

میم صاحب۔ تمہارا ماں تمہارے پڑھنے کی شکایت کرتا ہے۔

سجاد حسین۔ میری شکایت کیا تھی ۔ ذرا ہمیں بھی تو سنوں۔

میم صاحب۔ کچھ نہیں۔ یہی لکھنے پڑھنے کی بہت کچھ بات چیت ہوا۔

سجاد حسین۔ سبق اب پڑھا دیا ہے تم نے بعد دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

بیگم صاحبہ اسپر کچھ کچھ خفیف سی ہو گئی تھی - اور نیچے منھ کر کے کچھ مسکرانے لگیں -
لیکن ہمارے نوجوان نے اپنے بگڑے ہوئے حال کو سنبھال کر کہا -
سجاد حسین - میں ابھی حاضر ہوتا ہوں - جب تک آپ یہاں تشریف رکھیں
اصغر علی سے آپ بات چیت کیجئے گا - مجھکو زنانہ میں آپ کے تشریف لانے سے
پہلے چند منٹ بلایا تھا -
سجاد حسین - (دوسرے کمرہ میں جاکر) ہمنے کھانا کھاتے وقت تم سے جس
کام کیواسطے کہا تھا - وہ تیار ہے -
صبا - جی ہاں - ڈبل روٹی کی باریک قاشیں بنا کر اور مکھن لگا کر سینک لی ہیں -
انڈے بھی ابل گئے ہیں - چاء بھی تیار ہے - اور بوتل لیمونیڈ - سوڈا
ایک ایک درجن - اور شام ایک بوتل - پورٹ وین لیڈی کی ایک بوتل منگوا
لی ہے -
سجاد حسین - (گھڑی دیکھکر) دیکھو ابھی دیر دو بجنے میں ہے - اتنے عرصہ
میں یہ سب کام درست ہو جائیں - اسی کمرہ میں میز کے قریب چار کرسیاں
ڈال دو - اور چادر میز کے اوپر بچھا دو - پھولدان میں اندر سے منگاتا
ہوں - وہ دونوں گلدستے انہیں رکھ کر میز پر لگا دینا - جب یہ سارا
سامان تیار ہو جائے - تو اصغر علی صاحب کو میں بھیجتا ہوں - یہ سب
اشیاء انکو دکھا دینا کسی چیز کی کمی نہ ہونا چاہیئے -
صبا - اگر خدا کو منظور ہے - تو کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی - ہم نے سینکڑوں
انگریزوں کا کھانا دو دو گھنٹہ میں تیار کیا ہے - آپ اطمینان فرمائیں -

وہاں تو دعوت کا سر انجام ہو رہا تھا - اور یہاں بیگم صاحبہ اصغر علی
صاحب سے بات چیت میں مشغول ہو رہی تھیں -
بیگم صاحبہ - ول اصغر علی تم کب سے بابو کے ساتھ ہو -
اصغر علی - جب سے بیٹے اور بابو نے ہوش سنبھالا ہے -
بیگم صاحبہ - کیا بابو کا شادی ہو گیا -
اصغر علی - جی ابھی نہیں ہوئی -

میم صاحب۔ تمہارا فادر کیا کام کرتا ہے۔

اصغر علی۔ میرے والد ملازمی پولیس میں ایک چھوٹے افسر تیس روپیہ ماہوار کے ہیں۔

میم صاحب۔ بابو نے کس عورت سے محبت کیا ہے۔

اصغر علی نے میم صاحب کے اس سوال کا جواب کچھ بھی لب نازک سے نہ دیا۔

میم صاحب۔ اصغر علی تم نے ہماری بات کا جواب کچھ نہ دیا۔ کیا تم کچھ بہرے ہے۔

اصغر علی۔ کیا عرض کروں۔ میں ایک شش و پنج میں پڑ گیا۔ کیا آپ سے ان کا راز پوشیدہ تھوڑا ہی ہوگا۔ پھر مجھ سے تصدیق کرنے کی کیا ضرورت اور اگر از راہ پرورش آپ مجھ کو سچا ہی جانتے ہیں۔ تو یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ محبت سے تو کوئی بشر خالی نہیں۔ شاید بابو کو کسی پر پورش طبیعت ہر رنگ سے محبت ہو۔ میری کا تو یک دوسری عورت سے نہیں ہے اگر دنیا کے پردہ میں کسی عورت سے محبت ہے۔ تو وہ خود اپنے دل میں تصور کر سکتے ہیں۔ میرے تصریح کرنے سے کیا فائدہ۔

میم صاحب۔ (کچھ جھینپ کر) ہم نے کیا کہا۔ دوسری عورت کون ہے اور پہلی عورت کون ہے۔ بابو کو کس سے محبت ہے۔ وہ پہلی عورت کون ہے۔

اصغر علی۔ اسے اسکو نہ پوچھیے۔

میم صاحب۔ نہیں تمکو ابھی بتانا ہوگا۔

ہمارا نوجوان اسی اثنا میں داخل کمرہ ہوا اور پوچھا۔ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔

میم صاحب۔ آپ نے بہت دیر لگایا۔ ہم جایا ہی چاہتا تھا۔

سجاد حسین۔ ڈپٹی منظور حسین صاحب کی بیوی آئی ہیں۔ انہوں نے مجھ کو بیٹے کو بلایا تھا۔ ان سے چند منٹ باتیں کرنے میں البتہ دیر

کی دیر ضرور ہوگئی۔ معافی چاہتا ہوں

میم صاحب۔ نوجوان کی بات کا جواب نہ دیکر۔ اصغر علی تم نے نہ بتایا کہ وہ عورت
کون ہے جسکے سوا بابو دوسری عورت سے محبت نہیں کرتا

سجاد حسین۔ ذرا میں بھی اس قدر میں دخل در معقولات ہونے کی
اجازت چاہتا ہوں۔

اصغر علی۔ پیارے دوست آپ کی التجا ہم شوق سے قبول کرتے ہیں۔

سجاد حسین۔ اچھا کیا بات میم صاحب دریافت کیا چاہتے ہیں۔

اصغر علی۔ میم صاحب مجھ سے یہ بات دریافت کرنا چاہتی ہیں۔ کہ بابو کی
کس عورت سے محبت ہے۔ میں نے بعد سکوت کے عرض کیا۔ اب ان کو شک
ہوا۔ میں نے مذاقاً چھیڑا تو انکو پورا پورا یقین ہو گیا۔ وہ تو ایک گھمبڑ ابھر گیا
اب آپ چاہیں تو میں خود ہی سمجھا دوں گا۔ میم صاحب سنو وہ عورت
ہے۔ جسے بغیر میرے علم محبت ہو گی۔ دوسری عورت سے مراد ہزار ہا عورتیں ہیں
کہ انکی محبت میرے علم میں کسی سے نہیں ہے۔

میم صاحب۔ نہیں تم نے ابھی کچھ بات چھپایا۔ تمہارے چہرہ سے صاف
ثابت ہوتا ہے کہ تم بات کو بنا کر کہہ رہا ہے۔ اب وہ دو نوجوانوں نے دل
لگی سے چھیڑنا شروع کیا۔ اور مذاق نے زور سے پہلو میں گدگدایا۔

سجاد حسین۔ آج میں میم صاحب تم سے کہتا ہوں۔ کہ میرے دلی دوست
کو بھی آج کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ایک عورت پر دم نکلتا ہے۔ اور میں جان
سے جاتا ہوں۔ مگر وہ عورت حسین کیا ہے۔ گویا سب حسینوں کی سرکار
سرتاج ہے۔ نازک مزاج گل اندام پری کی چہرہ جامہ زیب خوش گفتگو شیریں کلام
باوضع با مروت با محبت پیاری کا دلہن میں کیا اسکی تمہارے آگے تعریف
کروں۔ وہ تو میرے دل کا شگفتہ اور جی کا چین ہے۔ میرے آرام کا باعث
میری خوشی کا سرمایہ میرے عیش کا خزانہ ہے۔ اس ماہ پیکر کی تعریف
تمہارے آگے کیا بیان کروں۔

میم صاحب۔ بہت آزردہ ہوکر۔ اسکا کچھ نام بھی ہے۔ یا یہ خوبیاں ہی کا نام

اس کا نام ہمیں کہتی ہیں - چھڑ رہی ہیں کسی کے نام و نشان سے کیا غرض ہم ایسا
جانتا ہے - شائد تمہاری پیاری معشوقہ سنے - اور اسکو ہمارا آنا ناگوار گذرے
اسلئے ہم جاتا ہے -

اصغر علی - واہ صاحب آپ کیا فرماتی ہیں - آپ کا آنا ہمارے واسطے
موجب فخر کا ہے - کیا کوئی کسر شان ہے - نیٹوں کے گھر جانا - شائد
اسیوجہ سے آپ ٹفن کھائے بغیر جانیکو مستعد ہوگئیں -

میم صاحب - ہم آج ٹفن بالکل نہیں کھائیگا -

سجاد حسین - کیا خوب آپ تو کل شام سے کچھ نہیں کھایا ہے - اگر آپ
یہ خیال کریں - کہ میں نے اپنے نوکروں دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا ہوگا -
پیاری ویلین نے مطلق کھانے کو انکے ساتھ نہیں کھایا - بلکہ ان سے
سادہ شکایت - ہے کہ انکو سمجھ گیا تھا -

میم صاحب - (ہچکچا سے) اب ہم اس عورت کے ساتھ کھانا کھانا جس
کا نام تک ہمکو نہ بتایا -

سجاد حسین - واہ اتنی سی بات پر ناخوش ہوتی ہو - ہم اسی وقت اس کی
تصویر آپکو دکھلا دیتے ہیں - پیاری ویلین اس کمرے میں ابھی تمہارے
سامنے لاکر بٹھائے دیتا ہوں - اصغر علی صاحب دوسرے کمرہ میں سے
ہماری محبوبہ کی تصویر جو نہایت صاف شفاف شیشہ کی یاد دلا رہی ہے -
سفید تولیئے میں لپیٹی رکھی ہے - اور شہر کا چوکھٹہ ہے لیتے آئیے
اور سبا کی کا رنگدار ... ایک شعر بطور اصلاح کے لئے لیتے آئیے -

اصغر علی بہت اچھا کہکر دوسرے کمرہ میں چلا گیا - اور میم صاحب اس
گفتگو کو سن کر بالکل حیرت کی تصویر بن گئی - ہزاروں آنے والے خیال
دل میں آرہے تھے - اور بدگمان کرنے والے وسوسے بیتاب بنا دیا - دلمیں
کہتی تھی - دوہائی لگا دیئے کیا ہوگیا - جسنے کس بیوفا سے محبت کی کس پر رحم کر
دل دیا - اگر میں ایسا جانتی - تو ہرگز اس بیوفا کو اپنا دل نہ دیتی - جواب خودغرض
نکلا - کہ میرے سوا دوسری عورتوں سے محبت کرنے لگا - ہاں اسکو میری کیا پرواہ

مجھ سے ہزاروں حسین مہ جبین دنیا میں موجود ہیں۔ اف میں نے بڑی
غلطی کھائی۔ اگر میں ایسا جانتی تو ہرگز میں اپنا اچھوتا جوبن اس کے حوالہ نہ
کرتی۔ کیونکہ بے وفائی تو خدا نے معشوقوں اور دلبروں کی گھٹی میں روز
ازل سے ڈالی ہے۔ انکو صرف عاشق کا دل ہی جلانا آتا ہے۔ سوائے
اسکے کچھ جانتے ہی نہیں۔

اب ہماری ہیروین کو کامل یقین ہو گیا۔ کہ سجاد بیشک کسی عورت
سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کی صورت زیبا کا عاشق ہے۔ اسوقت
ہماری میم صاحب نہایت ہی اپنے دل میں شرمندہ اور غمگین ہو رہی
ہے۔ اور دل میں غور کیا کہ ایسے آدمی کی بات کا کیا اعتبار ہے

ہمارا نوجوان میم صاحب کی سراسیمگی کو تاڑ گیا۔ اور اپنی کلام کی مستحکمی
کے واسطے یوں گویا ہوا۔

پیاری میں تمہیں اپنی دل آرام کی تصویر دکھاتا ہوں۔ اجی صاحب آپ اس
کی صورت دیکھو گی۔ تو سب ناز و ادا بھول کر بھچک رہ جاؤ گی میری جان من
وہ کچھ ایسی ویسی عورت نہیں اسکی صورت کا ایک عالم شیدائی ہے۔
جس وقت مصور قدرت نے اپنے ہاتھوں سے اسکی تصویر کھینچی
تھی۔ تو ہر ایک کو دکھا سکتا تھا۔

کھینچے کیا دیکھتے ہی مانی و بہزاد کی شکل
بن گئے تصویر حیرت دونوں نقشہ چھوڑ کر

اچھی میں تم اگر اسکو دیکھو گی۔ تو حیران ہو جاؤ گی۔ طوطے ہاتھوں کے اڑ جائیں گے

کون ہے جو نہیں ہو جاتا ہے عاشق اسکا
کون ہے جو کہ نہیں اسکا شیدائی ہے

میم صاحب۔ رنجیدہ ہو کر ہم سن چکا۔ جھوٹا تعریف۔ یہاں ٹھہرنے
سے کیا فائدہ۔ ہم اب جاتا ہے۔ ہم کو ایک کام ضروری ہے اور ہمارے سر میں درد
بھی ہوتا ہے۔ نہ معلوم کیا وجہ ہے

سجاد حسین۔ کیوں کیوں خیر تو ہے آپ ایسی جلدی کیا ہے آپ اگر میری بات

سے کچھ ناخوش ہوئی ہیں۔ تو میں انکی معافی چاہتا ہوں ۔ اور وہ اپنے الفاظ شوق سے ساتھ واپس لینا چاہتا ہوں ۔
میم صاحب۔ نہیں ہم کیوں آپ کی باتوں سے خفا ہے ۔
اصغر علی نے جاکر سپاہی سے معلوم کیا ۔
اصغر علی۔ خاصہ تیار ہے ۔
سپاہی۔ جی تیار ہے ملاحظہ فرمائیے میز لگا دی ہے
جو جو چیز خلاف قاعدہ ہے تو اسکو درست کر دیجئے ۔
اصغر علی۔ میز پر گلدستہ دیکھکر سپاہی کہا یہ گلدستہ کھایا جائے گا ۔
سپاہی۔ نہیں یہ صرف جی پھول ہیں ۔ صرف میز کی آرائش کے واسطے سجائے گئے ہیں ۔
اصغر علی۔ اچھا تم ایک صاف تولیا میں سنہری چوکھٹ والا آئینہ جو سامنے کمرہ کھڑا سکندر کی طرح چمکار رہا ہے ۔ لے آؤ ۔ میں میم صاحب کو بلا کر کمرہ میں لاتا ہوں ۔ انکے سامنے آئینہ پیش کیا جائیگا ۔
سجاد حسین جس کمرہ میں کھانا چنا گیا تھا آکر ۔ بھئی اصغر علی جلدی کرو ۔ آئینہ کہاں ہے مجھے دو ۔ میں میم صاحب کو دکھا دوں ۔ اور انکو اپنی محبت کی پوری صداقت کرا دوں
اصغر علی۔ لیجئے آئینہ یہ حاضر ہے
ہمارے نوجوان نے میم صاحب کو بلا کر کرسی پر بٹھایا ۔ میم صاحب نے ذرا تولیا میں جو آئینہ پوشیدہ تھا ۔ اسکو اپنے ہاتھ میں لے لیا ۔ اور اسکو جلدی سے کھولکر اس پر سیاہ سیاہ چشم ڈالنا شروع کر دیں ۔ جس سے صاف نمایاں تھا کہ اپنے حسد کی آگ آب رشک سے فرو کرہی تھیں جیسی ہی نگاہ سے کسی کی تصویر کو دیکھا ۔ ذرا ہی آئینہ ہاتھ سے پٹک دیا ۔ اور دونوں سے شرما کر اپنا منہ چھپا لیا ۔
سجاد حسین۔ پیاری سجا طین دیکھا ۔ تم نے میری معشوقہ کو ۔ جان سید میرے محبوبہ کی تصویر ہے جسکی صورت کا ایک عالم گرویدہ ہے

میم صاحبہ - دیکھو بانو! بیہودہ مذاق نہ کرنا - ہمیں یہ دل لگی اچھا معلوم نہیں ہوتا ہے

سجاد حسین - پیاری دلہن بھلا میں نے کون ایسا مذاق کیا ہے جس سے آپ اسقدر آزردہ ہیں - جیسے حقیقت ایک آئینہ ہی تو آپ کو دکھایا ہے -

پیارے ناظرین آپ کچھ سمجھے یا نہیں - اگر آپ نہ سمجھے ہوں - تو لیجئے - ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں - کہ یہ مہ جبین جس وقت آئینہ میں اپنی صورت دیکھتی تھی - تو اسکو اپنی صورت معلوم ہوتی بس یہی ہمارے ہیرو کی معشوقہ ہے - اس نے اور چھیڑنے کو کہہ دیا کیوں صاحب کیسا مزاج ہے

میم صاحب - ہمارا اسوقت دل گھبراتا ہے -

سجاد حسین - کیوں خیر تو ہے

میم صاحب - یہ دل چاہتا ہے کہ خوب چیخیں مار مار کر رو دوں -

سجاد حسین - یہ کیوں -

میم صاحبہ - ہم اپنے دل کی حالت کیا بیان کرے - گاہ امید آکر ہمارے دل کو ڈھارس دیتی ہے - اور کبھی ناامیدی آکر سر نیچا کر دیتی ہے ایک خیال آتا ہے اور ایک جاتا ہے - دل اسوقت بہت ہی گھبرا رہا ہے

سجاد حسین - پیاری دلہن کیوں - نصیب عدو کیسا مزاج ہے -

میم صاحبہ - اے بے وحشت کرنے والا دل کتنی وحشت کر رہا ہے - اور گھبرانے والا جی اکھڑا اکھڑا رہا ہے - نوجوان نے یہ جملہ سنکر مثل برق چمک کر دلہن کو گود میں اٹھا لیا - اور لب نازک کے خوب بھینچ بھینچ کر بوسے لئے اور دوسرے کمرہ میں اٹھا کر لے گیا علیحدہ علیحدہ کرسی پر دونوں بیٹھ گئے - اور اصغر علی نے اپنی کرسی ذرا علیحدہ بچھائی -

میم صاحب - اصغر علی صاحب آپ نے اپنی کرسی کیوں علیحدہ بچھائی -

یہ کہکر خاموش جواب کی منتظر رہی -

ہے۔ اسی سے باعث خرابی کے پیچیدن ہیں۔ حالانکہ تمہاری صحبت مجھ کو کچھ
مضر نہیں ہے۔ اور تمہاری یہ عادت ہے کہ میرا کہنا مانا کیا یعنے اندنوں میری
مطلق سنتے بھی نہیں۔ جو مزاج میں آتا ہے بغیر صلاح و مصلحت
کر بیٹھتے ہو۔

سجاد حسین۔ آخر تم ہی بتاؤ مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔ میری بھلائی کا جو پہلو
نکلے وہ کرنا چاہیئے۔ ہاں آفت تو یہ ہے۔ کہ میرے جو مطلب کا پہلو نکالتا
ہے وہ تم بالکل قطع کر دیتے ہو۔

اصغر علی۔ اچھا میں یہ چاہتا ہوں تمہارا مطلب بھی نکلے اور بدنامی بھی نہ ہو۔

سجاد حسین۔ یعنی خوشی کا باعث ہوگا۔ جو فرمائیے گا بسر و چشم حاضر ہوں
لیکن جلد سی ارشاد فرمائیے۔ ایک دو گھڑی جانا بھی ہے۔ پیارے دوستو
میرے بے چین دلکو میم صاحب کا خیال اور بے چین بنا رہا ہے۔

اصغر علی۔ اسوقت وہاں بالکل نہ جائیے۔ آج عید ہے سب دوستوں سے
ملو۔ بعد فراغت وہاں سے اٹھ کر اپنے مکانکو آجاؤ۔ یہاں آکر مجھ سے
کہنا کہ تمام دوستوں سے ملی۔ اور شام ہوتے ہی بیہودہ گردہ غلغلہ کا بہانہ کر کے
بنگلہ چلا جانا۔ چنانچہ سجاد حسین نے ایسا ہی کیا۔

میم صاحبہ تو چشم براہ تھیں۔ فوراً کرسی سے اٹھ کر نوجوان کے گلے لپٹ
گئیں اور مزاج پرسی کی۔ نوجوان نے بزبان انگریزی ان کا شکریہ ادا کیا۔
اور میم صاحبہ کی بھولی صورت کا نظارہ کرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔ میم صاحبہ
نے ایک دو گیت غزلیں فرمایا۔

میم صاحب۔ پیارے بابو تم نے اتنا دیر کیوں کیا۔ ہم تو بڑی دیر سے
تمہارا انتظار کر رہا ہے

سجاد حسین۔ پیاری دلہن میرے پاؤں باعث ضعف اٹھ نہیں سکتے تھے۔

میم صاحب۔ کیا وجہ۔ سجاد حسین نے کہا جب جسم سے روح جدا ہوتی ہے
تو قالب بے جان رہ جاتا ہے۔ حس و حرکت نہیں کر سکتا پس جان من میری بھی
یہی حالت تھی۔ کہ پاؤں اٹھاتا تھا تو میرے پاؤں اٹھ نہیں سکتے تھے۔

بیگم صاحب۔ ہم اگر تمہاری بات کا یقین بھی کرے۔ تو ہم یہ سوال کرسکتے ہیں۔
کہ تم یہاں تک کیسے پہنچا۔

سجاد حسین۔ آپ کی محبت یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ میں اس کے سوا
کیا کہہ سکتا ہوں۔

بیگم صاحب۔ ڈیر پھر تم کیوں اپنے کو آفت میں پھنستا ہے۔ (کچھ دیر ٹھہر کر)
ڈیر فرینڈ اس وقت تم کو بہت عقلمندی سے کام لینا ہوگا۔ ورنہ ہم سے تم کو
ہمیشہ کے ساتھ جدا ہونا پڑے گا۔ اور ہم سے پھر کچھ ہو نہیں سکتا
ہے۔ کیونکہ ہم ایک شادی والا عورت ہے۔ گو ہمارا صاحب جس کے
ہاتھ ہم نے اپنا آزادی بیچ ڈالا ہے۔ لیکن باین حقوق وہ ہمارے دل کا
مالک و مختار نہیں ہے۔ اب ہم چاہے تو آزادی لے سکتا ہے۔ ہمارے
گورنمنٹ عالیہ نے اپنی عنایت سے یہ عہدہ ہم عورات ناقص العقل کو
عنایت فرمایا ہے۔ لیکن صاحب جو ہماری کچی چٹھی کو سنے گا۔ تو اپنی نظروں
میں ہم کو کتنا ذلیل سمجھے گا۔

سجاد حسین۔ ڈیر سلو۔ قول مرداں جان دارد۔ اگر سنے گا۔ تو تم فارخطی لے سکتی
ہے۔ اور میں جیسا [illegible] عنایت ایزدی کا تم لوگوں سے افضل [illegible] ہوں۔
پھر یوں [illegible] کا [illegible] ہوگا۔ [illegible] میں قوم کا سید ہوں
اور [illegible] دنیا کی [illegible] سے۔ اور میری حالت جہاں تک دیکھے گا۔
آپ لوگوں سے [illegible] پایا جاتا ہے۔ اس ثابت ہوجائے گا۔ وہ جیلہ مفترضہ
ہے۔ کہ اس شہر لندن میں خان صاحب عرف وٹ والے رئیس جو
سب سے عزت اور روپیہ میں زیادہ ہیں۔ وہ میرے عزیز بہت
قریب کے رشتہ دار ہیں۔ تم دیکھ چکے ہیں۔ جو مسٹر ہیگن صاحب سے
[illegible] اس کا [illegible] خود اندازہ ہوجائے گا
بیگم صاحب۔ [illegible] ہے۔ اس سے عجیب
[illegible] ہوتی [illegible] اور [illegible] خود ایک وقت گزرنے کے بعد
کرونگی۔ اور تمہارا امتحان بھی انہیں ایام میں ہوجائے گا۔ صاحب سید

پھر تم تعلیم میں کیوں سستی کیا کرتے ہو۔ اس سے تم کو بڑا نقصان پہنچا ہوگا
تمہیں خود معلوم ہے۔ اگر میں اس سے شکایت شماری کروں۔ اور تم
کر کے اس سے لیے تم بھی گذر کر سکتا ہوں۔ لیکن تحصیل کب حصول معاش
فرض منصبی سمجھتا ہے

سجاد حسین۔ میں نے جب سے تم کو اول اسٹیشن پر دیکھا تھا۔ اسی
دن سے ارادہ مستحکم دل میں کر لیا تھا۔ اول تو یہ ارادہ تھا کہ تمہارے
دل میں جلدی میری محبت کا نقش پڑے۔ اور تم سراپا پیکر حسن کی دیوی
رام ہو۔ دوسری آرزو میری یہ تھی۔ کہ تعلیم میں ایسی کوشش کروں۔
کہ تم ہمیشہ میری تعریف کیا کرو۔ کہ تمہاری دلجمعی کے سامانوں میں کوئی
کمی واقع نہ ہو۔ اور جانفشانی سے محنت کرکے ایم۔ اے کے امتحان
میں سب سے اول رہوں۔ لیکن بڑی خرابی تو یہ ہے۔ کہ میں اگر سکول
جاتا ہوں۔ تو یہ پیاری صورت کہاں دیکھنے کو ملے۔ اور اگر نہ جاؤں تو تعلیم
میں کمی واقع ہوتی ہے۔

میم صاحب۔ اگر ہم تم سے یہاں نہ ملے تو تم کیا کر سکتے ہو۔

سجاد حسین۔ دو ایک گھنٹہ ہی سانس پیر کی خدا نہ کرے۔ کہ تمہاری
پیاری صورت مجھ سے جدا ہو جائے۔ اور میں بول نہ سکوں۔ پیاری دلین
اب تو یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ تم مجھ سے جدا ہو۔ اور میں تمہارے فراق سے
بے تاب رہوں۔ اب تو جینا اپنی قسمت پر چھوڑ دیا ہے۔

میم صاحب۔ بیشک

سجاد حسین۔ شکریہ بالکل سچا سہرا کھولا ہے۔ اور حقیقی گفتگو اس وقت
کی ہے۔ اس میں ایک قسم کی سچائی کا پہلو نکلتا ہے۔ اب پیاری
دلین میں یہ بھی عرض کر لوں۔ کہ اللہ تجھ سے پہلے ہی میں جب آ دلکا
جب تک کچھ ایسی باتیں کرنا چاہیئے۔ کہ حسن کے دو سطح پہ سختیاں جھیلیں
ہیں۔ اور اذیتیں اٹھائی ہیں۔ اور تم جان وارنے کو تیار ہیں۔

میم صاحب۔ کیا تم آج ہمارے پاس نہیں رہے گا۔

سجاد حسین۔ آپ ہی کا کہنا ہے۔ کہ اس قدر میں تم کو عقل سے
کام لینا چاہیئے۔ مجھ کو تو آج کے دن یہ نہ چاہیے کہ میں آدھی
رات تک تمہارا پیچھا کروں۔ اور میرے ہاں میرے دوست
اقارب آئے جاتے ہونگے۔ وہ مجھ کو ضرور بابا سے دریافت کرینگے
اور میری تلاش ہو رہی ہوگی

میم صاحب۔ جب تم کو اتنا اتنا دیر گھر سے جدا رہنا تھا۔ تو پھر
اس قدر پیار کیوں بڑھایا تھا۔ اور اس پیار کی بجائے تمکو مزا ہی کیا مل سکتا ہے

سجاد حسین۔ پیار کا دشمن ہی کیا کہیں ہمیشہ تھوڑا ہی جدا رہا کرتا ہے۔
مزا فرقت کا عجیب ہے۔ کہ جب دل میں کبھی آرزو رہے

میم صاحب۔ دیکھو بابو ہمارا عزت اور جان دونوں تمہارے ہاتھ
میں ہے۔ اور اگر یہ تم کو دے چکا ہے تو اختیار ہے۔ کیونکہ اگر ہمارے
صاحب کو اس راز کا پتہ ہوگا۔ تو ہمکو جان سے مار دیگا۔ پھر ہمکو
کیا لطف زندگی کا ملے گا۔ لہٰذا تم سوا علاوہ وقت سکول دوسری جگہ نہ جایا کرو
اس میں یہ بالکل بھول گئی ہے کہ سکول اور گھر سے جو وقت بچا کرے وہ
میرے ہی ساتھ بسر کیا کرو۔ اب تم تھوڑی دیر میں ہمارے پاس
سے چلا جائیگا۔ اور ہم اکیلا رہ جائینگا۔ شاید تم کو بھی نیند نہ آئے گا۔ اور
ہمکو تو یہ رات کاٹنا پہاڑ ہو جائے گا

سجاد حسین۔ خیر تم اپنے دل میں ذرا غور تو کرو۔ میں تم پر شیدا ہوں۔
یا تم مجھ پر درست مرنے کی بابت

میم صاحب۔ تم نے۔

سجاد حسین۔ خوشامد تم نے کی بابت

میم صاحب۔ چپ ہو کر پیارے سیدے

سجاد حسین۔ اچھا جان دینے کو کون تیار تھا۔

میم صاحب۔ تم۔

سجاد حسین۔ پھر تم خود اندازہ کر سکتی ہو۔ کہ مجھ کو تم سے زیادہ بیتابی ہے

پیاری ہم سے - آج کل میں اب پہلو نکلوں گا .. اور آپ دونوں باقی حصہ
زندگی کا نشاط عیش سے بسر کریں ۔

بیگم صاحب - پیارے بابو جس وقت تمہارے جانے کا نام آتا ہے
تو ہمارے دل میں ایک ہول اٹھتا ہے - اور مجھکو رنج آتا ہے - ہر وقت
تمہاری یاد ہم کو آکر ستاتی ہے ۔

سجاد حسین - انشاءاللہ تعالیٰ صبح ہوتے ہی حاضر خدمت ہو جاؤں گا -
پیاری دلہن میں تم کو اپنا دل دے چکا ہوں - سچ پوچھو تو آنکھ
بیٹھے تمہارا ہی دھیان ہے - مجھ سے جان من - بے مروتی بے وفائی نہ
ہوگی - ملاقات نہ بھی رہی اسکا کچھ اختیار نہیں - مگر آپ کی محبت
نے میرے دل میں گھر اثر کر لیا ہے - یہ جانے کی چیز نہیں ہے - اچھا
میرے پاس آؤ

بیگم صاحب - کیا سچ مچ تم جاتا ہے - بابو تم مجھکو کس پر چھوڑتا ہے -

سجاد حسین - افسوس تو اس بات کا ہے - کہ میں اس وقت سچ کہہ
رہا ہوں - کاش کہ یہ جھوٹ ہوتا - میں ہی تھا - اسے دل مت بھرا -
تو آج کیوں اس قدر ہراسان ہے - ارے دیوانے پھر دو ہی دن آئیں گے
دو چار دن کی بات ہے ۔

بیگم صاحب - دل ڈر لگتا ہے چار پہر تم آج کس وقت بھیجے گا - جلد آنا -

سجاد حسین - پیاری ضرور بضرور آؤں گا - جان سید تم اپنے دل میں گھبرانا
نہیں - میں صبح ہوتے ہی آ جاؤں گا - پیاری مجھکو وہاں کیونکر چین ہوگا -
دیکھئے والد صاحب سے کیسی نپٹتی ہے - وہ کل سے بہت ناخوش ہیں
آج میں بالکل انکے پاس تک نہیں پھٹکا - اگر اجازت ہو تو آپ کو آپ
کے اپنے بنگلہ تک ہمراہ چلنے کی تکلیف دے سکتا ہوں ۔

بیگم صاحب - اچھا ہم خود بھی وہاں تک جاتا ۔

چند قدم ہمارے ترجمان کو بیگم صاحب پہنچا کر واپس آکر اور کر [illegible]
پلنگ پر منہ سر لپیٹ کر پڑ رہیں - مگر دل کی الجھن شب بھر چین پر چھوڑتی تھی

کئی بار کروٹیں لیں۔ لیکن بے چین کرنے والے دل نے کب چین کرنے دیا
بے قرار دل نے تو وہ شعلہ اٹھایا تھا کہ یہ سینہ پکڑ کر رہ جاتی تھی۔ ادھر
ادھر کے خیال آکر خلل ہونے لگے۔ ہائے کیسا تڑپتا ہوا دل ایسا تھوڑا ہی تھا۔ کہ وہ اسے
چین پر چھوڑتا۔ جدائی نے اور عشق نے دل بیقرار کو گھیر لیا ہے۔ کہ معاذ اللہ
ذرا غافل ہوئی۔ اور جھٹ چونک پڑی۔ گویا کوئی کان میں کہتا ہے۔ پیاری کامنی
کیا تم سوتی ہو۔ یہ اٹھکر کمرہ کے چاروں طرف تکتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ پیارے
یار تم کہاں ہو۔ اف ہمارا تو تمہاری جدائی میں دم نکلا جاتا ہے۔ کاش خدا نے
ہمکو تمہاری محبت کا قیدی نہ بنایا ہوتا۔ تو اچھا تھا۔ پیارے ہمارا یہ کیوں
حال ہوتا۔ جگر کی جلن کیسی تڑپاتی ہے۔ اسے ہی نیند تو آج
حرام ہو گئی۔ اور کوسوں مجھ سے بھاگتی ہے۔ ہائے اللہ میں کیا کروں۔
اف یہ میرے دل کو کیا ہو گیا۔ پلنگ سے اٹھکر اچھا میں ذرا ستار
ہی سے دل بہلاؤں۔

اف یہ عشق کیسی بری بلا ہے۔ اس نے ہمارے نوجوان بیگم صاحب
کو کیسے بے تاب کر دیا۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ اس کا دل پہلو سے نکل گیا۔
نہیں اسکو بے تاب کرنے والے دل نے بے تاب کر دیا۔
اب ہماری بیگم صاحبہ نے ستار اٹھا کر اور یہ غزل گوہر کی خوش لہجہ کے
ساتھ گانی شروع کی

غزل

رقیبوں میں گر اسکو دیکھ پاتے اپنی آنکھوں سے
تو دریا آنسوؤں کا ہم بہاتے اپنی آنکھوں سے
یقین آئے نہ آئے ان کے میرا حال قاصد سے
کسی کی صورت وہ دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے
نہ کرتے بات وہ کچھ دیکھ ہی لیتے ذرا ہمکو
ہم اپنا حال دل انکو جتاتے اپنی آنکھوں سے
کہیں سے ہاتھ آجاتی اگر تصویر دلبر کی

تو سینہ پر رکھتے اور لگاتے اپنی آنکھوں سے
نہ تھی پروا، دنیا کی نظروں سے میں گر جاتا
مگر ہاں اک نہ سمجھ کو گرتے اپنی آنکھوں سے
خیال آتا ہے ناصح کہیں عاشق نہ ہو جائے
وگرنہ ہم اسے انکو دکھاتے اپنی آنکھوں سے
نہ ہوتیں شیفتہ گر دیکھ کر حسن بت کافر
تو کیوں صدمے یہ صدمے اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
اگر خاک در جاناں ہمارے ہاتھ آ جاتی
متبرک جانکر اسکو لگاتے اپنی آنکھوں سے
اگر آنکھیں لڑاتے ہم سے وہ جزتی چشم اے گوہر
تماشا پتلیوں کا ہم دکھاتے ہم اپنی آنکھوں سے

تیسرے شعر کو کئی کئی بار ادا کیا - اور اپنے حسب حال اس کا مطلب سمجھ کر بیتاب ہو گئی - ستار ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئی - اور بیہوش ہو گئی

پانچواں باب

اچھا صاحب کے ہاں آجکل جانا کیوں لیا ہے

اتنی نفرت انہیں کیوں ہو گئی ہم سے گوہر — تیوریاں دیکھتے ہی ہمکو چڑھا لیتے ہیں

نظیر باغ کے شمالی رخ پر ایک دیوان خانہ پختہ عمارت سے کسی ستھرے خوش قلعی کے ہاتھوں کا بنا ہوا اسوقت اپنی خوبصورتی پر ناز کر رہا ہے شب کے کوئی نو بجے ہونگے چاندنی رات اپنا انوکھا جلوہ دکھا رہی ہے - چمن میں چوکیوں کا فرش بچھا ہوا ہے - اسپر سفید چاندنی بچھی ہوئی اپنا انوکھا جلوہ دکھا رہی ہے - اسپر چند معزز و مدبر شخص بیٹھے ہیں - اور کچھ ہمارے نوجوان کے حال قال کا تذکرہ ہو رہا ہے - اتنے میں ایک شخص آیا - اور سلام کر کے کرسی پر بیٹھ گیا -

پدر نوجوان - (غصہ سے) اب آپ کی آوارہ گردیوں نے خوب پاؤں پھیلائے

ہیں۔ ہم نے ہر چند چاہا۔ کہ تم لوگ اپنی خود اصلاح کرو مگر یہ غیر ممکن ہوا۔
تم لوگوں نے مجبور کر دیا۔ ہم بطور خود اسکا انتظام کرینگے۔ جناب حکیم صاحب
ملاحظہ فرمایئے۔ عید کا دن ہے۔ اور مرزا صاحب کا اسوقت تک گھر
میں آنا نہیں ہوا۔

حکیم صاحب۔ ارے صاحب آجکل کے نوجوان کا یہی حال ہے۔

پدر نوجوان۔ بھئی ہماری تو بڑی مصیبت میں آنکھ ہے۔

حکیم صاحب۔ آخر کہاں بھٹکتے؟ ڈھونڈھ کرے آئیں۔

پدر نوجوان۔ ارے صاحب آوارہ گردوں کا بھی کہیں پتہ ہوتا ہے۔ جہاں کا
ہوتا۔ کہیں دوست احبابوں میں پڑے پھرتے ہوں گے۔ ان کے
دوست بھی یہ میاں اصغر علی صاحب ہیں۔ ان سے دریافت کیجیے۔

اصغر علی۔ اس مجھے معلوم ہے۔ بابو عنایت رسول صاحب کے پاس قلعہ
میں تشریف لے گئے ہیں۔

پدر نوجوان۔ فقرہ تو سب لوگوں کے پاس بنا طیار رہتا ہے۔ اصغر علی ان
لفظوں کو سنکر بے قرار ہو گیا۔ اور اپنا سر جھکا لیا۔ اتنے میں ہم دیکھتے ہیں کہ
پسر نوجوان سامنے سے چلا آتا ہے۔ اسکے دل کی خوشی مسکرانا اس کا
ظاہر کر رہا ہے۔ اسکے دل کا بھید کہنے کو تیار ہو رہی ہے۔
تلخیٔ گردش نے اسکی آوارگی کو ثابت کر دیا۔ پدر کے سامنے آکر مسکرا کا
کر آگے بڑھکر ایک مقررہ سلام کیا اور تکیہ پر بیٹھ گیا۔

پدر نوجوان۔ آج اسوقت تک آپ کہاں تشریف فرما رہے۔

نوجوان۔ بنا غیبتی ہوئی آوارہ ہے۔ آج تمام دن عید گاہ میں گزر گیا۔ بدین
وجہ حضور کے سامنے بھی نہیں آیا۔ اس وقت حضور بابشاہ کا
موقع حاصل ہوا۔

پدر نوجوان۔ نہیں بیٹے۔ مگر تم نے اس وقت اس حکیم صاحب کی کیسے
دلجوئی کی ہے

اصغر علی۔ خاموش۔

شعر روزمی

بلبل کی زندگی گل و گلزار دیکھنا
اور میری زندگی تیرا دیدار دیکھنا

لہٰذا عرض کرتا ہوں۔ کہ حضور آپ کو کسی موذی نے جھوٹی سچی سنائی۔
انہوں نے طرف سے باتیں گڑھ گڑھ کر اصغر علی صاحب سے کہہ سنائیں۔ کہ جو لوگوں
پر خفگی کا باعث ہوئیں۔ جو شکایت آپ تک پہنچی ہے آپ اس کی خود
تحقیقات فرمالیجئے۔ اور اگر انصاف اور قانون ہمکو مجرم قرار دے تو ہم دونو صاحب
خوشی سے اسکی پاداش بھگتنے کو تیار ہیں۔

پدر نوجوان۔ اچھا صاحب کے ہاں آجکل کیوں جانا لیا ہے۔

نوجوان۔ بابا کیا وکیل یہ وضع بالکل حقیقت آدمی تھوڑا ہی ہیں۔ جو عالم و تنت
کے ہم قوم تین سو روپیہ ماہواری کے ملازم علاوہ ازیں ان سے انگریزی
میں آجکل سیکھا کرتا ہوں۔

پدر نوجوان۔ آجکل وہ تو دورہ میں رہا کرتا ہے البتہ چھٹے ساتویں دن بنگلہ پر
آجاتا ہے۔ ہمکو سب کچھ معلوم ہے۔

نوجوان۔ فرض کیجئے اگر صاحب تشریف بھی نہیں رکھتے ہیں۔ تو میم صاحبہ
خود اتنی لیاقت ہے۔ کہ مجھکو تین سال انگریزی پڑھا سکتی ہیں۔ اور
کچھ انگلش پیش نہ ہوگا۔ وہ بہت ہی اخلاق کے ساتھ پیش آیا کریں۔
پھر میں کیوں نہ جاؤں۔ یہ کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ پھر جیسے ہم
تعلیم و تعلم ہو رہا ہے۔

پدر نوجوان۔ (جھنجھلا کر) بس خاموش۔ ہم آج سے یہ سمجھیں۔ کہ تم ہوا لو
سمجھے ورنہ بہت برا ہوگا۔

ہمارا نوجوان یہ سنکر مغموم ہوگیا۔ اور اندر زنانہ مکان کے اٹھکر چلا گیا
اصغر علی صاحب نے سکا دیئے پاؤں گھر کی راہ لی۔

چھٹا باب

اے پھر میں کیا کروں

جدائی میں کسی رشک پری کے حال میرا ہے ابتر ابتدا سے

عصر کا وقت ہے۔ آسمان پر ابر دل مضطر کی طرح اُڈ اُڈ کر آ رہا ہے۔ باغ میں بہار ہے گل کھل رہا ہے۔ اور بھینی بھینی خوشبو سے نسیم حسین پھولوں کو لپٹ رہی ہے۔ چمن باغ کے کنارہ پر سرو اُڈ اُڈ کر قد جانان کی خبر لے رہے ہیں۔ نرگس دیدہ نگاہوں سے کسی کے جمال زیبا فریب کو پنجوں اچکا اچکا کر جھانک رہی ہے۔ لیکن وہ اب نظروں سے اوجھل ہے کہ جس کی جدائی نظر نہیں آتا۔ سوسن کے دل پر غم کی گھٹا چھائی ہے۔ لالہ کو کسی کے داغ جدائی نے بیتاب بنا رکھا ہے۔ یاسمن اپنی بھینی بھینی خوشبو سے کسی مشام جان کو تازگی دے رہی ہے۔ باد صبا ہے کہ اٹکھیلیاں کرتی ہوئی آتی ہے اور کسی پیارے پیارے رخساروں کے بوسے لیتی جاتی دکھائی پڑتی ہے نازک گل تو غضب ہی کا نکھار لئے اپنے گورے گورے ہاتھوں سے سنوارا ہے چمن میں باغبان قدرت نے رنگا رنگ کے گل کھلائے ہیں۔ کہ جنکو لوگ دیکھ کر دنگ ہو جاتا ہے ہر روش پر گملے برابر رکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جن کی صنعت گری پر صانع کو ناز ہے۔ چھوٹے چھوٹے پودے بڑھنے والے اُگے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اپنا اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔ سامنے ایک بنگلہ کسی مشوقین کی بہار کو یاد دلا رہا ہے جسمیں اسوقت ہم گئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کمرہ کی آرائش تو اور سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے۔

جہاں آئینہ قد آدم صدہا کمرے سکندر کی روح کو شرما رہے ہیں درمیان ایک پری جبین لیڈی سی کو کوچ بکس پر بیٹھے ہوئے دل سے باتیں کرتا ہم پاتے ہیں۔

ہائے کچھ ایسی ہوا زمانہ میں چلی ہے کہ جسکو دیکھو خود مطلب خود غرض

ہے۔ پھر ان نامحرموں سے کیونکر ملاپ ہو سکتا ہے۔ میرے تو دل کا یہ عالم ہے۔ مگر اس بے دینا کو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ہائے اللہ پھر میں کیا کروں۔ (پلنگ سے اٹھ کر ٹہلن) کیا بلا ہے۔ ارے کمبخت تمہارے حواس درست کر دیکھ تو عالم میں کیا ہو رہا ہے۔ یا تیرا ہی دنیا سے انوکھا حال ہے۔ اف مجھے تو تمام عالم تیرہ و تار معلوم ہونے لگا۔ نہیں معلوم مجھ کو کیا ہو گیا۔

آیا۔ دلہن میں آئی میم صاحب! بیٹھئے نا۔ بہت شام ہو گئی۔ آپ تو اتنی کبھی سویا نہیں کرتی تھیں۔

میم صاحب۔ آیا آج ہماری طبیعت بہت ناساز ہے۔

آیا۔ ہے ہے دشمنوں کی طبیعت کو کیا ہو گیا ہے۔

میم صاحب۔ ہمارا دل بہت گھبراتا ہے۔

آیا۔ اے ہے کیوں حضور کا دل گھبرانے لگا۔ کیوں صاحب کیا آپ کے پاس وہ چھبیلے نہیں آیا کرتے ہیں جو آپ سے سبق پڑھا کرتے ہیں۔

میم صاحب۔ (چپ ہو کر) نہیں آیا کیوں نہیں کرتے ہیں۔

آیا۔ اچھی مارکس کی سیر کیجئے دل بہل جائے گا۔

میم صاحب۔ نہیں ہمارا دل سیر کو بالکل نہیں چاہتا ہے۔ ہم سیر کیا کریں ہمارا تو دل قابو سے نکل گیا ہے۔

آیا۔ میم صاحب دل بہلانے کی میں ایک صورت نکالتی ہوں۔

میم صاحب۔ وہ کیا۔

آیا۔ وہ یہ کہ آپ اسوقت کرکٹ کھیلنے چلیں۔ آپکا دل وہاں ضرور بہلے گا۔

میم صاحب۔ ہیں۔ ہم بالکل نہیں کھیلیگا۔ تم خود اندازہ کر سکتی ہو کہ صاحب کی جدائی ہمیں کتنی شاق گذر رہی ہے۔ اور ہمارا دل گھبرانے والا ہمکو بے چین کر رہا ہے۔ ہمکو نہیں معلوم کہ ہمارے دل کو کیا ہو گیا ہے۔

آیا۔ آپ گھبرائیے نہیں۔ خدا کو منظور ہے تو وہ دو ایک روز میں تشریف لے آئیں گے۔ آپکا دل اسقدر گھبراتا تھا تو صاحب کے ہمراہ کیوں نہ تشریف لے گئیں۔

میم صاحب۔ ہمارا خوشی اسمیں کیا کچھ صاحب کا زور ہے۔
آیا۔ اچھا اسقدر گھبراتی کیوں ہیں۔ کیا کوئی عورت اکیلی نہیں رہتی ہے
جو آپ کا یہ عالم ہو رہا ہے۔
میم صاحب۔ ہاں ہمارا اب دل گھبرتا ہے اسکو ہم کیا کرے۔
آیا۔ مجھکو اپنے دل بہلانے کی کوئی صورت بتلایئے تاکہ میں وہ تدبیر کروں
جس سے حضور کا دل بہلا رہے۔
میم صاحب۔ ہم تمکو کیا تدبیر بتائے۔ ہمارا دل پہلو سے کوئی نکالکر لے گیا
ہے۔ اب ہم بہتیرا اسکو ڈھونڈا کیا۔ مگر اس کا پہلو کوئی پتہ نہیں ملتا۔
پھر تم ہی کہو ہم کیا کر سکتا ہے۔
آیا۔ ایک چلتی ہوئی عورت تھی۔ فوراً تاڑ گئی۔ کہ اسکو ضرور کسی کا ایرشیو ہے
جس کے باعث سے یہ حال ہو رہا ہے۔
آیا۔ میم صاحب اصل حال چھپانے سے تو کوئی مطلب برآری نہیں ہو سکتا
ہے۔ البتہ اگر حضور اپنے دلی حالات مجھہ پر منکشف فرما دیں۔ تو ضرور کچھ
کامیابی کا پہلو نکل سکتا ہے۔
دلہن نے کچھ جواب نہ دیا۔ خاموش آیا کے منہ کو تکتی رہی۔
آیا۔ میم صاحب کچھ تو فرمایئے کہ حضور کے دلپر کیا گذرتی ہے
میم صاحب۔ (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) ول آیا ہم کیا اپنا حال تم کو
بتائے۔ ہمارا دل تو ایک نوجوان لے گیا۔ ہمکو تم سے کہتے ہوئے شرم آتا ہے
آیا۔ میم صاحب اسمیں کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ دل سے انگریز اور ہندوستانی
سب مجبور ہیں۔ کوئی ہندوستان پر خصوصیت نہیں ہے۔ ذرا میں
تو سنوں۔ کون ظالم آپ کا انمول دل لیگیا۔
میم صاحب۔ پیاری آیا ہم کیا بتا سکتا ہے۔ وہ بابو جو ہمارے پاس
پڑھنے آیا کرتا ہے۔ اسکی پیاری صورت نے ہمارے دلپر ایک پہاڑ ڈھا دیا ہے
کوئی صورت اگر تم سے نکل سکے تو نکالو۔ ورنہ ہم دنیا سے چلا۔ ہمارا
صاحب اگر خبر ہوتا ہے تھکا۔ تو جانے کتنا رنج اسکو پہنچے۔ ہم نہیں کہہ سکتا

کہ بابو کی صورت کو کوسنے لال لگے ہیں۔ جس نے اپنی جھلک سے ہمارے حواس کھو دیئے۔ اگر ہم یہ جانتا تو بابو کو ہرگز اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیتا۔ پر اب اسکی صورت اگر ایک منٹ ہمارے دم سے جدا ہوتی ہے۔ تو ہمارے ہوش خطا ہو جاتے ہیں۔ پیاری آیا ہم کیا کرے تم ہم کو کوئی صورت نکالو۔

آیا۔ میم صاحب میرے ہوش اڑے جاتے ہیں۔ آپکی حالت دیکھکر اگر آپ کے دشمنوں کا یہی حال رہیگا۔ تو بہت برا ہوگا۔

میم صاحب۔ ہم اسواسطے تو تم سے چھپاتا تھا۔ کہ ہمارا حال قابل عفو ہے۔ اگر تم سے کوئی علاج ہمارا ہو سکے تو کرو۔ ورنہ ہم نے تو اپنی حالت خدا پر چھوڑ دیا ہے۔

آیا۔ میری اچھی میم صاحب میں آپ کے واسطے جاؤں۔ میں تو ہر طرح آپ کی فرمانبردار و خدمت گذار ہوں۔

میم صاحب۔ اچھا تو تم کوئی صورت نکالو تا کہ جس سے میرے بیتاب دل کو تسکین آئے۔

آیا۔ جی ہاں۔ کوئی شکل آپ کے محبوب کے ملنے کی نکالتی ہوں۔ آپ گھبرایئے نہیں دیکھئے۔ پر وہ طبیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اسپلنس دشہزادہ کا) انسان کا جیسا دل قابو سے باہر ہوتا ہے۔ تو یہی عام ہوتا ہے۔ میری منت ہے آپ اپنی حالت کو سنبھالئے۔ کیونکہ آپ کے دشمنوں کی اگر صاحب اطلاع کریں گے۔ تو ضرور انکو اشارہ ہو جاوے گا۔ کہ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے۔

میم صاحب۔ میری بیقراری کا تھرمامیٹر سو درجہ سے تجاوز کر گیا ہے۔ میں کیا کروں۔ میری لائف زندگی کا اب خاتمہ ہے۔

آیا۔ اے میم صاحب آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ خدا نہ کرے

میم صاحب۔ ہم کیا کرے ہمارا دل قابو میں نہیں ہے۔ کیونکہ باقی حصہ ہم اپنی زندگی کا کس مشکل سے گذرے گا۔ ہم کو کسی کا گریف رحم کھائے

جاتا ہے۔

آیا۔ میم صاحب ذرا صبر کیجئے۔ اسقدر بیتاب ہونا کس نے مانا۔ اگر اسکا وصل آپکے
نصیب میں بدا ہے۔ تو ضرور ہو کر رہیگا۔

میم صاحب۔ پیاری آیا۔ مجھے خدا کی قسم۔ جو یہ راز کسی پر منکشف کرے
ایک نوٹ جیب سے نکالکر دیتی ہے۔

آیا۔ اے میم صاحب میں ایسی دیوانی تھوڑا ہی ہوں۔ گو ہم ہندوستانی
آدمی ہیں۔ تاہم ہماری بات جان کے ساتھ ہے۔ اور قول زبان کا ایسا
کہ اگر کوئی سر گردن سے جدا کرے تب بھی بھید کا ایک نقطہ زبان پر
نہ آئے گے۔

میم صاحب۔ خیر اب میری زندگی کا دار و مدار تمہارے ہی اوپر ہے۔

آیا۔ میم صاحب اب میں جاتی ہوں۔ کچھ کام کاج دیکھوں۔ پھر حاضر خدمت
ہو کر شرف حاصل کرونگی۔ آیا تو اٹھ کر چلی گئی۔ اور میم صاحب اکیلی بنگلہ
میں رہ گئیں۔ دل گھبرانے لگا۔ اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگیں۔ چمن کی
آرائش سے دل کو بہلانے لگیں۔ شروع گرمی کا موسم چنبیلی کا کھلنا۔ بیلے
کا پھولنا۔ سوسن کے لب رنگین۔ پپیہے کی دھڑی کا جھپنا۔ گل خورشید کی
بھینی بھینی خوشبو آنا۔ گل داؤدی کا کھلنا۔ ہر قسم کی کلیوں کا شگفتہ
ہونا۔ چمن کو ایک رونق دے رہے

پارک پر تو اس وقت غضب کا نرالا جوبن چھایا ہوا ہے۔ ہر روش
کو گویا مالیان قدرت نے سنوار کر عروسی لباس پہنا دیا ہے۔ چمن اس
وقت کیا ہے۔ گویا دلہن بنا ہوا ہے۔

میم صاحبہ اس پر لطف منظر سے اپنی آنکھیں سینکتی رہیں
اور اپنے دل کو چمن کی آرائش دکھا کر بہلا رہی ہے لیکن یہ بہلانا بہلانا
مفت ہے کب چمن چھوڑتا ہے۔ کسی کی یاد آ کر ایسے چمن بنانے لگی
وقت وا ہے کا نعرہ زبان پر آنے لگا۔ اور طبیعت بگڑنے لگی۔ دل کی
جلن کچھ ایسی بڑھی کہ چمن کی رونق بھی خار ہو کر ان نگاہوں میں کھٹکنے

تھی۔ کیونکہ جب انسان کا دل قابو سے نکل جاتا ہے۔ تو اس کا جی کسی جگہ
نہیں بہلتا۔ اور اس کو بہار چمن بھی سوہان روح معلوم ہوتی ہے۔ جو چمن انسان
کی آنکھوں میں تازگی پہنچاتی ہے۔ ہزار دل کو بہلایا۔ مگر دل کہیں بہلنے
والا تھا۔ جو اس کے بہلائے بہلتا۔ آخر مجبور ہو کر پلنگ پر گر پڑی۔
اور چند منٹ خاموش پڑی رہی۔ پھر کود اچھل کر ہائے ڈیئر بابو تم
کہاں ہو۔ جواب نہ ملنے سے اور متردد ہو کر۔ ہائے افسوس وہ کہاں۔ یہ
صرف میرا خیال ہی خیال مجھ کو آرزو دلا رہا ہے۔ کہ وہ آ گئے۔ کہاں۔
اف ظالم کیا بلا ہو گئی۔ میرا تو دل نکلا جاتا ہے۔ افسوس اگر مجھ کو یہ معلوم
ہوتا۔ تو میں کبھی بابو کو نہ دیکھتی۔ اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتی۔ پر مجھے کیا خبر
تھی۔ کہ وہ میرے دل پر ایسے ستم ڈھائیگا۔ ہائے میری جوانی ڈیئر کیا یونہی
پائمال ہو گئی۔ اور اس دنیا سے میں یہ ارمان لے چلی۔ مجھ کو کچھ عیش و عشرت
بھی نہ ملا۔ اف کیسا ناکام چلی۔ اب میرا چرچا تمام دنیا میں اڑے گا
سے ہے جبکہ لوگ سب ذلیل سمجھیں گے۔ نہیں میں اس وقت تک
زندہ ہی نہ رہوں گی۔ کہ مجھ کو لوگ حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ اگر میرا کہا
چھپتا آیا ہے کسی دوسرے شخص کے سامنے دہرا دیا۔ تو میں کیا کرونگی
نہیں وہ ایسی مجبور ہی عورت نہیں ہے۔ ضرور اس کام میں عقل سے
کام لیگی۔ اور پھر اگر اس نے کہہ بھی دیا۔ تو کیا کریگی۔ میں اس وقت
دنیا سے روح پوش ہو جاؤنگی۔ اور کسی کی بری بھلی باتیں سننے کی عادی
نہیں ہوں۔ کیونکہ میں آئے دن کی ناولوں میں دیکھا۔ کہ سینکڑوں عورتوں
نے اپنے کو دنیا سے مٹا دیا۔ اور بدنامی کو ترجیح نہ دی

میم صاحب نے کسی کی جدائی میں روتے روتے برا حال کر لیا
ہے۔ افسوس یہ عشق بھی بری بلا ہے۔ جہاں اس نے ذرا کسی سے
تپاک لیا۔ بس اس کی جان کے لینے کے درپے پڑ گئے۔ یہ وہ خراب ہے
جس نے فرہاد کی جان اور شیریں کو اسی محبت میں ہلاک کر دیا۔ مجنوں کو
کس کی صورت نے پہلے اپنایا۔ وہ عشق میں پھنسا! میرے معشوق کی

زمانے نے مجھ سے جدا کر دیا۔ تم کو دشمن کے پنجۂ ظلم میں گرا دیا۔ غرض کسی کی مرادوں پر سحاب ستم کی چھڑائی ہے۔ کوئی اسی کے باعث غمگین رہا کرتا ہے۔ پھر کیوں کر اسی دیوانی بچہ کو یہ وصل سے شاد کام ہونے دونگیا۔ ناحق بچہ کو امید واثق ہے۔

ہمارے ہیرو کی اسی ادھیڑ پن میں آنکھ لگ گئی۔ پھر کیا تھا۔ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

ساتواں باب

امی جان میرا کیا قصور ہے

یہ دل مجھ سے لڑتا ہے۔ اسکی طرف سے کہاں کا طرفدار پیدا ہوا ہے اسوقت تک تھوڑا سا دن باقی ہوگا۔ گرمیوں کی دھوپ کوٹھوں اور بلند عمارتوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر سورج کے غروب ہونے کا تماشا دیکھ رہی ہے۔ خورشید کا چہرہ اترا چلا ہے۔ اور ضعف کے باعث چہرہ نڈھال ہو گیا ہے۔

سجاد حسین۔ آپ دیکھتے ہیں۔ والد صاحب کے ناجائز برتاؤ کو خواہ مخواہ میری خرابی کے درپے ہیں۔ ایسے ایسے حکم نافذ فرماتے ہیں۔ کہ جو مجھ سے انجام نہ پہنچ سکیں۔ جو آج میم صاحب تشریف لائی تھیں۔ انکے صاحب کے جا بیجا غلطی منع کرتے ہیں۔ اور صاحب سے میرا بہت دوستانہ ہے میں وہاں جاتا ہوں۔ تو جو کام ہوتا ہے وہ مجھے کہلا بھیجتے ہیں۔ میں اس کو انجام دیتا ہوں۔ نیز صاحب سے میں سبق بھی پڑھا کرتا ہوں۔ امی وہ ایک معقول آدمی ہیں۔ علاوہ ازیں مجھ کو ان لوگوں سے رسم بڑھانا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں سے مل کر اور کوئی نوکری کی صورت نکالوں گا۔ انشاءاللہ تعالے کوئی دن میں معقول عہدہ حاصل کر لوں گا۔ آپ تو نوکری چھوڑ کر امارت کر رہی ہو بیٹھے۔ اب ہم سے بھی فقیری کرانا چاہتے ہیں۔

آتا۔ کوئی تاکید حد کرے۔ مگر تم وہی سمجھے جاؤ گی۔ مرغ کی ایک ٹانگ۔

پدر نوجوان۔ بس اب معاف کیجئے۔ آئندہ کو ہمارے معاملہ میں دخل در معقولات نہ کیا کرو۔ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔ آجکل اس کے اطوار بالکل خراب ہیں۔ اسکا بندوبست کرنا لازمی امر سمجھا گیا ہے۔

مادر نوجوان۔ ارے ہے میرے بچے کے پیچھے تم کیوں ہاتھ دھو کر پڑے ہو۔ دو بار ایسے اطوار نہیں ہیں۔ کہنے والوں کے ننگ ہونا۔ ارے سب کیا دنیا میں لہو سفید ہو گیا ہے۔

پدر نوجوان۔ تم کیا معلوم گھر میں بیٹھی بیٹھی باتیں کرتی ہو۔

مادر نوجوان۔ ارے مجھے تو ایک بات کی دوش لگ جاتی ہے

تصور۔ اے امی تو تمہیں چپ ہو جاؤ۔ نگوڑی ماری باتیں کیا ہوئیں۔ مفت میں بیٹھے بیٹھائے لڑائی ہو گئی۔

مادر نوجوان۔ (غصہ ہو کر) مجھے کیا ہی کہتا۔ تو چپ رہو۔ بڑی آئی ہے۔ بڑوں کے بیچ میں بولنے والی۔

تصور۔ (شرما کر) اے تو امی میرا کیا قصور ہے۔

پدر نوجوان۔ کیوں اس نے کیا کیا ہے۔ جو تم اسکو ڈانٹتی ہو۔ خواہ مخواہ لوگوں کے سر ہوتی ہو۔

مادر نوجوان بس تو چپ رہو۔ میں اپنے حواس میں اس وقت نہیں ہوں۔ ارے کیا دنیا کا لہو سفید ہو گیا میرے بچہ کو ذرا ماننا نہیں ہے اسکے جب دیکھو تیور میلے ہوتے ہیں۔ خدا بچائے کسی کا ایسا خیال ہو۔

پدر نوجوان تو اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اور نوجوان کی ماں نے نوجوان کی خوب دلجوئی کی۔ ماں کی میٹھی میٹھی باتوں نے نوجوان کو خوش کر دیا۔ اس نے منہ کر منہ ہاتھ دھویا۔ اور کھانا کھایا۔

ادھر غلام نے اپنی زخمی شکل دکھانا شروع کی۔ آفتاب دن بھر کا تھکا ہوا تھا مغربی پلنگ پر جا کر آرام کیا اور مہتاب نے مشرقی سمت سے منہ دکھانا شروع کیا ادھر نوجوان پلنگ پر جا لیٹا اور اسی خیال میں محو ہو گیا۔

آٹھواں باب

مجھکو معلوم نہیں

یہاں تڑپتے ہم رہے اور وہاں تڑپایا اُسے + ایک تیر عشق ہے اور دو جگر کے پار ہے

آج کا دوسرا دن ہے۔ ہمارا نوجوان رات بھر کروٹیں بدلتے بدلتے اُٹھ گیا۔ نہایت پژمردہ حالت میں بستر بے چینی سے اٹھا اور منہ ہاتھ دھو کر کپڑے وغیرہ سے آراستہ ہو کر بڑے شوق کے ساتھ بیرسٹر صاحب کے بنگلہ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن پدر نوجوان نے بلا کر کہا کہ تم صبح صبح کہاں جاتے ہو۔

نوجوان۔ اس وقت میں مولوی محمد علی صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ کل ان سے ملنے گیا تھا۔ مگر حسن اتفاق سے وہ کہیں تشریف لے گئے تھے اسوجہ سے ملاقات نہ ہوئی۔ نیز بابو بشیر احمد کے پاس بھی جاؤں گا۔

پدر نوجوان۔ اس وقت جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں بیٹھو اور جس وقت ہم کہیں نہ جائیں تم بھی یہاں سے جنبش نہ کرو۔

نوجوان۔ بہت اچھا۔ لیکن تنہا میں اور عرض کرتا ہوں۔ کہ آج صبح سے مجھ پر یہ عتاب کیوں نازل ہے۔

پدر نوجوان۔ ہمکو خوب تمہاری تمام ناجائز کارروائیوں کی خبر ہو گئی ہے

ہمارا نوجوان سہمی آواز سُنکر خاموش ہو گیا۔ اور کسی کا آنے والا خیال سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور نہ معلوم اس نے کیوں اسکو ایسا بحر غم میں متغرق کر دیا۔ کہ اسکو اپنے تن بدن کی ہوش نہ رہی۔

پدر نوجوان۔ تم کو حضرت نیوٹن صاحب یاد ہے۔

نوجوان۔ جی نہیں۔

پدر نوجوان۔ تو اریخ یاد ہے۔

نوجوان - جی نہیں -

پیر - نوجوان - پھر تم [illegible] ہے -

نوجوان - مجھ کو نہیں معلوم -

پیر نوجوان نے اس جواب نامعقول وغیرہ پر نوجوان کے چند ضربات بید اس کے جسم نازنین پر اس بیدردی سے لگائیں - کہ اس کی مایوسی پر اسکا استقلال پہنچا آنکھ آنکھ آنسو رو یا - مگر نوجوان نے اف تک زبان سے نہ کی - خیال بدستور بیٹھا رہا جسم کو حرکت تک نہ دی لیکن بعد گذرنے دو منٹ کے نہ معلوم کیا خیال آیا - کہ زار زار مثل ابر نوبہار آنسوؤں کی جھڑی اپنا جسم شیلا سے لگائی - بعد چندے خاموش ہو رہا -

ہمارا نوجوان اس وقت عجیب حالت میں بیٹھا ہے ادھر زہر غم اس کے کھانے کا وقت گذر گیا - اسکی پریشانی کا خیال دلکو سیماب پر فوقیت دلا رہا ہے - اور کسی کی صورت کا پیارا پیارا فوٹو نظروں میں کھب گیا افسوس اسکی رات بسر آنکھ بھی بس اس دا بید میں کٹی رہی تھیں - مگر صبح ہوتے ہی ہجر نے کیسی ڈراونی شکل دکھائی -

اسوقت جو نوجوان کے دل پر گذر رہا ہے - اسکا خدا ہی شاہد ہے وہ حالت ہرگز قابل تعریف نہیں -

بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑا - اس کی پیاری ماں شمالی کمرہ میں ہوکر اس کے پاس آئی - تو اسکو بیہوش دیکھ کر گھبرائی - مگر منہ سے کچھ نہ کہا بحر غم میں چند منٹ مستغرق رہ کر یوں گویا ہوئی -

مادر نوجوان - اے بیٹا سجاد کیسی طبیعت ہے - ذرا منہ سے تو بولو تقیب دشمنان کیا مزاج ہے -

سجاد حسین ہوشیار ہوکر - امی جان بابا کی بید اب چلنے سے تجاوز کر گئی ہے (اور جسم کے نیل دکھا کر) آج انہوں نے چند ضربات بید قمچی سے لگائے میں نہیں کہہ سکتا - کہ میری جانب سے کس بات کا رنج ان کے دل میں بیٹھا دیا ہے - مگر انہوں نے جو یہ ظلم پر کمر باندھا ہے تو میری زندگی سے

ناحق نہ اٹھا دل گیا - اور بعد کو وہ بھی پچھتائیں گے -

مادر نوجوان - بیٹا برے بندے کو خدا کو سونپ دیا کرتے ہیں -

تصور - بھائی جان میم صاحب کے ہاں جایا کرتے ہیں بالعموم ابا جان ناخوش ہوتے ہیں - تو وہ کام کیوں کرو جس میں ان کی خوشی ہو - وہ کام کرنا لازم ہے -

نوجوان - اے تصور اب انکو مجھ سے کچھ دلی بغض ہو گیا ہے ذرا واسطے تو بھی الجھتے ہیں -

مادر نوجوان - اے ہوا کرے تو دو - میں کیا ان کے منہ میں گھی شکر دیتی ہوں - اے بیٹے انہوں نے تو عشق میں جان کر دیا ہے بچہ میں کئی دن سے دیکھتی ہوں - انکے طور بے طور ہیں -

سجاد حسین - اماں جان اگر ابا جان مجبوروں سے نکلیے تو کچھ اچھا ٹھیک ہی ہوگا - ایکدن دیکھنا صفا کی کھائیں گے -

تصور - اے امی جان ابا جان کو یہ کیوں بھائی جان سے نفرت ہو گئی ہے -

مادر نوجوان - اے تو پھر مجھے کیا معلوم

تصور - وہ تو صرف صاحبا کے ہاں جانے کو منع کرتے ہیں - پھر بھائی جان جایا کیے - وہ جو اس روز میم صاحبا آئی تھی - ماشاءاللہ وہ تو بڑی مہذب معلوم ہوتی تھیں - ان کے طرز کلام سے معقولات کا پتہ لگتا تھا - پھر انکے ہاں جانے میں کون حرج ہے - جو ابا جان در پے ہیں -

مادر نوجوان - کوئی حرج کی بات نہیں ہے - اپنی اپنی سمجھ ہے - کسی کا دل دکھانا اچھا تھوڑا ہی ہے -

تصور - اے ان کو کیوں بھائی جان کا یہاں رہنا چبھتی کا پتھر ہو گیا ہے - امی جان اگر آپ کی رائے میں آئے تو خالہ میاں کے گھر بھیجو اگر رک جائے عشق میں جان کر دیا ہے

اور نوجوان۔ اسے تو کیا گھر چھوڑ دینی پڑی تب جان سے دور میرے بچے کی بے چینی مجھ کو اور دونا غمگین بنا رہی ہے۔

قصور۔ ان دونوں پاپا جان کی خفگی زیادہ دیکھتا ہوں۔ جانے کیا بات ہے۔

ماد رنوجوان۔ انکو سجاد کے افعال پر نظر کرنا لازم ہے۔ کیوں اسوقت اگر اس کی روک ٹوک نہ کی۔ تو اور کو خراب ہونا پڑے گا۔ بزرگوں کا قول ہے۔ اچھی میٹھے کھائے ناگ پان۔ بری صحبت بیٹھے کٹئے ناک کان۔

سجاد حسین۔ دن بھر سکول کی ڈیوٹی بھگتتا ہوں۔ اس سے اگر فرصت ملی۔ تو چار بھلے آدمیوں سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ صاحب بری صحبت ہے اگر وہ نہیں تو میں چوڑیاں پہنکر گھر میں بیٹھ جاؤں۔ اگر ایک بلا ہی سمجھا جاتا قیامت ہے ستم ہے۔ آفت ہے۔ تو میں نہ جاؤں گا۔ پھر یہ نشت و کیوں ہے۔

مادر نوجوان۔ اسے تو انکو کسی نے کچھ تھوڑا ہی پڑھایا ہے۔ کہ ان کے کچھ خیال میں آجائے۔ اسے ہے میرا تو یہ حال دیکھکر چھاتی پہ سانپ لوٹتا ہے خیر بچے صبر کر۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔

اب ہم انکو تو اسی حالت میں چھوڑتے ہیں۔ اور اپنے ہیرو دین سے انشرقیواس کرتے ہیں میم صاحب کو نوجواں کا انتظار کرتے کرتے دو گھنٹے سے زیادہ گذر گئے۔ تو دل کی بے چینی نے اور زیادہ پاؤں پھیلائے۔ بے قرار کمرہ میں سے اٹھکر برآمدہ میں آئیں۔ اور ٹہلنا شروع کیا۔ اور خود بخود حالت اضطراب میں جی ہی میں باتیں کرنے لگیں۔ او امی گاڈ بابو اسوقت تک کیوں نہیں آیا۔ ایک رات گذرتے ہی بابو کا طبیعت بدل گیا۔ نہیں بابا ہم کو یقین نہیں۔ کسی بڑی وجہ سے ضرور اس کے پاؤں میں مجبوری کی بیڑیاں ڈالدی ہیں۔ کہیں سے وہ انکا مجبور ہے۔ ہاں مجھ کو چاہیے کہ میں ابراہیم کو بھیجکر اس کی حالت دریافت کروں۔

ابراہیم۔ (کمرے میں آکر) حضور نے آج چھوٹی حاضری اسوقت کیوں نہیں کھائی ہے۔

بیگم صاحبہ۔ دل خالت ہاں آج ہمارا طبیعت بالکل خراب ہے اور اب وقت بھی گذر گیا۔ تم بابو کو اسی وقت بلالاؤ۔ مجھکو اس سے ایک کام میں مشورہ کرنا ہے۔ تم جاؤ۔ اور بابو سے ہمارا سلام بولو۔ اور کہو کہ بیگم صاحبہ نے اس وقت تک چھوٹی حاضری نہیں کھایا۔ تم سے ایک ضروری بات کہنا ہے۔ اگر فرصت ہو تو صرف تین منٹ کے واسطے بنگلہ تک تشریف فرماؤ۔ لیکن دیکھو ابراہیم تم جلدی آنا۔

ابراہیم بہت اچھا کہکر ہمارے نوجوان کے پاس گیا۔ مگر ابراہیم کے جانے نے سجاد حسن کے دل پر کیا کیا آفت نہ ڈھائی ہوگی۔ اصغر علی پاس بیٹھا دلجوئی کر رہا ہے۔ اور پوچھتا ہے کہ نصیب عدو کیا مزاج ہے ہمارا نوجوان کچھ جواب اپنے لب نازک سے نہیں دیتا ہے حسن کی وجہ سے اصغر علی یہ حال دیکھکر بے قرار ہوا جاتا ہے اور پھر گھبرائی ہوئی آواز سے کہتا ہے

اصغر علی۔ میرے اچھے مشفق کیسی طبیعت ہے

ہمارا نوجوان صرف آنکھ اوٹھا کر دیکھ لیتا ہے اور یاس کے ساتھ ایک ٹھنڈی سانس دل پر درد سے کھینچکر رہجاتا ہے۔

پدر نوجوان۔ (سامنے آکر) کیوں کیا پھر بے جاؤ گے۔ یونہی گھبرائے ہوئے آئے ہو۔ شاید دیر ہو گئی ہوگی۔

اصغر علی۔ جناب عمو صاحب شاید آپ کو کسی نے ورغلایا ہے۔ جو آپ مجھ پر اور انپر بلا وجہ اس قدر ناخوش ہوتے ہیں۔ ویسے میرے ان کے آپ بزرگ ہیں۔ مالک ہیں جو مزاج اقدس میں آئے کریں۔ ہم لوگ بے قصور ہیں۔

پدر نوجوان۔ بیشک تم عقلمند نیک طبیعت با لیاقت صاحب تمیز ذہین محنتی آدمی ہو۔ لیکن آج سے ہم تمکو اس کے سامنے نہ دیکھیں۔

اس جملہ شنیع نے اصغر علی کا دل دکھایا۔ اور سوا اس کے

اور کچھ نہ ہوسکا۔ کہ وہ بالکل مایوس ہو کر باہر اٹھ کر چلا آیا۔ یہاں ابراہیم نے نسیمہ
بیگم صاحب کو در پر کھڑے پایا۔

ابراہیم۔ بیٹے اصغر علی صاحب بابو صاحب کا اس وقت مزاج کیسا ہے۔
اور کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ آج بیگم صاحبہ سے شاید وعدہ
چھوٹی حاضری بنگلہ پر کھانے کا تھا۔ لیکن ان کے نہ جانے سے بیگم صاحبہ
نے اس وقت کچھ نہیں کھایا۔ اب جب انتظار کی حد ہو گئی۔ تو ہم
کو ان کے بلانے کو بھیجا۔

اصغر علی۔ ارے بیٹی کیا بتاؤں۔ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ زندہ
ہیں۔ ان کے دشمنوں کو کچھ بیماری نہیں۔ لیکن انکی زندگی ضرور غم و ملال سے
تلخ ہے۔ وہ صبح کپڑے بدل کر شاید بنگلہ ہی جانے کو تھے۔ کہ ان کے
والد نے منع کیا۔ اور اپنے پاس بلا کر بٹھلایا۔ بلکہ یہ ان کو ناگوار
بھی گذرا۔ لیکن ادب کی وجہ سے منہ سے کچھ نہ کہا۔ خاموش ضرور بیٹھے
غم کھاتے رہے۔

ہر چند دل نے پاؤں پھیلائے۔ اور دل مضطر نے اور اشتعالک
دیکر جوش وحشت پر بادرت غم بھڑک غصہ کی آگ لگادی۔ اور وہ شعلہ جوالہ
بنکر بھڑک اٹھے۔ لگی تجسس کے باعث سوال و جواب میں جلد بازی سے اپنا بیٹر تک
دکھایا۔ سنا مردود ن گفتگو نے انکو بھی قریب قریب ایسی ہی حالت کے کر دیا۔ کہ میں تم
سے کیا عرض کروں۔ کیسا ناجائز تاؤ ان سے برتا گیا ہے۔ کہ جس کے وہ
کسی طرح عادی نہ تھے۔ نامعلوم کیا کیا آفتوں کا سامنا ہوا۔ ان کا غصہ بھی
خراب ہے۔ اور بابو کی حالت سے تم خود ہی واقف ہو۔ آج مجھ سے بھی انکے
والد نے وہ ناجائز گفتگو کی جو بالکل کہنے کے قابل نہ تھے۔ یہاں تک کہ مجھ سے
نہایت صفائی اور سخت لفظوں میں کہا کہ آج سے ہم تم کو انکے ساتھ نہ دیکھیں
پھر آپ خود ہی اندازہ فرمالیجئے۔ کہ ان الفاظ ناجائز کو میں سنکر کتنا آزردہ
ہوا ہونگا

بیگم صاحبہ سے میرا سلام بولو۔ اور کہنا کہ آپ تامل کیجئے جس وقت

بابو موقع پا ویں گے - وہ خود تشریف لاویں گے - انکو سوائے آنے کے دوسرا خیال ہی نہیں -

ابراہیم - بہت اچھا میں جاتا ہوں -

اصغر علی - ہاں مناسب ہوگا - کہ تم ان سے اسوقت نہ ملوگے

میم صاحب بیقراری کے عالم میں اس وقت برآمدہ میں ٹہل رہی ہیں - اور کسی کا انتظار بے قرار بنا رہا ہے - جانے والی نظریں چقیوں سے نکلکر جاتی ہیں - اور کسیکو ڈھونڈ کر مایوس پھر آتی ہیں -

میم صاحب نے ابراہیم کو دور سے آتے ہوئے دیکھا - تو اس کے استقبال کو برساتی کے نیچے اتر آئیں - اور ایک حسرت کے ساتھ دیکھا کیا

ابراہیم میرے پیارے بابو کی کیا خبر لایا -

ابراہیم - کچھ جواب نہ دیکر میم صاحب کی زبان سے نکلنے والے جملہ پر غور کرکے کہا - کیا عرض کروں -

میم صاحب - ول ابراہیم کیا بابو نے تمہارے ساتھ آنے سے انکار کیا - یا دوسرے وقت آنے کو کہا - لیکن ہم نے تمکو حکم دیا تھا - کہ تم اپنے ہمراہ لانا - پھر تنہا آیا - اور بابو کو ساتھ نہ لایا -

ابراہیم - بابو صاحب سے تو مجھ سے ملاقات بھی نہ ہوئی - البتہ انکے کلاس فیلو اصغر علی صاحب جو ہیں - وہ موجود تھے - ان سے یہ معلوم ہوا - کہ بابو صاحب آنا ہی چاہتے تھے - لیکن انکے والد نے روکا - اور اپنے پاس بلاکر بٹھا لایا - بابو کو یہ رنگ دیکھکر غصہ بھی آیا - انتائے گفتگو میں بابو کی باتوں سے ان کے والد اور زیادہ پریشان ہوئے - خدا جانے اپنی سختی کیا تھی کیا کیا برتاؤ کیا گیا - غرض ان کے کلاس فیلو کی بھی انکے پاس جانے کے بالکل ممانعت ہے - اصغر علی صاحب کی راستے میں باہر سے ابراہیم کو چلا آیا - بلکہ اصغر علی کہ آپ ذرا تامل اور اطمینان فرمائیے - بابو خود آپ کے پاس آجائیں گے اور سلام کہا ہے -

یہ بات سنکر میم صاحب کا پہلے ہی ماتھا ٹھنکا تھا - اب جو یہ خبر وحشت

رشک بہشت سمجھی - تو ایسی ششدر ہو گئیں - تھوڑی دیر سکوت کا عالم طاری رہا - آخر
بیگم ابراہیم کی جانب متوجہ ہوئیں -

بیگم صاحبہ - دل خان مان ہم نے اول تم سے کہہ دیا تھا - کہ بابو کو بسرور
لانا - ہم کو اس سے ایک کام میں مشورہ لینا ہے - پھر تم کو بغیر بابت کئے
بابو سے آنا کتنا خلاف حکم ہے بولو -

ابراہیم - حضور کیا عرض کروں - میں کچھ کہہ نہیں سکتا -

بیگم صاحب - ابراہیم تم نے بڑی غلطی کیا - خیر اب ہم تم کو اسکا معافی دیتا ہے
آئندہ ایسا نہ کرنا - اور ہم تم سے علیحدگی میں ایک بات بولیگا -

"دور اندر کوٹھے میں جاکر" دل خان مان دیکھو - ہم اپنی جان تمہارے
ہاتھ بیچتا ہے - اب تم کو اختیار ہے - اگر ہماری زندگی چاہتا ہے
تو یہ بھید کسی پر ظاہر نہ کرنا - ورنہ جان لینا ہمکو تم پھر زندہ نہ دیکھو گے -

ابراہیم - حضور ہم لوگ نمک خوار تابعدار ہیں - جو حکم عالی ہو - اسکی بجا آوری
میں کسی طرح فرو گذاشت نہ کروں گا - ہر طرح تعمیل حکم پورے طور سے
کی جائیگی - کیا مجال جو آپ کے حکم میں فرق آئے - حضور جو بھید کہنے والے
ہیں - اس بات کی کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوگی - اگر اس کے خلاف
ہو تو گردن ماری جاوے - حضور بلا تکلف فرمائیں -

بیگم صاحبہ - دل خان مان بابو سے ہمکو ایسا محبت ہو گیا ہے - کہ آج
ہم اسکو نہیں دیکھا - بس ہم بے تاب ہے - بغیر بابو کے ہمکو یہ بنگلہ جنگل سا
معلوم ہوتا ہے - اور یہی دل چاہتا ہے - کہ صورت ایسا ہو - کہ بابو آ جائے اور ہم
اس کی پیاری صورت دیکھے - ہمکو نہیں معلوم کہ اس کی پیاری پیاری
بھولی بھالی باتوں نے ہمارے دل پر کیا افسوں پھونک دیا ہے - کہ ہم یوں
بے تاب ہو رہا ہے - اب تم جاؤ - اور جیسے ممکن ہو بابو کو کسی حیلے
سے لا کر ہم کو ملاؤ - اے خدا یہ بڑے شرم کا بات ہے - کہ بابو کو مجبوری
نے ایسا مجبور کیا بلکہ مجبور سے مجبور ہو گیا ورنہ وہ کبھی نہ روکتا - اچھا ابراہیم اگر تم بابو
کو آج لے آیا - تو ہم تمکو دو مہینہ کی تنخواہ بخشش دیگا -

ابراہیم ۔ سلام کر کے ۔ خدا حضور کو خوش اور سلامت رکھے ۔ کیونکہ ہمارے گوشت اور پوست نے حضور کے نمک سے پرورش پائی ہے ۔ میم صاحب میں ابھی جاتا ہوں ۔ چاہے کچھ ہو ۔ لیکن انشاء اللہ تعالیٰ نے حضور کے اقبال سے ابھی بابو کو لے کر آتا ہوں ۔ جب تک آپ کچھ نہ کچھ کھا تو لیں ۔

میم صاحب ۔ دیکھو ابراہیم ہم بغیر بابو کے دیکھے ہوئے کچھ نہ کھائیگا ہمارا جان کیوں نہ نکل جائے ۔ ہاں تم سے جہاں تک کوشش ہو سکے ۔ جلد بابو کو لاؤ ۔ اور بابو سے ہماری جانب سے بولو کہ میم صاحب تمہارے واسطے تڑپ رہا ہے ۔ پھر تم ایسا ظالم بیٹھا ہے ۔ کہیں کچھ کہہ نہیں سکتی ۔

ابراہیم تو یہ سب کہہ کر چلا گیا ۔ اور میم صاحب اپنے گھبرانے والے دل سے باتیں کرنے لگیں ۔

نواں باب

پھر یہ ظلم مجھ پر کب تک کیا جائیگا

ظلم پر اس بت نے کمر کسی باندھی ہے کو مہر   عاشق کا دل ستانا صنم اچھا نہیں

ابراہیم نے میم صاحب کے بنگلہ سے نکل کر ہمارے نوجوان کی کوٹھی کیطرف کو منہ کیا ۔ اور راستہ میں سینکڑوں منصوبہ دل میں گانٹھتا ہوا چلا جا رہا تھا ۔ دل میں کہتا جاتا تھا ۔ کہ اسے ایسی کسی ترکیب سے بابو کو لا کر میم صاحب کے سامنے پیش کروں ۔ اسے دل تو ہی کوئی راہ بتا ۔ کچھ سوچکر اچھل پڑا ۔ اور خوش ہوکر بولا ۔ واہ خوب ۔ اسوقت تو نے راستہ تو دی ۔ اتنے میں سامنے کو منہ اٹھا کر دیکھا ۔ تو سیا ملازم نوجوان آرہا تھا ۔ ابراہیم نے کہا کیوں بھائی بتلا ۔ بابو صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں ۔

سیا ۔ کیوں آپ کو ان سے کیا کام ہے ۔

ابراہیم ۔ بھیئی مجھکو ضروری کام ہے ۔

صبا۔ آج وہ تم سے نہیں مل سکتے۔ کیونکہ وہ اس وقت اپنے والد کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔

ابراہیم۔ کچھ پرواہ نہیں۔ مجھ کو معلوم ہے۔ آج ان پر ان کے والد انتہا سے زیادہ خفا ہو رہے ہیں۔ لیکن میں جو آیا ہوں۔ تو اسی غرض سے آیا ہوں۔ کہ ان کے والد کا خیال بھی میری گفتگو سے نکا۔ تو غالباً وہ بھی فوراً ہی پلٹ جائیگا

صبا۔ الحمد اللہ میں ابھی جاکر عرض کئے دیتا ہوں۔ اں مجھکو آپ کا نام بھی معلوم ہونا چاہیئے۔

ابراہیم۔ مجھ کو ابراہیم کہتے ہیں۔ جاؤ تم بابو سے عرض کرنا۔ کہ ابراہیم خان ملنے آیا ہے۔ اور ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہے۔ آپ کو تکلیف تو ضرور ہوگی۔ لیکن آپ بھی داخل احسانات ہونگے۔ بس تم اتنا کہہ دو۔ انکے والد کے روبرو میں خود اپنی داستان کہہ لونگا۔

صبا۔ اچھا میں ابھی جاکر کہہ دیتا ہوں۔ لیکن آپ میرے ہمراہ آئیگا۔

صبا اور ابراہیم دونوں ہمارے نوجوان کے پاس کو چلے گئے۔ مگر نوجوان ایک کشمکش میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اور آفت ناگہانی کا سامنا ہے

نوجوان۔ پھر یہ ظلم مجھ پر کب تک کیا جائیگا۔ آخر کوئی انتہا بھی ہے۔ یا نہیں۔

پدر نوجوان۔ والدہ ہم کو تمہیں تنگ کرنا منظور نہیں ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ اگر تم صاحب کے بنگلہ پر جانا چھوڑ دو گے۔ تو ہم تم کو یونہی قید رکھیں گے۔

نوجوان۔ افسوس۔ نہ جانے آپ کو خیال کیا ہے۔ اور کس نے آپ کو یوں بہکا دیا ہے۔ آپ اس قدر تند مزاجی سے پیش آرہے ہیں۔ کہیں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ذری سوچئے۔ تو آج جو الفاظ غیر موزوں اصغر علی کو کہے وہ کہاں تک آپ کی شان سے دور اور تہذیب کے خلاف تھے۔ کیونکہ وہ مہذب شخص اور ایسے لا معنی الفاظ سنیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ حاسدوں کے کہنے سے یوں کہہ گذرے

پدر نوجوان۔ بس خاموش رہیئے۔ بڑے ہم کو نصیحت کرنے والے
ہیں۔ آپ انھیں کے بگاڑے ہوئے ہیں۔
نوجوان۔ سچ کہا۔ میں تو سب کا بگاڑا ہوا ہوں۔

اتنے میں سپاہی سامنے سے آیا۔ اور یوں گویا ہوا۔

سپاہی۔ چھوٹے میاں ایک شخص ابراہیم نامی آئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں
کہ چھوٹے میاں سے میرا ایک کام بڑا ضروری ہے۔ اگر خدا چاہے گا
تو آپ بھی کا داخلی احسانات ہونگے۔
پدر نوجوان۔ کون ہے یہاں بلاؤ۔

سپاہی باہر دروازے پر آیا۔ اور ابراہیم سے کہا۔ کہ چلیئے اندر
دیوان خانے کے آپکو ان کے والد نے بلایا ہے۔
ابراہیم۔ کیا بابو جی بھی وہیں بیٹھے ہیں۔ میری نسبت کچھ فرمایا نہیں۔
سپاہی۔ ہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن بہت خاموشی سے کام لیا گیا۔
آپ کا نام سنکر چونک پڑے اور بے چین ہوگئے۔
ابراہیم۔ خیر میں جاتا ہوں۔

ابراہیم اور سپاہی دونوں اندر دیوانخانے کے گئے پدر نوجوانکو ابراہیم نے
سلام کیا۔ مگر ہمارے نوجوان کی حالت دیکھتے ہی دنگ ہوگیا۔ ایک
حسرت کی نگاہ ڈالی۔ اور فدویانہ بطور التجا دونوں ہاتھ دست بستہ جوڑ
کر کے عرض کی۔
ابراہیم۔ اول تو میں حضور کو اس وقت ہی مضمحل پاتا ہوں۔ دوسرے حضور
کی پریشانی دیکھکر اپنی عرض بھول گیا۔
پدر نوجوان۔ ان باتوں سے تمکو کیا مطلب اور سروکار۔ اب تم یہ بتلاؤ
کہ کیا چاہتے ہو۔ اور تمہاری کیا آرزو ہے۔ اسکو جلد ظاہر کرو۔
ابراہیم۔ دو تین سال ہوئے کہ حضور والا میں ایک انگریز کے پاس عہدہ
خانساماں گری پر ملازم تھا۔ اور بابو صاحب اور ہمارے صاحب سے
بڑا رسم و اتحاد ہے۔ اور وہ خدا کے فضل و کرم سے انکی عزت بہت کرتا ہے

اور اس کی ہر ایک بات میں یہ مداخلت کر بیٹھے ہیں۔ سو بہا صاحب موصوف نے کیا
ہم سے آج مجھ کو ایک معمولی قصور پر برخاست کر دیا۔ اگر آپ ایسا نہ
ان سے جاکر میری سفارش کر دیں۔ تو ہرگز ان کا کہا نہ ٹالیں گے۔ کیونکہ
اس کے صاحب سے ان کا بڑا دوستانہ ہے۔ اور ان کے استاد بھی ہیں
میرے بال بچے ان کے اور آپ کے جان و مال کو دعائیں دیا کریں گے۔ حضور
میں بڑا غریب آدمی ہوں۔ میرا پرورش کرنا ضرور چاہیے۔

پدرِ نوجوان۔ تم انکی ایک چٹھی لیجاؤ۔ یہ اس وقت ہرگز نہیں جا سکتے۔

ابراہیم۔ حضور وہ اور تو پڑھے نہیں ہیں۔ پھر رقعہ سے میرا مطلب
بر آری کیونکر ہو سکتی ہو۔

پدرِ نوجوان۔ یہ تو اس وقت بالکل نہیں جا سکتے۔ اب زیادہ سمجھانا
بے سود ہے۔

ابراہیم۔ بہت خوب حضور کو اختیار ہے۔ میرا خدا رازق ہے۔ کوئی
اور شکل نکل آئے گی۔ ان بچوں کی فاقہ کشی کا ضرور خیال ہے۔ اور یہی
[illegible] یوں آپ کے سامنے گستاخی کی۔ ورنہ مجھ کو کیا پڑی تھی۔
کہ آپ کے سامنے ایک سائل بنکر آتا۔ اور یوں ذلیل ہو کر پھرا جاتا۔ افسوس
ہے یہاں بھی کچھ مدد نہ ملی۔ کہ حضور کو رحم آتا۔ اف! اے قسمت
وائے بخت تو نے کیا پلٹا کھایا۔ اچھا میں جاتا ہوں۔

ابراہیم تو سلام کرکے باہر دیوانخانہ سے چلا آیا۔ لیکن یہاں سے
نوجوان کی حالت قابل غور ہے۔ یعنی حمیدہ شگفتہ ہو گئی۔ ابراہیم کے جانے
کی [illegible] اب صبر سے ضبط نہ ہو سکی۔ اپنی عشق آلودہ آنکھوں سے رومال لگا کر
اور [illegible] پیچھے کریم کو آواز دی اور کہا۔ اس غالب مان کو جلد بلانے میں
ابھی اس کے ساتھ جاتا ہوں۔ اگر میرے امکان میں ہے۔ تو جلد بلا لے میں
حضور معاف کر آتا ہوں۔ اور ضرور اس کو بحال کرا کر آؤں گا۔ بڑے افسوس
کی بات ہے۔ کہ ایک غریب کے رزق کا وسیلہ میرے باعث ہو اور میں
دریغ نہ کروں۔ اور وہ التجا کر کے آئے اور یوں ہی ناامید پھر جائے میرا ایک

صرف زبان ہلانے سے وہ اپنی فرزند کو نہ پوچھے۔ تو میں کیونکر اسکا قائل ہوں حالانکہ
ہوں تعجب کہ میں نقل ان پردہ نشین عورتوں کے خانہ نشینی اختیار کروں۔ جن کے
پاؤں میں حیا کی بیڑیاں ڈالکر مجبوری کے زندان میں ہمیشہ کے واسطے قومی
شرم نے قید کر دیا ہے۔ اور انکی تمنا آزادی کیواسطے پھڑک رہی ہے۔

پدر نوجوان ۔ یہ ڈھکوسلے تمام ہم تمہارے سن چکے ہیں۔ اب تم ناحق بلاتے
ہو۔ ہم ہرگز نہ جانے دینگے۔

نوجوان ۔ (غصہ میں بھرائی ہوئی آواز سے) آخر میں کیوں قید کیا گیا ہوں۔

پدر نوجوان ۔ اپنی حرکتوں سے۔

اب ہمارے نوجوان سے دلپر ضبط نہ ہو سکا اور اسکی بے قرار طبیعت
بیچین ہو گئی۔ اور جنوں زیادہ ترقی پذیر ہوا۔ تو یکایک اپنی جگہ سے اٹھکر
کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ میں ابھی جاؤنگا۔ پدر نوجوان اسکا یہ حال دیکھکر اور زیادہ
غصہ میں بھر آیا۔ فوراً اٹھ کر پلنگ سے ڈوری کھولکر نوجوان کے دونوں
ہاتھ باندھ دیئے۔ اور پختہ چبوترہ جو [illegible] انکے آگے تھا۔ اس کے دونوں
کونوں پر درخت مولسری کے کھڑے ہوئے اپنا سر سبز مکھڑا اور سرخ
بندے رخساروں پہ دکھا دکھا کر بے چین کر رہے تھے۔ اُسی
اسی درخت سے نوجوان کے ہاتھ باندھے اور کہا دیکھو آئندہ
تمہارا کیا انتظام کیا جاتا ہے۔ ابھی تم یاد کرو۔

نوجوان ۔ میں ہر سختی کو شوق سے جھیل سکتا ہوں۔ مگر افسوس مجھ کو صرف
اسبات کا ہے کہ یوں مجھ پہ ظلم ہو رہا ہے۔ جب اصغر علی کو اس واقعہ کی
خبر ہوئی۔ تو اس نے نوجوان کی مادر سے کل حقیقت حال کہہ سنایا۔ مادر نوجوان
سنکر گھبرا گئی۔ اور دوڑتی ہوئی دیوان خانہ میں آئی۔ تو گرفتار بلا کو دیکھتے
ہی رونا شروع کیا۔ ہرچند پدر نوجوان نے منع کیا۔ لیکن اس نے ایک نہ سنی۔
نوجوان کو مولسری کے درخت اور سوتی رسی سے آزاد کیا۔ اور
روتا ہوا لے کر مکان میں لیکر داخل ہو گئی۔ اور اسکی صورت کو بغور دیکھا۔ تو
دل بھر آیا۔ اور بیٹے کو کلیجہ سے لگا [illegible]

گویا یہی اندھیرے گھر کا چراغ تھا۔ محلہ کی تمام عورتوں نے آکر چاروں طرف سے
گھیر لیا۔ کوئی بے رحم کہنے لگی۔ کوئی ظالم ستمگر لیکن ہمارا نوجوان انتہا درجہ کا دلگیر
ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اور پلنگ پر لیٹا ہوا اپنے حال پر آٹھ
آٹھ آنسو رو رہا ہے۔ اور پھر خیال میں کچھ ایسا مستغرق ہو رہا ہے۔ کہ اس
کو بات کرنا دوبھر ہے۔ لیکن دل میں کہتا ہے۔ یا اللہ تو عالم الغیب ہے
اور تو ہی سمیع بصیر ہے سب کے دل کا حال تجھ کو خوب منکشف ہے۔ کیونکہ تو
بیکس کی فریاد سنتا ہے۔ اور مظلوم کی مظلومیت پر فقط اعانت کرتا ہے
میں کسی طرح بغیر اس غارتگر ہوش ربا کے دیکھے زندہ نہیں رہ سکتا۔ حسین
کی محبت سے تو نے میرے خانہ دل کو آباد کیا ہے۔ افسوس
اس سے لوگ ملنے کو منع کرتے ہیں۔ اے دل بیقرار میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔
کہ یہ میرے بزرگ کیوں منع آتے ہیں۔ کیا کوئی ان کا حرج ہے۔ جو یوں میرے
واسطے حکم موت نافذ فرمایا جاتا ہے۔ ارے حبیب کو جلد ہی میرے آرام دل
کے پاس پہنچا۔

اسی پریشانی میں نقاہت کو رحم آیا۔ اور ایسا نیند آئی کہ اسکو دنیا و مافیہا کی خبر نہ
رہی۔ نوجوان کی ماں نے اپنے لخت جگر کو خواب غفلت میں سوتا دیکھا۔ اور سمجھ
سمجھا یا نہایا۔ لیکن نوجوان کی پریشانی نے وہ پاؤں پھیلائے کہ کچھ نہیں کہا جاتا۔
پھنسنے والا دل پھیل گیا۔ خاموشی نے قفل سکوت لب رنگین پر لگا دیا۔ نہ معلوم
کس خیال میں غلطاں و پیچاں ہو رہا تھا۔ بار بار کروٹیں بدلتا تھا۔ کسی
کے آنے والی یاد نے آکر بے چین بنا رکھا تھا۔ دل سے کہتا ہے۔ کیوں اے
خدایا۔ آج میم صاحب کو میرا بیٹھا انتظار رہا ہوگا۔ یا خدا کسی طرح وہ بدگمان نہ ہو
جائیں۔ خادم یا مسیم کی زبان سے تو میری مجبوری کی خبر ضرور ہو گئی ہوگی۔ لیکن
اس کا اثر نہیں معلوم ان کے نازک دل پر کیا ہوا۔ ان کے منہ کو کیسی ندامت
و شرم آتی ہے۔ کہ آج میری خوشی کا پہلا دن کس مصیبت و ملال و رنج و
ندامت سے سیاہ دل ہوگیا۔

شعر

ہائے افسوس صد ہزار افسوس　　وائے بر دل بے شمار افسوس

یہ شعر کہہ رہا تھا۔ کہ غفلت نے رحم کھایا۔ اور ہجر کی کشاکش سے چھڑا دیا غافل ہو گیا۔ غور تو تمکو بھی اسوقت کی غفلت غنیمت ہوئی۔ کیونکہ جب تک خیالات میں سرگرداں رہا۔ برابر اشک کی تار بندھی رہی پر دبا گیا

دسواں باب

وہ ادھر بے چین ہیں ہم ادھر مجبور ہیں
کیا خدایا آہ کا میری اثر الٹا ہوا

سامنے دوسرے کمرہ میں ایک لیڈی بستر مخمل پر پڑی کروٹیں بدل رہی ہے اور کسی انتظار میں نیم جان ہو گئی ہے۔ کبھی پلنگ پر اٹھتی ہے۔ اور ادھر ادھر ٹہلتی ہے۔ اور دل سے باتیں کرتی ہے۔ کیوں اے دل کیا اب مجھکو نا امید ہو جانا چاہیے۔ یا تو یا ابھی کی بھولی صورت مجھکو پلنگ پھر دکھا سکے گا۔ اف ابراہیم تو اب تک نہ آیا۔ جانے کیا کل کہا۔ کیوں اس لیفٹنٹ کو دیر ہوئی۔ وہ تو ایسے نہیں۔ کہ میرے کام سے پہلو تہی کرے۔ کچھ نہ کچھ اسمیں بھید ہے۔ کیونکہ اسوقت میرا دل گھبراتا ہے۔

اتنے میں سامنے سے ابراہیم پالوسانہ شکل بنائے آیا۔ میم صاحب چشم براہ تھیں۔ آتے ہی میم صاحب کو سلام کیا اور کہا

ابراہیم۔ حضور کیا عرض کروں۔ ہر چند حیلہ و حوالے کئے۔ لیکن ان کی پیش رفت نہ گئی۔ انکے والد نے انکو آنے کی بالکل اجازت نہ دی۔ میم صاحب میں کیا عرض کروں۔ جو حال انکا یہاں کے نہ آنے نے بنا دیا ہے۔ صرف یہاں تک نہ آنے نے انکو علیل بنا رکھا ہے۔ مجھے تو انکی حالت دیکھنا دوبھر ہو گئی۔ حیران پریشان سرنگوں عجیب مایوسی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ اور ان کی دلی آرزوئیں الگ کونے میں کھڑی ان کے حال زار پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی تھیں۔ آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئیں ہیں۔ جس وقت انہوں نے مجھکو دیکھا تو میم صاحب آپ کے شک کی قسم میرے آنسو نکل آئے۔ کیونکہ جس وقت وہ یہاں آیا کرتے تھے۔ تو انکی سرخی رخسار پر بڑا شبہ کو بھی شک آتا

تھا ۔ اب دیکھئے رنگت بالکل زرد پڑ گئی ہے جس نے زعفران کو بھی اپنے رنگ پہ منتقل کر دیا ہے ۔ اگر آپ ان کو دیکھیں گے ۔ تو بالکل نہ پہچانیں گے کیونکہ اب انکی صورت ہی وہ نہیں رہی ہے ۔ ہاں یہ میں کچھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان کی طرف سے ناامید نہ ہوں ۔ وہ جس وقت موقعہ پائیں گے ضرور تشریف آوری فرمائیں گے

بیگم صاحب: (مایوس ہوکر) تو کیا بابو اس وقت ہمارے پاس نہ آسکے گا ۔ اچھا ہم خود جاتا ہے ۔ اور اگر ممکن ہوا تو اپنے ہمراہ لاتا ہے ورنہ کم سے کم اسکو دیکھ تو ضرور آئیگا ۔

ابراہیم: حضور کہیں خدا کے لئے ایسا غضب نہ کر بیٹھیں ۔ ان کے والد اس وقت بہت خفا ہو رہے ہیں ۔ اور آپ کے جانے سے انکے دلی خیالات اور ترقی پکڑیں گے ۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا ۔ کہ ان کی روک تھام اور زیادہ کیجائیگی ۔ اور انکا خیال بھی پختہ ہو جائیگا ۔

بیگم صاحب: ول ابراہیم اس وقت اپنے دل کی حالت کیا بیان کرے ۔ بغیر بابو کی پیاری سی صورت دیکھے ہمکو چین نہیں آئے گا ۔ کچھ کیوں نہ ہو ہم دلی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ تم جاؤ اور پھر سے بابو کو ہمارے پاس ڈریسل لاؤ ۔

ابراہیم: بیشک آپ کی حالت اسوقت بہت بے قرار ہے ۔ مگر حضور کا وہاں جانا آپ کے اور بابو صاحب کے لئے خرابی کا باعث ہوگا ۔ اور فرقت کی گھڑی کو اور دراز کرے گا ۔ آپکے اور بابو صاحب کے بیچ میں حیا حائل ہے ۔ وہ جس حالت میں اٹھ گیا ۔ تو تمام ہندوستان میں آپکا خاکہ اڑے گا ۔

بیگم صاحب: ابراہیم پھر اب ہم کیا کرے ۔ ہمارا تو بابو کے واسطے دم نکلا جاتا ہے ۔ ہم لاکھ دل کو سمجھایا جاتا ہے ۔ لیکن یہ کمبخت کیا مانتا ہے ۔ ابراہیم نے کہا آپ اسقدر بیتاب کیوں ہوتے ہیں ۔

بیگم صاحب: ہمارا تو دل نکلا جاتا ہے ۔ خدا کے لئے بابو کو جلد لا دو ۔

ورنہ ہم دنیا سے چلا۔
ابراہیم۔ حضور تو اسقدر مضطرب ہیں۔ کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ذرا سی دل
کو تشفی دیجیے۔
بیگم صاحبہ۔ ابراہیم میں کیوں کر دل مضطر کو تسکین دے سکتی ہوں۔
میں کو خود سے کوشش کی۔ میرا دل جو میرے قابو میں تھا اب وہ میرے
پاس نہیں ہے۔ ہائے وہ تو کسی نے چھین لیا۔ میں ہر چند اسکو پہلو
میں ڈھونڈتی ہوں۔ مگر وہ کمبخت مجھے نہیں ملتا۔
ابراہیم۔ دیکھیے تو اگر آپ کے بیقراری نے اور سر اٹھایا۔ تو مت ہم
شاگرد پیشہ میں خبر ہو جائیگی۔ حامد صاحب کو خبر کریں گے۔ میری جان
پر آ بنے گی آپ کی عزت دو کوڑی کی ہوگی۔
بیگم صاحبہ۔ ہاں ابراہیم مجکو تو اصلاح پروا نہیں ہے۔ کہ ہمارا
عزت جائے یا رہے البتہ یار کے ملنے کی آرزو ضرور ہے
ابراہیم۔ حضور آپ گھبرائیں نہیں میں پھر جاتا ہوں۔ اور جیسے ممکن ہوگا
ان سے ملنے کی ترکیب کرتا ہوں۔ جیسا تمکو میرے امکان میں ہوگا۔ اپنا ظرف
سے حتی الوسع کوشش کروں گا۔ اگر خدانخواستہ انکے آنے میں دیر ہوگی
تو انکے کلاس فیلو کو اپنے ہمراہ بلا لاؤنگا۔ پہلے آپ اپنے جانیکے بارے
میں ان سے رائے لیجیے گا۔ بعد کو جو مزاج عالی میں آئے وہ کیجیگا۔
بیگم صاحب۔ دیکھو ابراہیم کوئی صورت تم نکالو۔ کوئی تدبیر کرو۔ لیکن یار
کو ہمارے پاس پہنچا دو۔ اگر ہمارا تمکو زندگی درکار ہے۔ تو کوئی کوشش ضرور کرو
ورنہ ہم تو دنیا سے مایوس ہو گیا جاتا ہے۔ اور اس بیوفا کو خبر یاد کہاں ہے
ابراہیم۔ حضور اسقدر گھبراتے کیوں ہیں۔ انکو خود آپ سے زیادہ بیتابی
دبے پیچی ہے۔ اسوقت بارہ بج گئے ہیں۔ آپ کچھ تھوڑا سا کھا لیجیے
جس سے عقل سالم ہو جائے۔ آپ کے چہرہ سے علاوہ رنج و ملال کے
نقاہت کے بھی آثار پائے جاتے ہیں۔
بیگم صاحب۔ تم اب دیر نہ کرو۔ اگر خدا نے ہماری زندگی ختم نہ کی

تو جسوقت بابو آئیگا ۔ اسوقت ہم کچھ کھائیگا ۔ اور جب تک بابو نہ آئیگا تم
ہم سے کھانا کھانے کے بارہ میں ہرگز کچھ نہ کہنا ۔ کیونکہ ہمارا قالب یہاں ہے اور
دل بابو کے پہلو میں مایوس پڑا پھڑک رہا ہے ۔ لیکن اس ظالم کو اس کی مایوسی
سے ذرا رحم نہیں آتا ۔ ہم کیا کرے

ابراہیم ۔ میم صاحبہ وہ تو خود بیٹھنا چاہتے تھے ۔ لیکن مجبوری کے باعث نہ آسکے ۔

میم صاحب ۔ خیر بیٹے تم سے کہہ دیا ۔ جو ہمارے دل کا حال ہے ہم اس
اولڈ فیشن سے بالکل ناواقف ہے ۔ جو آئے دن عاشق کی نظر سے نہاں ہے

ابراہیم ۔ میم صاحبہ پھر جاتا ہوں ۔ اگر کامیابی ہوئی ۔ تو ابھی واپس آتا
ہوں ۔ ورنہ میں مجبور رہوں ۔

ابراہیم تو میم صاحب کو بیقرار تڑپتا بنگلہ میں چھوڑ کر چلا گیا ۔ اور دلدار
کے لانے کی تدبیر کرنے لگا ۔ یہاں میم صاحب فی الحال بے آب کی طرح
تڑپنے لگیں ۔ اور رو رو کے اپنا برا حال کر لیا ۔ یہ حال دیکھ کر آیا نے
دل مضطر کو تسکین دی ۔ مگر دل کس کی سنتا ہے ۔

آیا ۔ میم صاحب خیر ہو ۔ اسقدر گھبرائے جاتی ہو ۔ کہ میں کچھ کہہ نہیں
سکتی ۔ اب آپ کی بیزاری نے تو بس سر اٹھا یا ۔ اگر حضور کے دشمنوں کی یہی
حالت رہیگی ۔ تو تمام ہندوستان میں بدنامی ہوگی ۔

میم صاحب ۔ کیوں آیا کیا میرا پیارا بابو اب بھی سے نہ آئیگا ۔ نہیں
نہیں وہ کیوں آنے لگا ۔ اسے کیا غرض کہ وہ آئے اسکی کوئی جوتی
کو غرض پڑی ہے ۔ جو وہ آئے ۔ ہائے میرا دل ظالم لے گیا ۔ اور اب کچھ
پرواہ بھی نہیں

آیا ۔ میم صاحب دیکھئے ۔ میں سر ہتھیلی پر رکھکر ان سے گھر گئی ۔ لیکن انہوں
نے مایوسی کی بات آنکھوں آنکھوں میں ادا کی ۔

میم صاحب ۔ دیکھو آیا ۔ تم سے ہم سچ کہتا ہے ۔ کہ اس کی نادر نے ہمپر
بہت سختی کی ۔ پر اب ہم اپنے دل کو کیا کرے ۔ ہم تو بابو کیواسطے مرا جاتا ہے
اگر آج بابو نہ آیا ۔ تو زہر کھا کر اپنے دل کو تسکین کریگا ۔ اور کوئی دم میں

اپنے کو قبر کے تیرہ و تاریک کونے میں پایا۔ اگر تم سے اور ابراہیم سے
ہماری بھلائی کے واسطے کوئی بہبودی کی صورت نکلے۔ تو کوشش کرو۔ اور
حق شکر ادا کرو۔ ورنہ بیہودہ کیا بات نہیں۔ ہم پہلی تڑپ تڑپ کے اپنا
پیارا جان ہلاک کر لیگا۔ افسوس ہمکو دل لگانے کا کچھ مزا نہ ملا۔

آپا۔ میم صاحب میں کیا کوشش کروں۔ اپنے سے تو ہر چند کرتی ہوں۔ اور
کرونگی۔ لیکن کوئی تدبیر نہیں نکلتی۔

میم صاحب۔ دیکھو آپا ابراہیم اس کام میں بہت کوشش کر رہا ہے

آپا۔ میم صاحب کوئی کرے کیا۔ ان کے والد نے تو حکم نافذ فرمایا ہے۔ کہ
میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔

اب ہم اپنے پیارے ناظرین کو تو اسی حال میں چھوڑتے ہیں۔
اور اپنے نوجوان کی خبر لیتے ہیں۔

ابراہیم میم صاحب سے رخصت ہو کر جب سے گیا ہے۔ صد ہا فکر
کر رہا ہے۔ لیکن کوئی سبیل نہیں نکلتی۔ دروازہ پہ ٹہلتے ٹہلتے گیا۔ دل میں
کہتا ہے۔ کیوں آپا خدایا کیا کروں۔ اب تو ان کے کلاس فیلو کا بھی پتہ نہیں
ہے۔ اسی سراسیمگی کی حالت میں کھڑا ہو کر تفکر میں مستغرق تھا۔ کہ
اتنے میں اصغر علی کو آتا ہوا دیکھ کر کہا۔

بھائی میں تو آپکو ڈھونڈتے ڈھونڈتے پریشان ہو گیا۔ میں بارہ بجے
سے آپ کے انتظار میں سرگردان پھر رہا ہوں۔ چلئے آپ کو میم صاحب نے یاد
فرمایا ہے۔ اور اس وقت تک انہوں نے کچھ کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔
اصغر علی صاحب میں کیا عرض کروں۔ میم صاحب نہایت درجہ مشوش
ہو رہی ہیں۔ میں نے اس وقت بہ مشکل تمام روکا تھامی کی ہے۔ ورنہ
وہ ضرور خود تشریف لانے کو تیار تھیں۔ اس سے پہلے میں حاضر ہوا
لیکن بے مراد واپس ہو گیا۔ آپ کو خود معلوم ہے۔

اصغر علی۔ جی ہاں اس سے تو میں خوب واقف ہوں۔ لیکن بھئی تم
نے آج یہ بڑا کام کیا۔ ان کا ہیجان ذرا اچھا نہیں ہے۔ سمجھا سکے جانیکے

بعد اپنے روہ وہ ظلم کئے گئے - میں کچھ نہیں کہہ سکتا - دیکھئے کیا انجام ہو
تم یہیں ٹھہرو میں اندر زنانخانہ میں جاتا ہوں - اور انکی حالت دیکھکر ابھی
آتا ہوں - دیکھوں بابو صاحب اسوقت کس رنگ میں ہیں - بلکہ ان سے
عرض بھی کر دیکھوں - کہ بیگم صاحب نے آج مجھکو بلایا ہے - آپکی کیا رائے ہے
آیا میں وہاں جاؤں یا نہ جاؤں - حالانکہ وہ بیمار ہیں - ان کے دلپران باتوں کا
بھی صدمہ ہے - تاہم مجھکو انکے گوش گذار کرنا ہی لازم ہے - شاید وہ
کچھ اپنی جانب سے چند کلمات تسکین دہ کہلا بھیجیں - تم قریب پولیس لائن ٹھہرو

ابراہیم - بہت مناسب - لیکن جہانتک ممکن ہو - جلدی تشریف لائے گا -
کیونکہ بیگم صاحب کی بیقراری نے حد سے تجاوز کیا ہے - ان کی چاہنے والی
بے چینی دمبدم بڑھتی چلی جاتی ہے -

اصغر علی نے جاکر زنانہ دروازہ پر آواز دی - اندر مکان میں سے
ملوا نکلا - اور اصغر علی کو دیکھکر الٹے پاؤں گھر میں چلا گیا - اور بعد ایک
لمحہ کے واپس آیا - اور یوں گویا ہوا -

ملوا - اصغر علی صاحب چلئے آپ کو بیگم صاحب بلاتی ہے

اصغر علی بہت اچھا کہکر مکان کے اندر چلا گیا - دیکھتا کیا ہے - کہ نوجوان
پلنگ پر لیٹے پاؤں کئے بیہوش پڑا ہے - بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے
کہ بہت میٹھی نیند پڑا سو رہا ہے - اور اس کے سرہانے اس کا ارمان
بھرا دل اس کی بیقراری کو پوری دے کر سلا رہی ہے - مگر ایک
سوتیوالا ہے اور بیچارے نوجوان کے گرد تمام عورتیں جمع کئے بیٹھی ہیں -

ایک عورت - یہ سب خالو میاں کی مہربانی ہے -

دوسری - بیچاری سجاد حسین کی بیماری نے ہمارے اوسان خطا
کر دیئے ہیں -

تیسری - بہن میں کیا کروں - بچے جو اولاد ہیں سب ہی کچھ کرتے ہیں -
یہ ہم نے کہیں بیاہا نہ سنا تھا - کہ والا نیچو بیاہاں نہ کھیلو لیجئی ہی کیا مگر دی ماری
ستھنی کمبخت کو اچھا زندگی دو بھر ہو گئی ہے - دنیا بھر کے لڑکے بیٹی مکھنی ہوں

سکول سے فارغ ہوکر اپنے یار دوستوں سے بیٹھتے اٹھتے ہیں مگر
ہمارے میاں کے ایسے نرالے ڈھنگ ہیں۔ کہ دنیا میں کسی کے نہ ہوں گے
قیامت آگئی کہ میم صاحب کے کیوں گئے تھے۔ ان سے کیوں ملے تھے۔
تم میم صاحب کے کیوں جاتے ہو۔

چوتھی۔ وہ لاکھ قدر بے قدر کرینگے تو کیا ہوگا۔

پانچویں۔ تصور دلہن بیٹا مجھے پانی پلا دو۔ اے ہے زبان پر کیسی خشکی ہو گئی۔

تصور۔ خالہ جان میں کیسے جاؤں۔ دوسرے دالان میں تو اصغر علی
بھائی بیٹھے ہیں۔

چھٹی۔ اے ہے میں ہی بھول ہی گئی۔ بہنیں تم ذرا سی سب بیبیاں
دیوانخانہ میں چلی جاؤ۔ اصغر علی سجاد کو دیکھنے آیا ہے۔ وہ کمبخت دبے
پڑے دالان میں بیٹھا ہے۔ اے ہے میرے دل پر کیسے پتھر پڑ گئے۔ بیٹا
کہ وہ آیا اور میں بھول گئی۔ سب عورتیں اٹھکر دیوانخانہ میں چلی گئیں۔ اور
ہمارے نوجوان کی ماں اکیلی رہ گئی۔ اصغر علی نے آکر ہمارے نوجوان کی ذرا
نبض دیکھی۔ ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ اس وقت اس مکان میں انتہا کی اداسی
چھا رہی ہے۔ (مادر نوجوان کیوں بیٹا سجاد کیسا حال ہے۔ جواب
نہ ملنے سے اور زیادہ پریشان ہو کر) اصغر علی ذرا اسکو ہوشیار
تو کرو۔

اصغر علی۔ خالہ جان مناسب ہوگا۔ جو یہ تھوڑی دیر سوتے رہینگے۔
کیونکہ جتنی یہ سوئیں گے۔ اتنا ہی ان کا غصہ فرو ہوگا۔ میری دانست میں انکو
اسوقت بیدار کرنا غیر مناسب ہوگا۔ کیونکہ ان کے مزاج سے بھی آپ کو
خوب واقفیت ہے۔ میں نے جہانتک اندازہ کیا تو میرے نزدیک خالو
میاں نے جو برتاؤ کیا۔ وہ بالکل بے جا اور غیر مروت۔ ہاں مجھے یہ
خوب یاد آیا۔ اب میں جاتا ہوں۔ ان کے واسطے ایک تعویذ لاتا ہوں۔
اصغر علی تو یہ کہکر چلا گیا۔

بس پھر کیا تھا

حکیم صاحب۔ اصغر علی تم نے اپنے سے مستحکم وعدہ کیا ہے۔ کہ جب تک بابو نہ آئے گا۔ ہم کچھ نہ کھائیگا۔ تم مہربانی فرماکر اب اصرار نہ کرو تو اچھا ہے۔ کیونکہ مجھ کو کھانا اب بھی بالکل بے سود ہوگا۔ اگر انکو ہماری خوشی مقصود ہے۔ تو جیسے ممکن ہو۔ بابو کو لاؤ۔ ورنہ ہم طور انتظار سے اپنے دل کی تسکین کرینگا۔

اصغر علی۔ خداوند کریم سے بہتر کوئی دوسرا [illegible] سے نہیں کی۔ اور وہ کہتا ہے۔ بلکہ یہ خیال رہے کہ جیسے آپ پریشان ہیں۔ اس سے بدرجہا زیادہ میں ہوں۔ ادھر آپ کا خیال ادھر آپ کے دوست کا ملال دوسرے بدنامی کا پاس انکے والد کو تو صاف یقین ہو گیا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ اصغر علی سے یا ہم پیشے کے سبب ہوا۔ اور اب ہی معلوم کیا خیال ہے۔ اچھا اب میں جاتا ہوں اور بابو صاحب کو آپ کے پاس پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ جیسے ممکن ہوگا۔ آپکے پاس روانہ کروں گا آپ اطمینان فرمائیے۔

حکیم صاحب۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر۔ دیکھو اصغر علی بابو کو جہانتک ممکن ہو جلد ہم تک پہنچاؤ۔ ہم پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ کیونکہ تم جو حالت ہماری دیکھ کر جاتا ہے۔ ہر منٹ ہر سکینڈ پر اس سے زیادہ خراب ہوگا۔ کیونکہ ہاتھ پتھر کے تلے دبا ہے۔ اصغر علی نے کہا۔ آپ ذرا اطمینان فرمائیے۔ میں اپنے حتے الامکان جلد انکو لانے کی کوشش کرونگا۔ اصغر علی حکیم صاحب کے پاس سے متحیر اور پریشان اپنے دوست کی خوشی اور حکیم صاحب کی حکم بھی [illegible] کرنے کیلئے پیدل سوچتا ہوا چلا جارہا تھا۔ کہ یکایک ایک بات خیال میں آ گئی اور چپل پڑا اور کہا کہ وہ مارا ہے۔ انکی پریشانی دور ہونے لگی اور جلد جلد قدم اٹھانے لگا۔

بارھواں باب

از سرِ بالین برخیز اے نادان طبیب
دردمندے عشق را بجز دیدار نیست

اس وقت شام کا وقت بھی کیا سہانا ہے۔ آسمان پر بادل مختصر

کی طرح امڈ امڈ کر آرہا ہے۔ اور خفیف ترشح شروع ہوگیا ہے۔ ہوا کے
ہلکے ہلکے جھونکے اور آنکھوں میں سرور پیدا کررہے ہیں۔ اف اس وقت ہوا کے
جھونکوں سے کیسا درختوں نے پتوں کو تھرا کر ہمیں جگا۔ فرقت کو ہوشیار
کردیا ہے۔ اس نے ایک انگڑائی لی۔ اور آنکھ کھول دی۔ اور سرہانے سے گھڑی
نکالی۔ اور غور سے دیکھا۔ اف ابھی تو میری زندگی کا ایک حصہ باقی رہا ہے

مادر نوجوان۔ ارے بیٹا تم کیا کہتے ہو۔ جو تمہارا برا چیتے۔ اس کے
منہ میں گھی شکر۔ کوئی ایسے لفظ منہ سے نہ نکالے۔ میں تو تمہارے یہ
اطوار دیکھ کر بدگمان ہوگئی۔

نوجوان۔ امی جان میں سچ عرض کرتا ہوں۔ اس دن آج کے دن ان
میں کچھ حصہ باقی رہا ہے۔ بعد چند سے آپ پر خود روشن ہو جائے
گا۔

مادر نوجوان۔ بیٹا اگر تم ایسی باتیں کروگے۔ تو پھر میری بھی زندگی کا یہ آخری
دن ہے۔ مجھ کو خدا اس دن کو نہ رکھے۔ کہ مجھ کو تمہاری سنائی آئے
خدا اس دن کو ملیا میٹ کرے مجھے زمین کا پیوند کرے۔

تصور۔ امی جان یہ کیسی باتیں آپ ورد کرتے ہیں۔ ارے ہے میرے تو
دل کو ہول آتا ہے۔ اف میرا تو جی مارے بیتار ہوا جاتا ہے آگ لگے
ایسی بھی کیا باتیں ہوئی۔ نگوڑی ہماری تو جان آفت میں پھنس گئی ہے

مادر نوجوان۔ بیٹا تصور اپنا بھی یہی حال ہے تمام گھر حیران کر دیا ہے
پھل پڑے ان باتوں پر نگوڑ ماری تمام ہی نہیں ہوتی ہے۔ تمہارے بادا
نے وہ نمبر تا چھٹا یا ہے۔ کہ تمام اوپر والے پریشان ہیں۔ بیٹا سجاد حسین
الحشر۔ غصہ کو تھوک ڈالو۔ اور چلو پھر وہ بزرگوں کی بات کا شریف کے
اتنا خیال نہیں کرتے۔ اب وہ تم پر کوئی سختی نہ کریں گے۔ اگر غور
کرو تو تمہارے بھلائی سب چاہتے ہیں۔

نوجوان۔ امی جان جبکہ کچھ حرج و ملال نہیں ہے۔ تو میں کچھ عذر کرتا ہوں
عرض مجھ کو اپنی تقدیر سے شکایت ہے۔ خوبی قسمت سے بزرگ بھا کے

وہ ایسے رحمدل کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا - آپ مجھ کو میری حالت پر چھوڑ دیجیئے - چند ساعت کا مہمان ہوں - میرا غم اور پدر کا غم غصہ میرا کام تمام کر چکا - اب حضرت عزرائیل سے صرف معانقہ کرنا باقی ہے - ان کا انتظار ہے - بعد کو بندہ کا کوچ ہے -

یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں اور آنسو رخسارو پر ڈھلکتے ہوئے آئے - اور انکو رومال سے پونچھکر چپ ہو گیا - مادر نوجوان یہ سنکر گھبرائی - اور ایک آہ دل درد سے کھینچکر رونا شروع کیا - حالت گریہ میں اصغر علی آیا - اور سمجھا کر تو نکو رونے سے منع کیا - اور مادر نوجوان کو تسلی دے کر کہا کہ ایک تدبیر سوچی ہے جس سے ان کی زندگی کی صورت اور حالت کو بھی رنج و غم سے پائے گی -

آجتک خالو صاحب نے نہایت موزوں برتاؤ کیا - یہ انشاء اللہ جوان ہیں ایسی تنبیہ کے متحمل ہرگز نہیں ہو سکتے - خیر تو یہ ہے - کہ ہمارے بھائی بڑے لائق جوان ہیں - آجکل کے جنٹلمینوں میں نہیں ہیں - کہ جیسے آجکل کے جوان ہیں - ان کو ذرا بھی آزادی کی کمی - اور لڑنے لگے جھگڑا کیا یہ موقع وہ گفتگو کی کہنے تھی - اگر فرض کیجیئے - یا پرخالو میاں کا مقابلہ کر بیٹھتے تو بڑی خرابی ہوتی - سمجھیئے تو کئی دن کا عرصہ گزرنے ہوا -

دشمنوں کی جان پر آبنی ہے - دیکھیئے تو کتنا سا منہ نکل آیا ہے - اگر انسان ایکدن کھانا نہیں کھاتا - تو ضعف کے باعث بات نہیں کیجاتی - چھ چھ سات سات دن تک نہ کھانا - کیا معنی بات بھی نہیں کیجاتی - افسوس آنکھیں اندر گڑھے میں گھسی جاتی ہیں - جسم نازنین میں خون کا پتہ نہیں - معلوم ہوتا ہے - اس حالت میں اس کام کا انجام صاف طور پر خراب معلوم ہوتا ہے -

مادر نوجوان - اچھا بیٹا جو تم بتاؤ - وہ کام کروں - بیٹا کوئی صورت کرو کہ جسمیں اسکے دل کو قرار رہے -

اصغر علی - آپ قسم کھائیں کہ خالو میاں سے تو نہ کہیو گی - پھر آپ کو بتاؤں گا -

مادر نوجوان - بیٹا ہرگز نہیں - جو تم کہو گے وہی کرونگی -
اصغر علی - آپ خود ماشاء اللہ سمجھدار ہیں - میں نے ہمیشہ ان کا ضدی مزاج
دیکھا ہے - اور یہ صاحب کے کہنے سے ناراض و ناخوش ہو گئے
ہیں - بیٹھے بیٹھائے ان کی بیماری ترقی پکڑے گی - اب میری رائے ناقص
میں مناسب یہ ہے - کہ آپ بابو کو وہاں جانے کی اجازت دیجئے -
تاکہ یہ وہاں جائیں اور ان کی طبیعت درست ہو جائے - خدا کے فضل
وکرم سے یہ کچھ بیمار نہیں ہیں - صرف دلی ملال جو ہے - وہ ترقی کر رہا
ہے - یہ وہاں جانے سے جاتا رہیگا - اور خالو میاں کو خبر بھی نہ ہوگی - ان
ساعت میں ایک دو گھنٹہ ہی اور پڑے رہنا نہایت مضر معلوم ہوتا ہے
پھر رفتہ رفتہ اس کا انتظام ہو جائے سکا - آئندہ جو آپ
کی رائے ہوگی وہ آپ کہیگا -
مادر نوجوان - اچھا بیٹا جو تم مناسب سمجھو کرو - پہلے بیٹا اسکو کچھ کھلاؤ
تو پھر تمہارے جانا - میں تم کو اجازت دیتی ہوں - لڑکو کسیطرح میرے
بچے کی جان بچے - بقول شخصے - اندھیرے گھر کا اجالا ایک یہی تو ہے -
اصغر علی - میں تو انکو پھر دلے جاؤں گے - اگر سب علیحدہ ہو جائیں
میں ان کا مزاج انکا اصلاح پیر کئے دیتے ہوں - اس کلمے کے سنتے ہی
سب عورتیں مریض کو تنہا کرکیں - اور ایک ایک کر کے جوتیاں پاؤں میں
ڈال کر چلتی ہوئیں - اصغر علی نے اپنے ہمدم کو ہوشیار کیا - ہمارے نوجوان
نے آنکھیں کھولیں - اور اپنے دلی محسن کو سرہانے پایا -
نوجوان - پیارے دوست تم کیا ہم کو ایسے وقت میں چھوڑا ......
اچھے اصغر علی پیارے اصغر علی آؤ - ذرا گلے سے تو ملجاؤ - پیارے
بھائی جیتے جی کچھ کہا سنا ہے - وہ معاف کرو - اب میں ایک دو
ساعت کا مہمان ہوں -
اصغر علی - ایش کیا تم ابھی سے ناامید ہو گئے - اے دوست کیا
تم خدا کو بھول گئے - اور ایسے وقت میں کہ جب سب محبت کے

امتحان ختم ہو چکے اور زمانہ مفارقت کا گذر گیا ۔ پیارے لو اٹھو اور میرے
ساتھ چلو۔ اس ستم دیدہ کو عذاب جدائی سے چھڑاؤ۔ ہائے اس نے تمہاری
محبت میں اس نے کل سے چیز تو حاضری بالکل نہیں کھائی ۔ تمام دن
روتے روتے گذر جاتا ہے ۔ ہر دم دروازہ کو ٹکٹکی باندھے تکتے رہا کرتی
ہے ۔ لیکن تمہارا آنا ایک قیامت کے آنے کے برابر تھا پیارے دوست
کیا عرض کروں روتے روتے انہوں نے اپنا برا حال کر لیا ہے ۔ آٹھ پہر
پلنگ ہے ۔ اور وہ ہیں ۔ ہر دم آٹھ آٹھ آنسو روتا رہتی ہیں ۔ اور کل وہ خود
آیا چاہتی تھی ۔ لیکن میں نے بمشکل تمام جا کر بنگلہ پر روکا ہے ۔ اور
یہاں خالہ جان سے آپ کیواسطے وہاں جانے کی اجازت مانگ لی ہے ۔ اب
آپ اٹھئے منہ ہاتھ دھوئیے کپڑے پہنیئے ۔ اور ہنسی خوشی وہاں چلیے ۔
تاکہ بیقرار دلکو تسکین ہو ۔ وہاں جانے سے پہلے کچھ کھا بھی لیجیئے ۔ تا نقاہت دور
نوجوان ۔ پیارے محسن میری زندگی کا سہارا تم نے نکالا ۔ ورنہ میں صبح
تک اپنی جان سے گذر جاتا ۔ اچھے دوست میرے قلب کی تپش
ایسی تھوڑی ہی ہے ۔ کہ مجھ پر چین پڑ چھوڑے ۔ بیقرار کرنے والے دل نے
یکدم کو قرار نہ لینے دیا ۔ پیارے دوست خلاصہ یہ ہے ۔ کہ بغیر جان دیئے
قرار کا نہ ہوتا ۔ جب میں مر جاتا ۔ تو میرے سر کو اس تکیہ سے کوئی دوسرا شخص
اٹھاتا ۔ نہ کہ میں خود مثل ایک تندرست آدمی کے اٹھتا ہوں ۔ اور نہ اپنی
والدہ کو بغیر کھانا کھائے اطمینان دلا کر جاتا ہوں ۔ مجھے صاحب کی تکلیف
کا خیال بہت ہے ۔ ان کے نازک دل کو صرف میری وجہ سے ایسا صدمہ
تک پہنچا ہے ۔ مجھے ایک منٹ دیر کرنے کا موقعہ نہیں ۔ میں خود جاتا
ہوں ۔ اور کھانا کھا کر قبل صبح کے آ جاؤنگا ۔ تم میرے کمرہ میں سونا اور
کھانا اندر سے منگا کر سب سے کہنا ۔ کہ یہ کسی کو دیکر برتن خالی کر کے
گھر میں کہلا بھیجنا ۔ کہ چھوٹے میاں کھانا کھا کر سو رہے ۔
اصغر علی ۔ جناب تم جاؤ ۔ تاکہ ان کے دلکو قرار ہو ۔ تھوڑی سی دیر ٹھہرنا ۔
اور عقل سے کام لینا ۔ کیونکہ ان کو عقل خدا نے لازوال سے یونہی عطا

فرمائی ہے۔ کہ آپ ٹھیک وید حکیم کو دکھیے۔ اور انکے سمجھانے میں
کوشش کیجئے۔ ورنہ وقت اس کے تغیر و تبدل میں محققانہ تدبیریں سوچئے
پیارے دوست! اتنی جلدی نہ کرو۔ پانی بڑے زور سے گر رہا ہے اور
سرد ہوا بھی کس زور سے چل رہی ہے کہ دل سے پار ہوئی جاتی ہے۔
نوجوان۔ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ لیکن میرے قلب کی آگ اس پر بھی سے
دونی بڑھ رہی ہے۔ اور بالکل شام بھی ہوگئی ہے۔ کچھ وقت
والدہ سے باتیں چیتیں کرنے میں صرف ہوگا۔ پیارا نوجوان اپنی ماں کے
پاس پھر گیا۔ اور نہایت تعظیم سے دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا۔
نوجوان۔ حضور نے آج میرے باعث بڑی تکلیف اٹھائی۔ لیکن اماں جان
خدا کی قسم صبح تک جی سے گذر جاتا۔ مگر اصغر علی صاحب نے سب کو
سمجھایا۔ اور آپکے حق کو نشہ کا بیان فرمایا۔ اماں جان خیر میں اب کچھ خیال
نہ کرونگا۔ لیکن بزرگوں کو معلوم ہے۔ کہ بعض بعض وقت چشم پوشی کرنا لازم
ہے۔ اماں جان میں ایک زمانہ کے بعد کھانا کھاؤنگا۔ آپ باہر بھیجا دیتی
یا صرف دودھ بھیجنا بھیجیگا۔ وہ میں نوش کرونگا۔
مادر نوجوان۔ نہیں میرے لال تم کچھ ضرور کھانا کھاؤ۔ بیٹا تم بہت ہی
لاغر ہو گئے ہو۔ ذرا تم اپنا منہ تو آئینہ میں دیکھو۔ کیسا نڈھال ہو گیا۔ جیسے
کوئی دشمن برسوں کا بیمار ہے۔
نوجوان۔ اماں جان آپ کے قدموں کی قسم بالکل اشتہا زائل ہوگئی۔ میں
کچھ نہیں کھا سکتا ہوں۔
مادر نوجوان۔ کیوں بیٹا تم کیوں نہیں کھا سکتے ہو۔ بیٹا کچھ تو کھانا چاہیئے
قربان جاؤں۔ پھر تم جہاں تمہارا دل چاہے جانا۔ لیکن ذرا جلد ہی
گھر کی خبر لینا۔ اچھا بابا تمہارا آجکل سب سے خفا ہیں۔ بیٹا تمکو اپنے بابا
کی عادت کو تو خوب اچھی طرح معلوم ہے۔ دیکھا بیٹا آج اسپر کیا بہت ہوا
تھا۔ میں نے تو دیکھ لیا تمہارے آگے بہت سے گھر سے رہے
اور تمہارے دشمنوں پہ سختی ہو رہی تھی۔ میں چپ کھڑی دیکھا کی [illegible]

نوجوان - بجا ہے - لیکن اگر آپ کی ایسی خوشی ہے - تو بہت مناسب ہے - آپ باہر کھانا اسوقت بھیجدونگا - میں تھوڑا سا کھاؤں - آپ اطمینان فرمایئے - یہ کہہ کر ہمارا نوجوان باہر چلا گیا - اور میم صاحب کی حالت اصغر علی صاحب سے معلوم کرنے لگا -

نوجوان - پیارے عزیز کیا سچ سچ میم صاحب کی ایسی حالت تھی - جیسی کہ تم نے میرے سامنے بیان کی ہے -

اصغر علی - جیسی انکی تو حالت قابل دید ہے - وہ تو اس چار پانچ روز میں سوکھ کر کانٹا ہو گئیں - میں کہہ نہیں سکتا - کہ ان کے دل پر کیا گذر رہی ہے - انکی طبیعت کو بہت اضطراب ہے -

نوجوان - افسوس یہ دل خانہ خراب جانے میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا خراب میں ہوتا ہوں - سیا میرے کپڑے اور برساتی کوٹ لاؤ - میں اس وقت خود ہی ایک کام کو جاؤنگا -

سیا اور کوٹ لایا - اور ہمارا نوجوان پہنکر اور ٹوپ پر چڑھ کر کسی پروفیسر کے جمال زیبا فریب پرنظر کرکے چلدیا -

تیرھواں باب

اچھی وصلِ دوری ہنستے تو ہو

شب وصل تو تیغ جوبن کسیگا جو ہوجائے گی کچھ بھی دامن کسیگا

اسوقت شب کے اندازاً آٹھ بجے ہونگے - برسات کا موسم بادلوں کا آسمان پر اسقدر اندھیرا کہ بجلی کا چمک جاتا کبھی جھاجوں برسنے لگتا ہے - گھٹا ٹوپ بادل نے تمام عالم کو ماتمی لباس پہنا دیا - آج اندھیری کس بلا کی ہے - کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا - اندھیری کس اسطرح آسمان پہ اپنا تسلط کیا ہے - کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اندھیری کیا شگوفہ کھلائے گی - برق کی تڑپ سے دو چار سکنڈ کو روشنی ہوجاتی ہے - مگر نہایت ہی ناقابل برداشت ہے - ایسے حسرت خیز وقت میں ہمارا نوجوان اپنی آنکھوں سے مینہ برستا

بہت تیز قدمی سے سامنے والی سڑک پر جا رہا ہے۔ اسکی نازک طبیعت
اسوقت رفتار کو منع کرتی ہے۔ لیکن ارمان بھرا دل اسکو معشوقہ کے دیکھنے پر مجبور کر
دیتا ہے۔ اتنی راہ اسکو سو کوس کے برابر معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک تو بلا کی
اندھیری دوسرے پانی کا گرنا اوسان کھوئے دیتا ہے۔ مگر اوس جوان نے وقت سے
احاطہ بنگلہ میں قدم رکھا اور برساتی کے نیچے زینہ سے اوپر چڑھا ہوا سے کچھ کچھ
بوندیں پانی کی آکر جو گرتی ہیں۔ ان سے تمام شیشے تر ہو گئے ہیں۔ اور اندھیرا
ہے۔ مگر اس بنگلے کے اندر دھیمی روشنی ہو رہی ہے۔ وہ روشنی کسکی بیقرار
دلکا پتہ دے رہی ہے۔ اور خانساماں الماری میں کچھ ڈھونڈ رہا
ہے کیونکہ سوائے چھوٹی چھوٹی شیشیوں کے اسمیں اور کچھ نہیں ہے۔

سامنے میز پر ہر قسم کے گلدستے کسی کے نازک ہاتھوں کے بنائے
ہوئے تو خود میز کو رونق دے رہے ہیں۔ دیواروں پر انتخاب کا عمدہ رنگ اپنا
حسن دکھا رہا ہے کسی جگہ شیر کی کھال لگا دی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا کہ اب
شیر اٹھکر حملہ کرتا ہے۔ سامنے والی دیوار پر جو شیر کی کھال کسی استاد نے اس
صنعت سے لگائی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیر بیٹھا ہوا ہے کسی جگہ
سینی تصویرات کا جھگھٹ لگا ہوا ہے۔ کوئی تصویر آئینہ میں آویزاں ہے اور اپنا
رنگ الاصلی دکھا رہی ہے کسی جگہ ہارمونیم رکھا ہے کسی جگہ آئینہ جلی قد آدم گویا
سکندر کی یاد دلا رہا ہے کسی کمرہ میں قالینوں کا فرش بچھا ہے اسلیپنگ روم کو
رونق دے رہا ہے۔ کوچ برابر پڑے ہوئے اپنی زیبائش پر نازاں ہیں
ایک کرسی پلنگ پڑا ہوا ہے۔ اسپر ایک یوروپین لیڈی سکتہ کی سی کیفیت پیدا ہوتی
ہے۔ اور کبھی بے ہوش ہو جاتی ہے۔ ہمارا نوجوان اندر کمرہ کے داخل ہوا
اور دیکھا کہ قریب پلنگ کے ایک چوکی پڑی ہے۔ اسپر ایک گلاس پانی سے
بھرا رکھا ہے جسکو انگلش زبان میں کلورافارم کہتے ہیں۔ نوجوان دیکھ کر
متحیر ہو گیا۔ اور قریب پلنگ کے پہونچکر اول قریب ہی بیٹھ کے آہستے
آرام جانکو دیکھا۔ اور آیا سے معلوم کیا۔

نوجوان۔ آیا کیا میم صاحب اسوقت آرام فرماتے ہیں۔

ابراہیم۔ حضور کیا عرض کروں آج تمام دن جس مصیبت سے گذرا ہے۔ میرا ہی دل جانتا ہے۔ میم صاحب روتے روتے اپنی جان کھو بیٹھی ہے۔ اب کوئی آدھ گھنٹہ سے بالکل بے ہوش ہو گئی ہے۔ کبھی خدا کے واسطے انہیں ہوش میں لائیے۔ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ انہوں نے اسوقت تک کھانا بھی کچھ تناول نہیں فرمایا۔

نوجوان۔ اچھا تم جاؤ باورچی خانہ میں کچھ کھانا تیار کراؤ۔ میں سب کچھ سن چکا ہوں اور ابھی عرض سے آیا ہوں۔ نوجوان پلنگ پر بیٹھ گیا میم صاحب کا سر اپنے زانوں پر رکھ کر پیاری ویلین کیا سوتی ہو۔ پیاری آنکھیں تو کھولو۔ دیکھو تمہارے سرہانے کون بیٹھا ہے۔ اور کس کس مصیبت کو برداشت کرکے صرف تمہارے واسطے مستعد ہو گیا ہے۔ اور اسپر آج کیا کیا ظلم نہ کئے گئے میم صاحب نے تو دونوں ہی آنکھیں کھول دیں۔ اور اپنے رفیق دلکو سرہانے پایا چند ساعت عجیب تحیر کی حالت طاری رہی اور پھر پیار سے نوجوان کا ایک حسرت سے منہ دیکھا اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک روئی کہ ہچکی بندھ گئی۔ بعد چندے نوجوان نے اپنی معشوقہ کے آنسو رومال سے پونچھے اور کہا جان من اسوقت کیا لقمہ سے خالی ہو۔ تو وہ پیاری رونے دھونے سے کیا فائدہ

ویلین۔ کیا میں یہ خواب دیکھ رہی ہوں۔ یا بیداری کا عالم ہے

نوجوان۔ پیاری ویلین تم بیدار ہو۔ میں تمہارا سجاد ہوں۔ افسوس اب تمہارے حواس اپنے مختل ہو گئے۔ اسکے الحمد [?] ابھی میں کیا کروں۔

ویلین۔ پیارے سجاد میں اسوقت ہرگز نہیں کہہ سکتی۔ کہ میں بیدار ہوں۔ مجھے تو یہی خیال ہے۔ کہ تم میرے اس عالم خواب میں آئے ہو۔ تمہاری محبت نے میرے اوسان خطا کر دیئے۔ اگر میں یہ جانتی تو ہرگز اپنا دل تمہارے نذر نہ کرتی۔ پیارے کیا سب عشق ایسے ہی آفت رسیدہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ تم

سجاد۔ نہیں نہیں معاف کرنا میں غلطی پر ہوں۔ پیاری تم بیدار ہو میں بھی چنگی ہوں۔ اس وقت تم نے ہمارا جان بچایا۔ ورنہ ہم نے کھلونا [?] مجھے بھی آپ کو کبھی کا سپرد کر دیا ہوتا۔ ہم نے پہلے سے انتظام کیا

پکتا ہے۔ کہ ہم اپنی حیات دیگر آرام سے رہیگا۔ مگر اسوقت تم سے ایک
مرد و عورت کو جدا کیا۔ اسکا عوض تمکو دینا پڑیگا۔

نوجوان۔ پیاری ولیمن بیشک تم نے بڑا صدمہ اٹھایا۔ لیکن تمہاری اسقدر بے چینی مناسب نہیں۔ اگر والد صاحب میرا آنا بند نہ کرتے ہیں ہرگز ہرگز نہ رکتا۔ جہاں من مجھے بھی بغیر تمہارے زندگانی بھی پیاری ہے اگر زندگی باقی ہے۔ تو تمہارے دم سے ایک دم کو جدا نہ ہونگا میری کوئی دن کی حیات باقی تھی۔ کہ میرا آنا ہو گیا۔ ورنہ میرا بھی یہی ارادہ تھا۔ جو آپ کا۔ ولیمن۔ کہا تھا لنگ تو تم نے یہ بڑا غضب کیا۔ کہ ہمکو دن بھر رلا رلایا

نوجوان۔ پیاری ولیمن میں خود مجبور تھا کیونکہ آج مجھ پر مصیبت کا پہلا ہی دن تھا۔ تمہارے وطن میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچنے کا ہرچند پھر سوچا کیا۔ لیکن ایک نہ چلا۔ ہاں تمہارے نازک دل پر جو صدمہ گذرا وہ میرے باعث۔ اسکی سزا کا میں مستحق ہوں۔ لیکن میں اس کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتا ہوں۔ کہ میری حالت خود مجبوری کی تھی۔ ورنہ میں کیوں آنے میں پہلو تہی کرتا۔ مجھے پیاری ولیمن میں وہ نشان نیلگوں چھڑیوں کے اپنی کلائیوں پہ اپنے کلام کی صداقت کیواسطے گواہ کرکے لایا ہوں۔

یہ سنکر میم صاحب نے جو اسکے دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو ہاتھ میں لے کر اور قمیص کو بازوؤں کی جانب سرکا کر ایک تجربہ کے ساتھ دیکھنے لگیں۔ جونہی کلائی قمیص سے باہر نکالی۔ میم صاحب دیکھ کر ششدر رہ گئیں۔ اور آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا۔ تمام بنگلہ میں ایک سیاہ جلوہ اندھیرے کی معلوم ہونے لگی۔ اپنے سینہ پر دونوں سے ارمان پوشیدہ رکھے۔ اپنے چہرہ پر دونو ہاتھ رکھ لئے اور رونا شروع کیا۔ اور کہا۔

ولیمن۔ پیارے افسوس تم کو میرے سبب میں یہ مصیبتیں جھیلنا پڑیں۔ جو میری محبت کے گواہ بنکر میرے سامنے آئے ہیں۔ کہ تم کو ہماری الفت میں تمہارے پاپا نے یہ بیدردی کی۔ افسوس اگر یہ معلوم نہ تھا۔ کہ ہماری الفت میں ایسے ایسے ستم سہنے پڑینگے۔ اور ہم سے اسکی تلافی نہ ہو سکے گی۔

نوجوان ۔ پیاری دیکھو تو اب رونے کا وقت نہیں ہے ۔ یہ تو خوشی
کا محل ہے نہ کہ تم روتی ہو ۔ شکر کرو اس جامع المتفرقین کا جس نے اس دنیا میں
کام بچھڑے ہوئے ہم آغوش ہوئے ۔ خدا خدا کر کے وقت گیا ۔ اب یہ کون عقل کی
بات ہے کہ اس تھوڑے سے وقت کو بھی رو دھو کر نہ ہنسی خوشی میں گذار
دیں ۔ ہائے تمہارے رونے سے منہ کو کلیجہ آتا ہے ۔ اور جگر ولا ٹکڑے
ٹکڑے ہوا جاتا ہے ۔ تمکو میرے سر کی قسم رونے سے باز آؤ ۔

دلہن ۔ اوہائی ٹکا ڈالا ہو میں بڑی بد قسمت عورت ہوں جسے ایک نا جائز
آنسو اور اپنے خدا سے پیدا شدہ دیکھے راستے اپنے سر لیا ۔ اور وہ پھر مجھ تک
پہنچنے ۔ جبکہ ہے ۔ پیارے تمہیں بتاؤ ۔ کہ میں کیسے دل بے قرار کو تسکین
دوں ۔ کیونکہ تم تھوڑی سی دیر میں جانے والا ہو ۔

نوجوان ۔ ضرور ہم کو جانا چاہیئے ۔ ابھی چلا جاؤں ۔ کیونکہ یہ آگ جو بجھے
ہوئے آج پہلا ہی دن ہے ۔ جدائی سے شعلہ زن ہوگا اور آسمان تک آگ
پہنچا دے گی ۔ تو میرے تمام جان و جگر کو جلا کر خاکستر بنا دے گی ۔ لیکن پیاری یہ تو
سمجھ میں نہیں ۔ ایسی حالت میں چھوڑ جاؤنگا ۔ جب یہ امر بھی میرے
اختیار ہے ۔ جان سے مجھ سے ہرگز یہ بھی نہ ہو سکا ۔ کہ تم کو تشنگی کے
حال میں روتا ہوا چھوڑ کر چلا جاؤں ۔ اس ڈر سے کہ والد کو خبر ہو گی
تو پھر بھی بتاؤ یا اس سے زیادہ رہیں گے ۔

دلہن ۔ بابو ہم نے بالکل تمہاری بات نہ سمجھا ۔ جانی تم نے کیا کہا ۔

نوجوان ۔ پیاری دلہن میں نے یہ عرض کیا ۔ کہ میں اگر والد کے ڈر سے ابھی چلا
جاؤں ۔ اور تمکو یونہی تڑپتا ہوا چھوڑ جاؤں ۔ تو بالکل میری مروت
سے بعید ہے ۔

دلہن ۔ تمہارا اس بیان سے صاف ارادہ نہیں معلوم ہوتا ۔ اچھا پھر تم یہ بتاؤ
کہ تم ہمارے پاس کس وقت تک رہ سکتا ہے ۔

نوجوان ۔ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اور اپنی معشوقہ کو خوب زور سے گلے
لگا کر پیاری جان تم آزردہ نہ ہو ۔ میں تا حیات تمہارا یعنی جب تک میری زندگی

ہے - خدا تم سے جدا نہ کرے افسوس ویسی کل شب سے تم نے اب
تک کچھ نہیں کھاتا۔ میں خان مان کو جاتا ہوں۔ آپ کچھ کھا لیجیے تاکہ حواس
درست ہو جائیں اور میں اور تم دونوں ملکر اس کمرے میں رات آرام
سے بسر کریں۔ اور دل کی حسرتیں نکالنے کی کوشش کریں۔ صبح جو ہو تو
وہ شفق سے مہکتے ہیں گے۔

دلہن۔ پیارے بابو ہم تمہاری خوشی سے ہر طرح خوش ہوں۔ مگر خدا گواہ
ہم یہ نہیں چاہتا کہ تم کو نہ جانے کے باعث مصیبت ہوگی۔

نوجوان۔ یہ بات کوئی آپ کے کہنے کی ہے واللہ مجھ کو یقین ہے
کہ میں مصیبت صرف تمہاری جدائی کو سمجھتا ہوں۔ اس کے سوائے
کوئی مصیبت اور کوئی تکلیف نہیں جس کو برداشت نہ کر سکوں۔

دلہن۔ پیارے بابو مجھ پر تمہاری محبت میں اقسام اقسام کے دکھ سہنا
پڑے۔ ہر قسم کی مصیبت سہی مگر اس کا خیال بھی نہ تھا۔ اگر میں اپنے جوہرے
کی چوٹیاں بنا کر تمہارے گھوڑے کے پاؤں میں پہنا دیتی تو بھی اور
میں پھر بھی تمہاری محبت سے سبکدوش نہ ہوتی۔

نوجوان۔ پیاری دلہن میں ایک ادنےٰ آدمی ہوں۔ یہ تمہارا کرم ہے
کہ میرے جیسے جلیل القدر کے دل پر فتح پائی جس سے پار ہونا ہم دونوں کا
جاتا بھی دشوار اور بہت مشکل تھا۔ نہ کہ وہ اپنے دل کا مجھ کو مالک کر
اور اپنی جان کو دل میرے ہاتھ بیچ ڈالے۔

دلہن۔ نہیں پیارے بابو تم نے ہمارے باعث بہت مصیبت جھیلی ہے
اور ہم سے کچھ اس کا کفارہ نہ ہوا۔

نوجوان۔ اوہو اس کی تو مجھ کو پروا بھی نہیں ہے جو میرے دل مجروح پر
بیتا جو بنا کرے۔ مجھ کو صرف تمہاری محبت کی ہے کہ جو میرے دل میں بھر رہی
ہے۔ اس کے مزہ کرنے کی صورت کرتا ہوں۔ لیکن ابھی تک ہوش درست
نہیں ہیں۔ دل بگڑا جاتا ہے۔ میں نہیں کہ کیا وجہ ہے کہ آج تم آپ
میرے پاس بیٹھی ہیں۔ لیکن نہ جانے میرے دل کی یہ کیوں حالت ہو رہی ہے

بیٹھ گیا۔ اور قمیص اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا۔ اور سگریٹ سلگانا شروع
کیا۔ کچھ پیا۔ باقی حصہ اپنے داہنے ہاتھ کی دو انگلیوں میں دبا کر بائیں
ہاتھ سے میم صاحب کا ہاتھ دبانا شروع کیا۔

نوجوان۔ کیا تو مجھکو بھی اجازت ہے۔ میں بھی اس پلنگ پر لیٹ جاؤں
میم صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ گویا پیچھا ان سوالوں میں ٹال دیا۔

نوجوان۔ دوپہر ڈھل گیا ہو گا۔ پیاری دلہن کیا تمہیں اس وقت نیند آ گئی۔
اچھی دلہن منہ سے تو بولو۔ ناامید ہو کر تھا پر میری بات کا کچھ جواب نہ دیگا
اچھا تو میں اسی کرسی پر بیٹھا رہونگا۔ پھر سگریٹ پینا شروع کیا۔ میم صاحب
نے آنکھیں کھولیں۔ اور نیچی نظروں سے نوجوان کو دیکھا اور منہ چھپا کر لیا۔

نوجوان۔ اچھا تم آرام کرو۔ میری پیاری کچھ فکر کی بات نہیں ہے۔ میں تمام
رات یہیں بیٹھا رہونگا۔ جواب میں میم صاحب نے اپنے لب نازک سے کچھ
جواب نہ دیا۔ اور نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اور
اپنے سینہ سے زور سے لگایا۔ تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دیا۔

نوجوان۔ اللہ رے پیاری پیاری سے قربان جاؤں تم نے یہ دن دکھایا۔

چہ خوش وقتے و خرم روزگارے — کہ یارے برخورد از وصل یارے

میم صاحب۔ پیارے ایسا تو شاید دن اس سے زیادہ خوشی کا آئے گا
کہ ہم تم آزادی سے مل گئے۔

نوجوان۔ پیاری دلہن یہ کوئی میری اختیار کی بات نہیں ہے۔ یہ تو
صرف تمہاری خوشی پر ہی ہے۔

میم صاحب۔ پیارے تم بہت مجبور ہو۔ کیونکہ یہ بھی ملک ہے
اور آج ہم تم کو شب وصل سے پیدا کرتا ہم اپنے کا فرض سمجھتا
ہے۔ ورنہ تم کو ہمارا یہ دل چاہتا ہے۔ کہ اپنے دل میں چھپا رکھے

نوجوان۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو کچھ دشوار بات نہیں ہے

میم صاحب۔ تب کچھ دشوار نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں تو ہم اس بات
کی مانع نہیں ہے کہ شوہر کی خوشی ہو۔ نہیں ہم چاہینگے کر سکتے ہیں مگر

ہم یہ کہتا ہے۔ کہ ہم خود اکو کیا منہ دکھائیگا۔

نوجوان۔ جان سے زیادہ عزیز دلبن اگر مجھے فطرتی حیا مانع نہ ہوتی۔ تو میں
کبھی کا آپ کا ہو چکا تھا۔

میم صاحب۔ جبکہ بابو تم مجبور ہو اور ہم بھی مجبور ہے لیکن بابو تم ایک کام کر سکتا ہے

نوجوان۔ فرمائیے شوق سے تاکہ تم سے جدائی نہ ہو اور جو کام میرے لائق ہو
میں اسکو نہایت بہتری کا انجام دینے کو بسر و چشم حاضر ہوں۔

میم صاحب۔ اچھا تم لکھنؤ ہو۔ تو فادر ہمارا کیا کر سکتا ہے۔

نوجوان۔ میری پیاری اگر تمہاری یہی رائے ہے۔ تو بہت مناسب میں اس
وقت چلنے کو تیار ہوں۔ لیکن ایک شرط پر کہ آپ کی بدنامی کا اندیشہ مجھے
بہت ہے۔ دیکھئے آپ کے ظالمانہ برتاؤ سے مجھے گھر سے برخاست کر
دیا میرے والد نے آج جو کچھ کیا۔ واقعی برا کیا۔ اگر وہ محبت سے اسطرح
پیش نہ آتے۔ تو میں جانتا ہوں۔ شاید میری محبت سمجھ لیں یوں بہانہ کرتی

میم صاحب ہاں ہاں یہ بہت برا سلوک کیا۔ بابو پہلے بھی کبھی تمہارا فادر
اس طریق سے پیش آیا۔

نوجوان۔ افسوس تو صرف اسی بات کا ہے۔ کہ والد نے مجھے کبھی پھول
کی چھڑی سے نہ چھوا اور نہ کبھی کی اور آج پیش آئے پہلے کبھی ایسا موقع
گذر جاتا۔ تو تعجب آج مجھکو دکھ دیتا۔ کیونکہ میں تو اس ظالمانہ برتاؤ کا عادی تھا
میرے والد نے میری تعلیم میں کبھی یہ تنبیہ نہیں کی۔ جو آج تم کے اسٹیج پر تشدد
کا سین دیکھا۔ پھر اسکا نتیجہ یہ ہے واسطے خرابی ضرور ہی ہوگا آج تو میں نے
پھیر دیا۔ جو تم کو بول تک نہ پایا۔ اپنے اقدام بند ہو گئے اور کان نہ ہلایا۔ اگر
عقلمند ہی کہلائیے۔ تو خود چپ ہو جائینگے۔ بارے دیگر جو ذکر بھی زبان پر نہ
لائیے۔ ورنہ میں جو اب ترکی بہ ترکی دوں گا۔ میم صاحب میں انکا ایسا
ممنون نہیں جیسے ایک لائق بیٹے کو اپنے باپ کا ہونا چاہیئے۔ بیٹے نا بڑا
ہو کر ان کا کچھ نہیں کھایا۔ یہ بات ایک قسم طلب ہے وہ بھی کبھی عرض کرونگا
کہ یہ سب میرا ہی روپیہ کھاتے ہیں۔ اور ہمیشہ کھایا کئے میری نانا دی کا صرف ہے

اس نے نوجوان کے قریب آکر ڈرتے ڈرتے ہوئے ہوئے پاؤں سے ہلانا شروع کیا۔ نوجوان گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اور یوں گویا ہوا

نوجوان۔ کون۔

چنبیلی۔ میاں جی۔ بیگم صاحبہ نے آپکو یاد فرمایا ہے۔

نوجوان۔ کیسی مصیبت میں جان آ رہی ہے۔ مجھے آج تمام رات نیند نہیں آئی ہے۔ تم کیوں اس وقت مجھے جگانے کو آئیں۔

چنبیلی۔ بیگم صاحبہ بلاتی ہیں۔ ناشتہ تیار ہے جلکر تناول فرما لیجیے۔

نوجوان۔ کیسی مجھے نیند آ رہی ہے۔ تم بیگم صاحبہ سے یہ کہدینا۔ کہ رات کو وہ سوئے نہیں۔ نیند بالکل نہیں آئی تھی۔ اب سو رہے ہیں۔ میں نے ہر چند جگایا۔ مگر وہ نہیں جاگے۔ جب میں نے بہت اٹھایا۔ تو کہا میرے سر میں درد ہوتا ہے تھوڑی دیر اور سو رہوں تم چلو میں ذرا دیر سے آؤنگا۔

یہ کہکر بیمار نوجوان پھر سو رہا۔ اور چنبیلی اسکے پاؤں چلی آئی۔

مادر نوجوان جو اپنے بیٹے کی آتش فرقت میں جل رہی تھی۔ بیتاب ہو گئی۔

مادر نوجوان۔ اے چنبیلی چپ۔ اب تو کسی کام کی نہیں ہے۔ جہاں جاتی ہے۔ وہیں کی ہو جاتی ہے۔ دو گھنٹہ میں اب لوٹکر آئی ہے۔ کہ ہم انتظار کرتے اور بھی پوری ہو گیا۔ لوگو ایسی بھی کیا لاابالی ہوئی۔ اور ایسا چلا یہ کہ کام بھی ادھورا کرکے نگوڑی نکھٹی چلی جاتی ہے۔

چنبیلی۔ بی بی۔ خیال ماننے کی کون بات ہے۔ چھوٹے میاں آرام فرماتے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ میں ذرا دیر سے آجاؤنگا۔ میری طرف سے بھی بات سے کہنا کہ انہوں نے عرض کیا ہے۔ کہ مجھے اس وقت نیند آتی ہے تھوڑی ذرا سو رہوں۔ بعد ایک گھنٹہ کے حاضر خدمت والاجی ہوکر شرف قدمبوسی حاصل کرونگا۔

قصور۔ ماں تمہیں تو سوائے باتوں کے کچھ آتا ہی نہیں ہے۔

چنبیلی۔ چھوٹی بی بی آپ لوگوں کو تو چاہیے کوئی ہے پر۔۔۔۔۔۔۔ رکھے پھر بھی آپکو یقین نہ آئیگا۔

مادر نوجوان۔ آج تو نے مزاج کا حال معلوم کیا ہوتا۔ کہ کیسا حال ہے

گئی تھی اور کام بھی ادھورا کر کے آئی۔

تصور۔ چنبیلی - اس سے تو دنیا بھر کی باتیں سن لو اور کچھ نہیں۔

چنبیلی - اے بی بی اب تو میرے جوڑ جوڑ کا ٹا ٹا ہو کر پڑ گئی ہیں - میں اب جا کر مزاج پرسی کے لئے آتی ہوں۔

تصور - ہاں ہاں اب تم پھر جا کر سوتے سے جگا دو۔ جو وہ تمہیں گھر کا رہنا بھی دشوار کر دیں۔

چنبیلی - اے تو میں بھول گئی۔ میرے تو اب حواس معطل ہو گئے ہیں - نگوڑی سی سو سے بات کچھ کہتی ہوں - نکلتی کچھ ہے۔

مادر نوجوان - اچھا تم جاؤ اپنا کام دیکھو۔

چنبیلی تو اٹھ کر باورچی خانہ میں چلی گئی - اور تصور لڑکیاں لیکر جنوبی کمرہ میں جا کر بیٹھی اور سروری خانم اور فیروزی خانم میں باتیں ہونے لگیں۔

فیروزی خانم - اللہ رکھے اب تو سجاد کی حالت ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔

سروری خانم - جی ہاں اب ذرا آرام ہے - البتہ بخار کی شکایت ضرور ہے وہ بھی اللہ کریگا - تو جلد دور ہو جائے گا۔

فیروزی خانم - آپ نے حکیم واحد حسین جو لکھنؤ کے رہنے والے ہیں انہیں بلایا ہوتا - ذرا سجاد کی نبض انکو دکھائی ہوتی - اگر کچھ مرض تشخیص میں آتا تو بہتر تھا - یہ جو آئے دن پنڈا پھیکا رہتا ہے - اسکی کیا وجہ ہے میرے نزدیک تو یہ ضرور مرض مہلک معلوم ہوتا ہے۔

سروری خانم - ہاں میرا ارادہ تھا - کئی دن سے کہیں آپ کو بلوا کر ان کو دکھاؤں - لیکن میں نے یہ خیال کیا - شاید کوئی مرض نہیں ہے - سوچا کہ سجاد کے باپ نے جو سخت تنبیہ کی تھی - اسی دن سے اسکا پنڈا پھیکا رہنے لگا۔

فیروزی خانم - بھابی آپ کی کیا باتیں ہیں - سر تا پا ذرا سا منہ نکل آیا ہے - یہ معلوم ہوتا ہے - جیسے کوئی برسوں کا بیمار ہے لیکن ابھی اشتہا باقی ہے - توجہ کوئی ایسا پیدا ہوتا ہے جیسے کہ آپ ہیں۔

صغری خانم۔ اچھا اگر تمہاری یہی خوشی ہے۔ تو آج میں واحد حسین صاحب کو بلا کر سجاد حسین کو دکھلا دوں گی۔

فیروزی خانم۔ اے چنبیلی ذرا سی جا تو سجاد کو بلا لا۔ ہیں بیٹا سو چکے آپ نیند پوری ہو گئی ہے۔

چنبیلی ساڑھے نو بجے سجاد کے پاس گئی۔ اور ہمارے نوجوان کو خواب سے بیدار کر کے ماں کے پاس بلا لائی۔ ہمارے نوجوان نے مادر مشفقہ کو سلام کیا۔ اور نوجوان کے دعا کی مزاج کی کہو میاں اب کیسا حال ہے۔

نوجوان۔ شکر ہے حضور۔ کل کی عنایت کا والد صاحب کا اثر میرے دل پر تمام رات رہا ہے۔ ایک پل کو مجھے آرام نہیں ہے۔ ابھی کچھ شکایت باقی ہے اسکا کسل دل میں گھر کیا ہے۔ سکول کا وقت ہو گیا۔ کھانا کھا کر جاتا ہوں

مادر نوجوان۔ اچھا میاں جاؤ۔ خدا کچھ رنج و فکر کی بات نہیں ہے۔ بیٹا میرے دل پر بھی صدمہ ہوا۔ پر میں کیا کر سکتی تھی۔ کوشش کی۔ لیکن ان سے ایک کارگر نہ ہوئی۔ میرے سانپ چھاتی پر پھر گیا۔ پر مجھے خیال بھی آتا ہے۔ کہ اپنے بزرگ چھوٹوں کی اصلاح کیواسطے کہا ہی کرتے ہیں لیکن اب میں ان کو سمجھا دوں گی۔ امید ہے وہ پھر ایسی بیجا بات نہ کریں گے۔

سجاد نے نوجوان نے کھانا کھایا۔ اور کتابیں لے کر سکول کو روانہ ہو گیا۔ اور اپنے دروازہ پر اصغر علی سے ملا۔

اصغر علی۔ ارے بھئی کہئے۔ خاں صاحب کا تو سامنا نہیں ہوا۔ جب گھر میں نکلا تھا۔ تو وہ کچھ روپے لینے کو اندر گئے۔ کوٹھری میں تلاش کر رہے تھے۔ میں فوراً ہی دبے پاؤں باہر چلا آیا۔

نوجوان۔ پیارے دوست کچھ مضائقہ نہیں۔ تم اب خیال رکھنا شاید والد صاحب سکول میں آئیں۔ تو مجھ کو کسی سے خبر کرا دینا۔ میم صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ کیونکہ ان کی یاد نے بھی دیوانہ بنا رکھا ہے۔

اصغر علی۔ میں اس وقت جانے کے لئے اجازت نہیں دے سکتا۔

نوجوان ۔ بھئی میں تم سے عرض کرتا ہوں ۔ میں جاؤنگا ۔ آخر یہ خیال ہے
تاکہ کہیں والد صاحب کو کہیں خبر نہ ہو جائے ۔ اور وہ بدگمان نہ ہو جائیں ۔ اور
مجھ پر ناراض نہ ہوں ۔ تو مشفق یہ ہوگا ۔ ایکدن ہوگذرا آگ تلوں سے لگ گئی
اچھے پیارے میں میں جاتا ہوں ۔ جو کہا ہے اسکا خیال رہے اسکی کان کان خبر نہ ہو
اصغر علی ۔ ارمان تمہاری عقل کہاں ہے ۔ ذرا سی عقل سے کام لو اگر یہ کچا
چٹھا کسی سے گوش گذار ہوگیا ۔ تو آپ کہیں منہ دکھانے قابل نہ رہینگے ۔
نوجوان ۔ اگر آپ کی رائے اس وقت جانیکی مانع ہے ۔ تو لیجئے میں نہیں جاتا
ہمارا نوجوان چپکے سے ٹکٹ ساتھ میز پر کتاب بستہ رکھ کے بیٹھ گیا اصلا سے
باتیں کرتا رہا ۔ اتنے میں چھٹی کی گھنٹی بجی ۔ ٹن ٹن بجائی ۔ شہر کے سکول میں
ایک چہل پہل ہوگئی ۔ لڑکے اور چھوٹے کودتے اپنے گھروں کو جانے لگے آپس میں
ہنستے ہوئے نکلے ۔ ہمارا دوست بھی مایوسانہ حالت میں اپنے دلی رفیق کے
ہمراہی میں ہاتھ میں ہاتھ دے گھر کو روانہ ہوگیا ۔ اصغر علی نے بھی آہستہ
آہستہ اپنے گھر کی راہ لی ۔ ہمارے نوجوان نے مکان پر پہنچکر کتابیں میز پر ڈال
دیں ۔ اور کسی خیال میں کچھ ایسا مستغرق ہوگیا ۔ کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی ۔
پیاری بہن تصور نے خواب غفلت سے ہوشیار کیا ۔
تصور ۔ بھائی جان آپ چپ کیوں ہیں ۔ نصیب دشمنان کیسی طبیعت ہے
نوجوان ۔ کچھ نہیں ذرا اس وقت سکول سے آرہا ہوں ۔ طبیعت کسلمند
ہوگئی ہے ۔ اسوجہ سے آرام کرنے کو پلنگ پر لیٹ رہا ہوں ۔ اللہ کا
فضل ہے ۔ اور کوئی شکایت نہیں ہے ۔
تصور ۔ بھائی جان امی جان فرماتی ہیں ۔ کہ کھانا تیار ہے
سجاد حسین ۔ اچھا میں ابھی حاضر ہوتا ہوں ۔ تم امی جان سے کہدو ۔
کہ بھائی جان آتے ہیں ۔ کھانا دسترخوان پر چنے گا ۔
ہمارے نوجوان نے ایک مدت کے بعد اپنی پیاری اماں کے پاس
بیٹھکر کھانا تناول کیا ۔ اور کپڑے وغیرہ سے درست ہو حکیم صاحب کے
لڑکا کو لیکے حکیم صاحب کے پاس روانہ ہوگیا ۔

میم صاحب اسوقت ہلکا سا نفیس ڈریس پہنے ادھر کرسی پر کسی کی انتظار میں بیکل پڑی ہیں جدائی کا صدمہ اٹھا رہی ہیں اور بار بار یہ شعر پڑھتی ہیں ؎

ایک تو ہے داغ فرقت دوسری دلمیں خلش ان بلاؤں نے بچیبکی جان کیونکر دیکھئے

اسی خیال میں ہماری میم صاحب محو تھیں۔ نوجوان کو سامنے سے آتا ہوا دیکھ کر کرسی پر سے اٹھ کر بڑے تپاک سے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اسپیکنگ روم میں لے گئیں۔ اسی اثنا میں اصغر علی بھی آگیا۔ میم صاحب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ اور اپنے برابر والی کرسی پر بیٹھنے کو اشارہ کیا۔

میم صاحب۔ اصغر علی صاحب ہم آپکے احسان کا شکریہ تہ دل سے کرتے ہیں۔

اصغر علی۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ بلکہ میں معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ بابو کی وجہ سے آپ نے چار گھنٹہ صدمہ جدائی کی تکلیف اٹھائی۔ اور مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے۔ کہ مجھ سے بندوبست نہ ہو سکا

میم صاحب۔ نہیں نہیں ہمکو سوائے اسبات کے کچھ خواہش نہ تھی کہ تمہارا کلاس فیلو ہمارے سامنے آجائے۔ وہ بات تمہاری کوشش سے ہوا ہم اسکا نہایت احسانمند ہے۔

اصغر علی سے نوجوان نے بھی شکر ادا کیا۔ اور کہا میم صاحب تم کو ہرگز اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی مجھ کو ہونا چاہیئے تھی۔

اصغر علی۔ کئی روز سے میم صاحب سے ملاقات نہوئی تھی۔ بہت طبیعت دیکھنے کو چاہتی تھی۔ اب میں آپ لوگوں سے نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں۔ کہ مجھکو سخت ایک کام کی ضرورت تھی۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں۔ تو میں اسکو جاکر انجام دوں۔ لیکن بندہ پر مہربانی ہوگی۔

میم صاحب۔ ول اصغر علی اگر تمہارا کچھ ہرج ہوتا ہے۔ تو تم شوق سے چلا جاؤ۔ ہم خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔

اصغر علی سلام کرکے باہر کمرہ سے چلا آیا۔ اور میم صاحب کی باتوں کا

سلسلہ پھر یوں چھڑا۔

میم صاحب۔ بابو آج تو تمہارا فلور سے کچھ بات چیت نہ ہوا۔

نوجوان۔ آج تو میں نے ان کی صورت تک نہ دیکھی سکول گیا تو ایک کام میں مشغول تھے۔ میں فوراً باہر چلا آیا جب سکول سے چھٹی ملی گھر آیا اندر کمرے کے کتابیں رکھ دیں۔ اور سو رہا۔ پیاری میم صاحبہ میں انکی صرف عزت ہی کرتا ہوں ورنہ میں ان کا کچھ کھاتا نہیں ہوں۔ ہاں یہ حال میں ابھی ابھی آپ سے کہنے والا ہوں۔ اسوقت آپکو پورے طور سے معلوم ہو جائیگا

میم صاحب۔ پیارے بابو تو کیا تم اپنے گھر بالکل نہیں جاتا ہے۔

نوجوان۔ جی ہاں میں صرف کتابیں گھر میں بھجوا دیتا ہوں۔ اور آپ کے پاس چلا آتا ہوں۔ یہاں سے جاکر سٹریٹ اپنے کمرہ میں بیٹھ جاتا ہوں وہیں سے کھانا منگوا لیتا ہوں۔ اور باہر ہی مطالعہ دیکھتا رہتا ہوں۔ غرض آپ سے جو وعدہ ہے۔ فوراً چلا آیا۔ میرا دل قطعی ان سے بات کرنے کو نہیں چاہتا۔ مجھ کو سوائے اس کے کوئی اور خواہش نہیں۔ کہ تم پیش نظر ہو

ہمارے نوجوان نے ایک بوسہ پیارے پیارے رخسار کا لے لیا۔ میم صاحب نے بھی جوان کے لب نگیں کا ایک بوسہ لیا۔ اور اپنے سینہ سے جوان کو لگایا۔ اور ایک ٹھنڈی سی سانس بھری۔ نوجوان نے بھی بے تکلف اختلاط شروع کیا میم صاحب کے چہرہ پر جو غور کی۔ تو آنکھیں سرخ پائیں۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ اور محبت کا جوش نوجوان کے دل میں ایسا موجزن ہوا کہ اپنا بایاں ہاتھ میم صاحب کے سر کے نیچے رکھا۔ اور میم صاحب کے دہنے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے مطلوب کو خوب تھام میں کر کے لب نگیں کے بوسے لئے۔ میم صاحب مضطر مضطر کا پتلی بن گئیں۔ اور پانی پانی ہو گئیں۔ لیکن کیسی قابل دید بات۔ پھر کرا بھی آرام جوان کو ہوشیار کرکے اسکے رخسار رنگین کا عرق پونچھا۔ اور ہوا دینا شروع کی۔ جب میم صاحب نے آنکھیں کھول دیں۔ تو جوان کو پاس بیٹھا کر اور پیشانی پر دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

نوجوان۔ ڈیر کیوں کیا ہے۔ پیاری کیا تمہیں شرم ہے۔ [illegible]

میرے قبضہ میں نہیں ہے۔

میم صاحب۔ دیکھو اب تمکو ہمارا خیال دوچند ہونا چاہیئے۔ ہم تمہاری کم عمری سے نہایت اندیشہ میں پڑا رہتا ہے۔

نوجوان۔ میں بالکل آپ کے اس فقرہ کا کچھ مطلب نہیں سمجھا۔

میم صاحب۔ پیارے اسی بات کا کہ تم کو کسی عورت کا محبت پڑجائے اور ہم پھر آتش فرقت سے جلتا رہا۔ اور تم ہمکو اپنی نگاہ سے گرادے۔

نوجوان۔ دلشکر ہے اور چند روز سے سب تقریریں نیک ہیں تو پھر خدا نہ کرے کہ تمکو میری محبت کا آزار دیکھنا پڑے۔ پیاری دلہن شاید تمکو ابھی تک میری محبت کامل نہیں معلوم میرا تو یہ قول ہے۔

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ سے میرا دل پھر جائے۔ پھر دل میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جائے

مجھکو اپنے خداوند کریم کارساز سے امید واثق ہے۔ کہ میری تمام آرزوئیں پوری ہونگی۔ اسوقت تم نے دیکھ لیا۔ کہ میں کسی خاص وجہ سے محبت نہیں رکھتا ہوں۔ ورنہ کوئی مرد اپنی حالت کو ایسے نازک وقت میں نفس میرے سنبھل کر اس گناہ سے نہیں بچ سکتا۔

میم صاحب۔ بیشک تمہارا بیان بالکل سچا ہے۔ اور خدا تمکو ہمیشہ سچا کرے۔

نوجوان۔ ڈیر تم سوئیں یا نہیں۔

میم صاحب۔ بابو ہم بالکل نہ سویا۔ ہمکو اسوقت نیند آتا ہے۔

نوجوان۔ پیاری دلہن تمکو اس وقت سو رہنا چاہیئے۔ اسوقت تمہاری رنگت بھی زرد ہو رہی ہے۔ لائیے میں آپ کے پاؤں چاپی کروں۔

میم صاحب نے فوراً ہمارے نوجوان کی دونوں کلائیاں پکڑ کر کہا۔

پیارے بابو دیکھو تمکو یہ کام ہرگز مناسب نہیں۔ ہاں اس وقت موقعہ اور ہے۔ جو تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ بیان کرو۔ میں دل و جان سے سننے کو مستعد ہوں۔

نوجوان نے کرسی پہ بیٹھ کر یوں کہنا شروع کیا۔

پندرہواں باب

سرگذشت

نوجوان۔ پیاری میں کیا عرض کروں۔ وہ دردناک بیان تمہارے بھی دل کو دکھاوے گا۔

میم صاحب۔ پیارے! تم شوق سے بیان کرو۔ ہمکو اس حال کے سننے کا بہت شوق ہے۔

نوجوان۔ بہت اچھا میم صاحب سنیئے۔ میری ماں کی جس وقت شادی ہوئی۔ تو اس وقت میرے باپ پچیس روپیہ کے ہیڈکنسٹیبل کوتوالی شہر باندہ میں تھے۔ اور جس وقت کہ میں اپنی پیاری ماں کے پیٹ میں رہا تھا۔ تو والد کی ترقی پانچ روپیہ ہوئی یعنی والد کی تنخواہ تیس روپیہ ہوکر منتقل اسسٹنٹ ہوکر تھانہ نرگر ضلع باندہ تعینات ہوگئے۔ اور والدہ صاحبہ کو چھوڑ گئے۔ اور وہاں ایسے بگڑے اور ایسے کہ ایک رنڈی سے ملاقات ہوگئی۔ اور ایسے عاشق ہوئے کہ تمام تنخواہ اسی کمبخت کو دیا کرتے۔ اور بالائی آمدنی بھی اسی کا حق ہوگئی۔ والد صاحب نے ایک حبہ بھی نہ روانہ کیا۔ خط و کتابت کا جواب بھی ندارد۔ ہر چند میری امی صاحبہ نے تحریر خط کئے اور تاکید کی۔ لیکن کون سنتا تھا۔ آخر مجبور ہوکر جو سرمایہ تھا۔ اسکو فروخت کرکے بہ ہزار تنگی و جانفشانی سے گذر کیا۔ اور قلت کی یہاں تک نوبت تھی۔ کہ جب میں بدنصیب پیدا ہوا۔ اس دن تو والدہ کے پاس صرف انگشتری تھی۔ اسکو فروخت کرکے ایسے مبارک دن کا خرچ کیا گیا۔ اور والد صاحب کو میری پیدائش کی خبر کی گئی۔ مگر انہوں نے بسبب ناخوشی طوائف مذکور ایک حبہ روانہ کیا اور نہ خود تشریف آوری فرمائی۔ یہ میں اب بھی ضرور کہہ سکتا ہوں۔ کہ والد صاحبکو میری پیدائش کی چنداں خوشی نہ ہوئی۔ جب میری پیاری والدہ صاحبہ فاقہ کشی کی تاب نہ لا سکی۔ اور میں بھی بسبب نہ ہونے دودھ کے لاغر و کمزور ہوگیا

نواحی نظیر باغ میں ایک کرال صاحب بہادر سیشن جج رہتے تھے۔ نہایت رحمدل سلیم اور شریف آدمی طبع تھے۔ میم صاحب میں صاحب کی کیا تعریف کروں۔ سراپا ہمدرد صاحب بہادر کی خوبیوں سے واقف ہے۔ انکو والدہ ماجدہ نے ایک عرضی اپنی تمام مصیبت کی لکھ کر دی یہ ہمدرد تو تھے۔ ان پر اس عرضی کا بڑا اثر پڑا۔ فوراً حکم نافذ فرمایا۔ کہ سائلہ سے دریافت کیا جائے۔ کہ شوہر والدہ کسی انگریز کا نوکر تھا یا کسی نواب کا۔

میری والدہ نے لکھ بھیجا کہ انہوں نے نوکری کسی صاحب کی نہیں کی۔ مگر حکمت کیا کرتے تھے۔ اور شاہجہانپور رہا کرتے تھے۔ اور وہیں زمینداری بھی تھی۔ اور ڈپٹی احمد حسین میرے رشتہ کے چچا بھی تھے جس وقت صاحب نے یہ داستان سنی۔ اسی وقت صاحب کا ملازم محمد خان جمعدار ساکن شاہجہانپور کا تھا۔ اس نے بھی صاحب سے سفارش کی اور کہا کہ واقعی ان کا خاندان ذی عزت ہے جس کرنل کا میں نوکر تھا۔ وہ چلتے وقت مجھ کو آپ کے سپرد کر گیا تھا انکو تشنگ ہوئی۔ اور سید مرحوم نے ان کا علاج کیا۔ مرض کو بہا تشنگ ترقی ہو گئی تھی۔ تمام ناخن گر گئے تھے۔ مگر تیسرے روز ناخنوں پہ کھجلی آگئی۔ صاحب اکثر ان کے گھر جایا کرتے اور نیز میں بھی اپنے صاحب کے ہمراہ رہا۔ میری اچھی میم صاحب غرض میری امی جان کی عرضی پر صاحب نے حکم دیا کہ ہم چار تاریخ اس کا جواب دے گا۔ جب تاریخ حکم آئی۔ تو میری والدہ کو کرسی دی سولہ روپے دیئے۔ اور کہا کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر نے اس لڑکے کے باپ کی تنخواہ کاٹ کر ہماری چٹھی پر بھیجا ہے۔ اور یہ دس روپیہ کرنل صاحب کی طرف سے ہے جنے اسکو ولایت لکھا دیا۔ اگر حکیم کا بچہ تباہی کے سبب ذمیں ... رہا ہے۔ یا غریب ہے۔ تو تم دس روپیہ ماہوار اسکو دو ہم مقرر کرتا ہے لیکن مجھ کو لوتی صاحب نے روپیہ دینے کے قبل اپنی گود میں لے لیا تھا۔ بیٹا بنا لیا تھا۔ اور مجھ سے پیار کی باتیں کرنے میں مشغول رہا کرتے میں بھی ہاں ہوں کرتا تھا۔ اور صاحب کی گوری صورت کو دیکھ کر ٹھٹکتا تھا۔ صاحب جس وقت مجھ کو گود میں لیا کرتا تھا۔ تو کھل کھلا کر دونوں ہاتھوں سے صاحب

کی تھوڑی سی پکڑ لیا کرتا تھا۔ اور تھنشا صاحب کو یہاں تک مجھ سے پیار آیا کہ
اس آدمی سے کہا کہ تم جاؤ اور یہ روپیہ اس لڑکے کی ماں کو دے دینا
اور اس باپ لڑکے کو تم مجھکو دیدو۔ ہم اسکو اپنی فرزندی میں لیتا ہے۔
پس جسوقت وہ آدمی خالی گھر آیا۔ اور روپیہ دیکر وہ جملہ بیان کیا جو صاحب
نے فرمایا تھا۔ اف اسوقت والدہ کا جگر پھٹ گیا۔ اور سارا رونے لگیں۔
محلہ کی عورتیں آئیں اور رونے سے بدقت تمام منع کیا۔ اور تسلی کی آخر مجبوری والدہ
نے اس امر کو قبول کیا۔ کیوں میم صاحبہ میری والدہ کی کیا حالت ہو گئی۔ جسوقت
اس نے اس شخص کو خالی ہاتھ آتا دیکھا ہوگا۔ حزن مادری سے جو تیر مارا ہوگا
صاحب نے اس وقت ایک کاغذ اس مضمون کا لکھا۔ کہ اس لڑکے کو میں
بہ تندرستی ہوش و حواس اپنی فرزندی میں لیتا ہوں۔ بعد میرے میری جائداد کا
مالک یہ لڑکا ہوگا۔ سکول گھر سرکار کی طرف سے جایا کرے اور میری نوکری کیموافق
نوکری پائے۔ جس انگریز کی لڑکی مانگے۔ وہ میرے خاندان پر مہربانی فرما کر
اسے اپنی لڑکی دے۔ اور دو سو روپیہ ماہواری میری پرورش کے واسطے
مقرر کئے۔ آٹھ نوکر صرف میرے کھیلنے اور دل بہلانے کے واسطے رکھے گئے۔
اور تنخواہ سب کی صاحب ہی دیا کرتے تھے۔ بل صاحب کی اور سپرنٹنڈنٹ
صاحب کی میموں سے صاحب نے فرمایا۔ کہ تم دودھ پلاؤ۔ میمیں روز آتیں۔ اور
صاحب پیار کی خوشی کی وجہ سے مجھے گود ہی میں لئے پھرتی تھیں۔ اور کوشش
کیا کرتی تھیں۔ کہ مجھکو دودھ پلائیں۔ لیکن میں نے سوائے اپنی ماں کے دوسری
عورت کا دودھ نہیں پیا۔ تمام باندہ اس حال سے واقف ہے۔ صدہا روپیہ کے
کھلونے میرے کھیلنے کے لئے کلکتہ سے منگوائے جاتے تھے۔ میں صبح سے
دس گیارہ بجے رات تک صاحب کے پاس رہا کرتے تھے اور میں روتا۔ تو صاحب
فوراً آیا کے ہاتھ مجھکو والدہ کے پاس بھجوا دیتے۔

میم صاحب پھر

اب دو سو دس روپیہ ماہواری کی آمدنی ہونے لگی۔ علاوہ ازیں صاحب
بہت کچھ پرورش فرماتے تھے۔ وقتاً فوقتاً میرے گرد بیس روپیہ باندہ کر والدہ کو دیدیتے

جب اسی صورت سے تین سال گذرے تو میم صاحب نے مجکو ولایت بھیجنا چاہا۔ امامی جان نے اسکو منظور نہ کیا۔ صاحب کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا تھا کہ جو دو سو روپیہ ماہوار مقرر کیا تھا وہ بھی یکدم بند کر لیا۔ اور سخت بیرحمی سے برتاؤ کیا افسوس والدہ کے پاس جو تحریر صاحب کی تھی۔ وہ بدقسمتی سے اور اسی صاحب کی بے اعتنائی سے جاتی رہی۔ کیونکہ بیماری میں میری خرابی اول سے میرے والدین کی ذات سے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ ورنہ آجتک کوئی معقول عہدہ ملگیا ہوتا۔ کیونکہ صاحب بڑے عالی خاندان ذی رتبہ آدمی تھے۔ انکی تمام یوروپین عزت کرتے تھے۔ اور تعجب ہے کہ انکی بہن خاص ہما سے قیصر ہند کی ایک جلیل القدر مصاحب تھیں۔ انہیں ایام میں میرے والد شہر کے کوتوال ہوئے لیکن میری والدہ سے نامہ قفقت رہی۔ صاف تکرار رسائی چاہتے تھے۔ اور اپنی اس بے حیائی کی معافی چاہتے تھے۔ لیکن میری والدہ ایک شریف النفس عورت تھی۔ انہوں نے ہرگز نہ چاہا۔ اور انکا دل کسی طرح صاف نہ ہوا۔ ایسا تان میری والدہ کی رسائی ہو گئی۔ اے افسوس میری عمر چار سال کی ہونے پائی تھی۔ کہ میری امیدوں پر ناامیدی کا پانی پھر گیا۔ یعنی صاحب کو ایک ظالم نے اسی تعارف کلکٹر نے ایک یوروپین سول سرجن سے ملکر زہر دلوا دیا۔ میم صاحب افسوس ہے آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ میرے دلبر صاحب کے مرنے کا کیا صدمہ گذرا ہوگا۔ افسوس تھا ان ایام سے اگر ہوش ہوتا تو ڈاکٹر اور کلکٹر دونوں کو ایک پستول سے مار کر اپنے آتش حسد کو سرد کرتا۔ اور اپنے فادر کا بدلہ لیتا۔ لیکن ایسا کون تھا۔ کہ میری بیکسی پر رحم کھاتا۔ اور میرے صاحب کو موت کے زبردست ہاتھوں سے بچاتا۔

یہ خبر جب لندن پہنچی۔ صاحب کے ایک چھوٹے بھائی آ ملے۔ اور ہال یہ توجیہ بیان کرتا بھول گیا۔ کہ صاحب مرغ پرو کو خریدنے والے تھے۔ اور اسکو میرے ہی نام سے لینے والے تھے۔ اور انکا یہ ارادہ تھا۔ کہ جب سے صاحب نے وہ دو سو روپیہ ماہوار جو مجھے دیا کرتے تھے بند کیا تھا۔ یہانتک انکا ارادہ پختہ ہوا۔ کہ ستائیس ہزار روپیہ کے لاٹ صاحب نے خرید کرنے تھے میری قسمت نے ایک پل میں کو چین پڑنے نہ چھوڑا۔ یکدم ان کا سایہ میرے سر سے اٹھالیا

خیر جسوقت صاحب کے بھائی آئے تو میری والدہ نے کہا کہ کل جہیز دلہن کا اور پیر
صاحب کی جائداد ولایت میں ہے اسکا بھی مالک ہے چند آدمیوں نے اس کلام
کی تائید بھی کی۔ کوئی تحریری ثبوت والدہ کے پاس نہ تھا۔ جس میں
اس اثاثہ مالیت پر قابض رہتا۔ وہ جائداد میرے ہاتھ آئی۔ پس
زر نقد تو صاحب کے بھائی لے گئے۔ اور میز کرسی خیمہ۔ گھوڑا گاڑیاں وغیرہ خیمہ والا اسباب
و سامان تھا۔ وہ سب مجھکو دیدیا۔ چنانچہ یہ گھوڑا ابلق جو میرے پاس ہے۔
یہ خاص صاحب کے سوار ہونیکا ہے۔ کچھ تھوڑی سی جائداد صاحب نے خریدی
تھی جسکو والد صاحب میرے سن تمیز پر پہنچنے سے قبل عیاشی کی نظر کر چکے

جسوقت صاحب کا انتقال ہوا تو میرے والد کے پاس گیارہ ہزار چھ سو
روپیہ کا زیور طلائی و نقرئی تھا۔ اب پانچ سال سے میرے والد نے ملازمت
ترک کر دی ہے ایک شاہ صاحب مرید ہوئے انھوں نے اپنا خلیفہ کیا اب گوشہ نشین
ہو بیٹھے۔ میں بچپن سے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ جو کچھ ہے میرا ہے اور
خاص مالک اس جائداد کا میں ہوں۔ نہایت آزادی سے بسر اوقات کرتا
ان میرے ارادے میں کوئی واقف نہیں ہوتا۔ لیکن والد صاحب نے آج یہ نیا ظلم مجھ پر
کیا۔ اگر میری تعلیم میں کوشش کرتے اور ہمیشہ مجھکو نا ملایم الفاظ درشتی سے
کہا کرتے تو آج بھی میں اس ظلم کو برداشت کرتا۔ حالانکہ آج میرے دل سے نکلکر
وہ الفاظ لب پر آیا ہی چاہتے تھے۔ کہ میری ماں نے دوڑ کر میرے منہ پر ہاتھ رکھدیا
اور کہا کہ خبردار ایسا نہ ہو کہ کوئی غلط الفاظ تمھاری زبان سے نکلے۔ کمبخت سمجھ ماں کے
قدموں کے نیچے جنت ہے۔ پیاری بیگم صاحبہ اگر میں یہ کہہ سنتا تو والد اسقدر
میرے درپے نہ ہوتے۔ نیز تمہاری بدنامی کا خیال منع ہوا۔ صبح پھر اُن سے
مقابلہ ہے۔ اور میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ اب میں جناب ترے کے دو ٹکا
تم سے مجھکو اسوقت ہر طرح کا اطمینان ہو گیا خدا تم کو ہمیشہ اسی مہربان
رکھے۔ میں زمانے کے پھر جانے کا کچھ اندیشہ نہیں کرتا البتہ تمہاری
آتش حسن کی لپٹ میں چلا آتا ہوں۔ اب بیگم صاحب تمہاری خوشی سے
تمہارے رنج سے رنجیدہ ہوں۔ آج تمہاری صورت دیکھکر البتہ وحشت

رنج پہنچا۔ اور پچھلی بے اعتنائیاں بھی یاد آگئیں۔

میم صاحب۔ بیشک بابو تمہارا ناول بڑا حسرت ناک اور قابل افسوس ہے ہم بڑا رنج و افسوس ہوا کہ تمہارا فادر تمہارے ساتھ یوں سختی سے برتاؤ کرے۔ افسوس دنیا کا لہو سفید ہو گیا۔

سجاد حسین۔ مجھے اسکی تو اصلاح پروا نہیں کہ پیر جی سے برتاؤ کریں۔ یا تم ہی سے میرے دلکو ملائم بنا بیٹھیں میرے دلکو تو لیڈی آپکی محبت نے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میرے دلپر کیسی تازہ آفت آنیوالی ہے کہ یہ ایک دم کو مجھے قرار نہیں لینے دیتا۔ کاش میں آپکی پیاری صورت ہر روز اسٹیشن پر نہ دیکھتا۔ تو میری کیوں حالت ہوتی۔

میم صاحب۔ پیارے بابو کیا کوئی بشر دنیا کے پردہ پر ایسا بھی ہو سکتا۔ جو اپنی زندگی کا باقی حصہ آزادی کے ساتھ گذارتا ہو۔ خیر ہم تو اپنے خدا سے بہت ڈرتا ہے۔ کیونکہ ہم کو یہ خیال ہے کہ کوئی بے اعتدالی نہ ہو پائے کہ ہم اسکے سامنے روز حشر شرمندہ ٹھہرا ہو۔

سجاد حسین۔ میری پیاری میم ہم تو مرے جاتے ہیں۔

میم صاحب۔ میرے اچھے بیدم تم ہی سوچو ملک بغیر ہے اپر کیونکر تمہیں دسترس ہو سکتا ہے۔ مجکو یہ بات ہرگز منظور نہیں کہ میں اپنے دامن عصمت کو معاصیات سے آلودہ کروں۔ گو میں ایک یورپین لیڈی ہوں مگر مجکو اس بات کا بڑا خیال ہے کیونکہ مجکو بگڑنا اپنے پیارے گاڈ کے سامنے جانا ہے۔ البتہ میرے دلپر آپکی شکریئے والی محبت اثر کر چکی ہے۔ اور بیشک تم میرے دل کے مالک بن چکے ہو تم سوچو کہ جو عصمت پر کوئی دھبہ آیا تو میں تو کبھی منہ دکھانیکی نہ رہونگی گو میں مسیح برن کی عورت ہوں۔ لیکن شرم و حیا اس سے زیادہ ہے۔ یہ میں ضرور جانتی ہوں۔ کہ یہ تو آزادانہ گھومولہ سے ڈنکے کی چوٹ گرجا سے اڑاتی ہیں اور کوئی مانع نہیں ہوتا۔

سجاد حسین۔ اف پیارا بیقرار دل کیونکر تسکین پاسکتا ہے

میم صاحب۔ بابو ہم اس بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

خورشید حسین ملا۔ اور اسکو پریشانی کی حالت میں دیکھ کر یوں گویا ہوا۔
خورشید حسین۔ بھئی سجاد حسین خیر تو ہے۔ یہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔
سجاد حسین۔ ارے بھئی ذرا جنگل کی سیر کو نکل آیا تھا۔
خورشید۔ بھئی یہ اتنی سویرے کیسی سیر یہ سیر کس نے مانی۔
سجاد حسین۔ منشی صاحب رات سے کچھ طبیعت ایسی پریشان ہے کہ تمام رات نیند میرے پاؤں دبایا کی۔ مگر بیداری کہتی تھی۔ کہیں آنے نہ دونگی۔ بس اسی لحاظ سے میں آج فجر ہی کمرہ میں سے اٹھکر چلا آیا اور جنگل کی تر و تازہ بہار سے دلکو بہلانے لگا۔
خورشید حسین۔ بھئی پورے خبطی ہو۔
سجاد حسین۔ ارے بھئی، میں خبطی ہونیکی کون بات ہے جو آپ نے اوبکی لینا شروع کیا۔
یہ دونو باتیں کرتے کرتے کمرے میں آ پہنچے۔ دونو صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔
سجاد حسین۔ منشی صاحب وہ مراد آباد والا واقعہ آپ نے میرے سامنے فرمایا۔ بھئی وہ بڑا دلچسپ ہے۔ کامنی بائی کا یوں دریائے عشق میں غرق ہونا میرے دل کو صدمہ دیتا ہے۔ اسی اثنا میں اصغر علی صاحب آ نکلے۔ اور یوں ہمکلام ہوئے۔
اصغر علی۔ ارے صاحب کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ذرا ہم بھی تو سنیں۔
سجاد حسین۔ کچھ نہیں وہ جو حال میں مراد آباد کے ایک صاحب کا کچا چٹھا منشی خورشید حسین صاحب کی زبانی سنا ہے۔ اسی کا نکلا پڑتا ہے۔
اصغر علی صاحب میں کیا عرض کروں۔ یہ قصہ سنکر مجھکو تو صدمہ ہوا۔
اصغر علی۔ ارے بھئی ذرا ہمیں تو وہ قصہ سناؤ کیا قصہ ہے۔
سجاد حسین۔ منشی خورشید حسین صاحب نے میرے سامنے بیان فرمایا تھا۔ منشی صاحب پھر اسی کو دوہرا دیجئے۔

خورشید۔ نہیں بھائی اب مجھ سے بیان نہ ہوگا۔

سجاد حسین منشی صاحب حضور آپ ایک فقرہ تو اور بھی بیان فرمائیے۔ تاکہ انکو بھی دلچسپی حاصل ہو۔ اور عورت کی وفا معلوم ہو۔ یہ حضرت عورت کی محبت کے قائل نہیں۔ حقیقت میں دیکھئے۔ تو کامنی بائی کیسی بامروت عورت تھی۔ کیسا کام کر گئی۔ گویا دنیا میں کیسی نظیر اپنی چھوڑ گئی۔ ایک تو اکبری خانم زہر کھا کر لکھنؤ میں مری جنکی مثنوی زہر عشق مرزا شوق نے تصنیف فرمائی ہے۔ دوسری کامنی بائی ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی آرزوؤں کا خون کر کے اسپر امید کا پانی پھیر دیا۔ آج اسکا صفحہ دنیا پر شہرہ ہو رہا ہے۔ یوں تو ہم قصہ جات و ناول وغیرہ میں اکثر دن دیکھا کئے۔ لیکن ایسی دردناک داستان کوئی نہ دیکھی۔

سولھواں باب

نیا عشق

جان دیتے ہیں عبث عاشق شیدا انپر ان حسینوں کی محبت میں مزا کچھ بھی نہیں

ہندوستان میں مراد آباد بھی ایک ایسی جگہ پر فضا میں آباد ہے۔ کہ جسکی قطع بندی لکھو نہیں کھی جاتی ہے۔ ہر بازار اپنی خوبی پر لاکھوں ناز کر رہا ہے۔ بازار کی آرائش و زیبائش پر جان لوٹی جاتی ہے۔ پنجیروں کی دھوم مچ رہی ہے کلکٹی کا کام بڑی صفت سے کر رہے ہیں۔ گویا برتنوں کو انہوں نے دولہن بنا دیا ہے۔ اخباروں کی یہاں سے بھرمار ہے۔ نیز اخبار نظم کا بڑی دھوم سے نکل رہا ہے۔ اسکے بانیہ مضامین دل میں چٹکیاں لیتے ہیں۔ رفیق ہند و فخر عالم کی پہلی سالگرہ ہے۔ اسکے ہر صفحہ پر مذاق کا پہلو نکلتا ہے۔ جس وقت دفتر ایم۔ اے رشید کیلر کے سامنے تو عجیب سامان نظر آتا ہے۔ جدھر دیکھو نوجوان احمر ین سے لیے چہل قدمی کر رہے ہیں حسینوں کا جمگھٹ اپنا ناز دکھا

حسن دکھا کر اپنے عاشق کو والہ و شیدا بناتے ہیں ۔ اور محمد محمود رضا صاحب
خوشنویس کی گوری گوری انگلیوں کی لکھی ہوئی وصلیاں دکھا رہے ہیں ۔
اور کوئی خوش ہو کر کہتا ہے کہ بھائی جان دیکھو یہ وصلی کتنی عمدہ لکھی تھی ۔ گویا
اسمیں تو خوشنویس نے جان ڈالدی ہے ۔ کوئی اپنے عاشق سے عمدہ عمدہ
ریشمیں کپڑے خرید کروا رہا ہے ۔ کوئی گلدستے چھڑیاں اپنے عاشق سے خریدوا
کر سامنے کو جاتا دکھائی پڑتا ہے ۔ کوئی سامنے والی دوکان پر بیٹھا انسے
مذاق کرتا دکھائی دیتا ہے ۔ اسوقت سامنے چوک بھی پر فضا سماں نظر آتا
ہے ۔ ہمارے مشفق منشی محمد عبد المجید صاحب ایم ۔ اے کے
دوکان پر ایک نازنینوں کا جمگھٹ لگا رہتا ہے ۔ یہ دوکان تمام بازار
کی جان اگر کہا جائے تو زیب ہے ۔ اسکی خوبی دیکھنے پر مبنی ہے ۔
اسوقت ہم سامنے والی سڑک پر چند قدم بڑھکر ایک گلی میں سے
چلتے ہیں ۔ اور اسکی دہنی جانب پر ہم ایک نازنین کو ایک نوجوان سے غرور کی باتیں کرتا پاتے ہیں
وہی نازنین ۔ کیوں پیارے اعجاز حسین کیا اب تم مجھکو کوئی معمولی عورت
تصور کرتے ہو ۔ نہیں میں اس وقت جو تم سے کہہ رہا ہوں ۔ اس سے دو چند
کر گذرونگی ۔ اب تم مجھکو پہلی سی نہ پاؤ گے ۔ یا میرے کھوئے ہوئے دل
کی کچھ تلاش بھی کر سکے

اعجاز حسین ۔ ہاں ہاں ۔ بیشک کامنی بائی جب کہ تم سے یہی امید ہے
یعنی پیاری یہ تو سوچو میں ایسا کر کے دنیا کے لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا ۔ اور
کیونکر اپنی ماں کے سامنے جاؤں گا ۔ اسکے سوا میرے خیال میں
تمکو عیب اپنی نظروں میں جو تصور کر سکے ۔
کامنی بائی ۔ تم کو میرے درد کا خیال نہیں ۔ پیارے اعجاز دیکھو اگر تم سے
میرے درد کا علاج ہو سکے تو بہتر ورنہ میں تو بھی دنیا سے چلی ۔
اعجاز حسین ۔ پیاری کامنی دیکھو صبر کرو ۔ میں کوئی صورت نکالتا ہوں ۔
پیاری یہ کام تو کچھ منہ کا نوالہ تو ہے نہیں کہ فوراً میں کر ڈالوں ۔
کامنی بائی ۔ مجھے اچھا صبر بند رہتا کرنا ہے ۔

اعجاز حسین۔ یہ درست ہے پر تمکو بھی تو اپنا خیال رکھنا چاہیئے ورنہ خدانخواستہ کوئی لڑکی پیدا ہو۔ تو میرے واسطے بڑا غم کا ہوگی۔

کامنی بائی۔ ہاں ہاں آپ یا سوچئے۔ بہن آپکو مسلمات دیتی ہوں۔ پیارے میں اسوجہ سے زیادہ پریشان ہوتی ہوں۔ کہ میرا خیال جیسا جھمک جھمکا ادا و دیتا ہے۔ تمہی کہ اس گھر کو خیرباد کہکے کہیں کو نکلجاؤں پیارے تمکو اسوقت اسوجہ سے تکلیف دیگئی۔

اعجاز حسین۔ پیاری تمہارے ماں باپ تمہاری نسبت کیسے برے خیال کریں گے۔ کیا میں اور تم یہ کام کر کے پھر دنیا میں بھی رہنے کے قابل ہونگے۔ نہیں نہیں ہرگز ہم بے حیا بنکر لوگوں کو منہ دکھائیں گے۔

کامنی بائی۔ اور مجھ کو اس کی پرواہ تو ذرا بھی نہیں ہے۔ کہ میرا حشر کیا ہوگا۔ ہاں البتہ آپ اپنی دور بینی سے کام لیجئے۔

اعجاز حسین۔ اچھا تو آپ جایئں اور آج شب کو سات بجے تیار رہنا۔ میں جتنا اوسع کوشش کروں گا۔ آہ ہم نکی باہیں بیٹھیں۔ شاید ان دونوں کی کہیں بھاگ جانے کی رائے قرار پائی ہے۔ اے افسوس پرلوش اس گھر میں ٹھہرنا ایکلمحہ تاگوار گذرتا ہے اف اسکا دل تو کسی نے آنکھوں میں چرا لیا ہے جو یوں بیقرار ہے اور یہ جسیا جاکر اپنی پلنگ پر گر گئی۔ اسکی ہمجولی سندر بائی اس کے کمرہ میں آئی۔ اور اسکو آزردہ دیکھکر گھبرا گئی۔ اور یوں گویا ہوئی۔

سندر بائی۔ پیاری کامنی آپکا کیسا مزاج ہے۔ پیاری اسقدر بیقرار سی و بے چینی کیوں ہے۔ دشمنوں کے دل کا کیا حال ہے

کامنی بائی۔ کچھ نہیں ذری طبیعت آجکل سست رہا کرتی ہے۔

سندر بائی۔ اسے تو اتنا گھبراتی کیوں ہے۔ اسکی کیا وجہ۔

کامنی بائی۔ بہن مجھے کیا معلوم۔

سندر بائی۔ پیاری بہن آؤ۔ ہم تم اس کمرہ میں بیٹھ کر دل بہلائیں تاکہ آپکی طبیعت کو تازگی پہنچے۔ کامنی بائی اس لڑکی کے کہنے سے اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ یہ دونوں وہاں بیٹھیں ہنسی مذاق کرتی رہیں۔ لیکن کامنی بائی کا دل نہ بہلا۔ لاکھ اس نے بہلایا۔ مگر میلا ہوا دل کب کسی کے بہلائے

سے بہلاتا ہے۔ سندر بائی تو تھوڑی ہی دیر میں اٹھ کر چلی گئی اور کامنی باقی
جب اکیلی اپنے کمرہ میں رہ گئی تو اپنے دل سے یوں باتیں کرنے لگی۔

کامنی مجھکو معلوم ہے کہ تیرے دل پر اس نوجوان نے افسون پھونک دیا ہے
کہ تیرا دل ذرا نہیں بہلتا۔ ارے یہ کیا بلا ہو گئی۔ کیوں اے دل اس کی
صورت میں کیا ایسے لال لگے ہیں۔ کہ تیرا میرا مضطر نیکو ایک دم بھی نہیں جاتا تھا
تو اس کی صورت کو ڈھونڈ رہا ہے۔ ارے کمبخت میں نے
اپنے ماں باپ کی عزت کا بھی کچھ پاس نہ کیا اور بیباک تو اسکے ساتھ
جانیکو تیار ہو گئی۔ اگر میرا باپ ایسا بات کرے گا تو مجھکو کہاں تک اپنی نظروں سے جدا
سمجھا کرے گا۔ میرے پیارے ماں باپ اور دیکھتے اپنا یہ احوال کریں گے۔
ارے ہے میرا یوں گم ہو جانا کچھ ایسا ویسا تھوڑا ہی ہے۔ میں یہ جانتا ہوں
میرے واسطے تو ماتا پتا دونوں مرجائینگے۔ افسوس پھر میں کیا کرونگی۔ اے اچھا
اب میں تجھ سے پوچھتی ہوں۔ کہ اب کیا کروں۔ اور مجھکو کیا کرنا چاہیئے میرا
تو دم نکلا جاتا ہے۔ اے کسی کی صورت نے تو میرا تمام صبر و شکیب
چھین لیا۔ کاش مجھ کو اگر ذرا بھی خبر ہوتی۔ تو اپنا دل اس کے سپرد نہ کرتی
لیکن اب کیا کروں۔ وہ تو میرے بس سے نکلگیا۔ اب میں نے لاکھ جتن سے
میں ڈھونڈا۔ مگر اسکا کہیں پتہ نہ ملا۔ جو میں اس کی منت سماجت کرکے
اپنے قابو میں لاتی۔ ارے ہے اب میں اسے کہاں تلاش کروں۔ وہ تو دل
پر رکھ کر) ارے ہے اس کا کہیں پتہ ہی نہ ملا۔ اب
میں کیا کروں۔

کچھ عجب حال ہے جب سے دیکھا تیرا ہے ہم نہیں آپ میں احسان یہ تمہارا کیا ہے

یہ حضرت استاد احسان علی جناب سید رامپوری مد ظلہ کا شعر ہے۔ اور سمجھا پڑھ کر
لگی۔ کوئی اندازاً بیس منٹ بالکل ساکت پڑی رہی اور پھر کو ہوش آیا۔
تو صندوقچہ میں سے وہ خط نکالا۔ جو کسی کی حسرتوں کا آخری نتیجہ تھا
جو اعجاز حسین نے اسکو اشتیاق کا بھرا ہوا لکھا۔ اور اس نے اسکو پڑھنا
شروع کیا جسکا مضمون یہ ہے۔

پھر بھلا آپ لوگوں کا تو بہت بڑا نقصان ہوگا۔ بس یہ کمترین عرض پرداز ہے
کہ میں ہر روز آتا جاتا بلاناغہ آپکو سنا دیا کرونگا۔ آپ خاطر جمع رکھیے۔
اب یہ سب اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور سپاہی بھی اسلیپنگ روم میں سو رہا۔

سترھواں باب

آہ اب میں کیا کروں

جیتر گوہر کیونکہ خاص صورت اپنے وطن میں عدو کے ساتھ وہ چلتے پھرتے ہیں یہ وہ انگلستان میں
ہینگنڈ لینڈ صاحب ایک بڑا دلیر آدمی تھا۔ ہندوستان میں اس کے بڑے بڑے
کارخانہ جات اب بھی ہیں۔ اس نے ایک جلسہ میں ڈبلن کے رہنے کی کوشش کی۔
لیکن نہ ہو سکا جماعت عورت قدرت نے دنیا کے پردہ پر پیدا کی تھی۔ وہ کیونکر اس
آزادی کے ساتھ مل سکتی ہیں۔ صاحب ہر چند کوشش کیا کرتا۔ لیکن کوئی پہلو
نہیں نکلا۔ آخر کار مجبور ہو کر ہیگنڈ لینڈ صاحب نے ڈبلن کے صاحب کو اپنے
ہاں تین سو روپیہ ماہوار پر نوکر رکھا اور اس کے متعلق آفس وغیرہ تمام گھر بار کا
بوجھ اسپر چھوڑ دیا۔ کئی مہینے جب یونہی گذر گئے تو ایک روز صاحب نے ڈبلن
کے صاحب سے یوں کہا۔

ہیگنڈ لینڈ۔ ول صاحب تم کیا اپنی میم بانده چھوڑ کر آیا ہے۔ یہاں کیوں
نہیں بلاتا۔

ڈبلن کا صاحب۔ ہم یہاں کیوں کر اپنا میم صاحب رکھ سکتا ہے۔ جب
تک ہم کو پورے طور پر اطمینان نہ ہو جاوے۔ دوسرے کوئی بنگلہ
ہمارے رہنے کے قابل یہاں نظر نہیں آتا۔

صاحب۔ ہم تم کو ایک بنگلہ بنوا دیتا ہے۔ تم آج ہی اس کا
نقشہ کھینچکر سامنے لائیگا۔

اب ہم آیندہ سے ڈبلن کے صاحب کو چھوٹے صاحب سے یاد
کرینگے اور ہیگنڈ لینڈ کو بڑے صاحب سے

چھوٹے صاحب نے اپنے واسطے ایک عمدہ بنگلہ کا نقشہ کھینچکر
اور مستری کو بلا کر دیا۔ فوراً ہی بنگلہ بننا شروع ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے اندر
بنگلہ بنکر تیار ہو گیا۔ چھوٹے صاحب نے اپنی میم صاحب کو ایک چھٹی لکھی ۔

یکم مارچ ۱۸۱۷ء ڈیر فرینڈ تم سے جب سے رخصت ہو کر ہم
کلکتہ راج گھاٹ آیا ہے۔ اچھا ہے۔ اب تمہارے رہنے کے قابل بنگلہ
یہاں تیار کرا لیا گیا ہے۔ تم فوراً ہماری چھٹی دیکھتے ہی سے چلے آؤ

یہ چھٹی ولین کو جس وقت پہنچی۔ پڑھ کر سب بہت ہی آزردہ ہوئی۔ اور
اپنی آیا کو بلا کر کہا ۔

میم صاحب۔ آیا تمکو کچھ خبر کچھ خبر ہے

آیا۔ (تجاہل عارفانہ کر کے) جی حضور نہیں ۔

میم صاحب۔ اف ہم اس خبر کو تمکو کس دل سے سنائے۔ افسوس تمکو
معلوم ہے۔ ہم کیونکر اس پیارے شہر بالدہ کو چھوڑ سکتا ہے پیاری
آیا ہمارا صاحب ہمکو کلکتہ راج گھاٹ بلاتا ہے آیا ہم کیا کرے۔ تمکو بھی
معلوم ہے کہ پیارے بابو کو ہم نے اپنے دم سے ایکدم جدا کرتا نہیں ہے
ہمیں ایک لحظہ کو بھی اس کی پیاری صورت کی یاد چین پر نہیں چھوڑتی ہے۔
پھر اب ہم کیا کرے

آیا۔ میم صاحب میں کیا عرض کروں۔ واقعی یہ غضب ہی ہو گیا۔

میم صاحب۔ ہم اگر چاہے تو نہیں بھی جا سکتا۔ لیکن ہمارا صاحب
اس حرکت سے از حد ناراض ہوگا۔

آیا۔ میم صاحب ٹھیک یہ بات کوئی دشوار نہیں ہے۔ لیکن تو کوئی قدم
بھی کچھ حرج نہیں۔

میم صاحب۔ اچھا پھر اب میں کیا کروں ۔ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ میرا
تو دل بابو کے بغیر ہرگز چین نہیں پائیگا۔

آیا۔ میری اچھی میم صاحب میں خود پریشان ہوں۔ ایک مدت ہوئی کہ [illegible]
پہنچ سے زیادہ فکر [illegible]

آپ کے دشمنوں کی کیوں یہ صورت ہوتی۔
میم صاحب۔ نہیں آیا! ہم ہرگز نہیں جائیگا۔ اور اگر گیا بھی تو پیارے
بابو کے وہاں جانے کی کوئی صورت نکلے گا۔ کیونکہ بغیر بابو ہمارا وہاں ایک
دم جی نہیں بہلیگا۔ صاحب ہمارے صاحب پاس نہیں رہیگا۔ وہ اپنی ڈیوٹی پر
ہوگا۔ پھر بتاؤ آیا ہم کیونکر رہ سکتا ہے۔
آیا۔ میم صاحب میں کیا عرض کروں۔ آپکے صدمے نے تو میرا دل تال بے تال
کر دیا۔ کیونکہ یہ آپ کا رنج مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ زمانہ کی نیرنگیوں سے
میں کچھ ایسی پریشان ہوگئی ہوں۔ کہ بیان نہیں کر سکتی۔
میم صاحب۔ بیشک آیا۔ ہمارے ساتھ اس زمانہ کا بہت ہی بُرا برتاؤ
ہو رہا ہے۔ اس چرخ ناہنجار کو ہمارا یہاں رہنا ہی نہیں بھاتا۔ کوئی ایسا
پہلو نہیں نکلتا کہ میں نہ جاؤں میرا خیال میرے پاس سے رخصت ہو کے
ایک کامیابی کے درجہ میں میری بہبودی کا پہلو ڈھونڈا کیا۔ لیکن مایوس ہو کر
مجھ سے آکر کہتا ہے کہ تجھکو جانا پڑیگا۔ پیاری آیا اب میں کیا کروں او مائی گاڈ
بابو اب مجھ سے تیری ہمیشہ کیلئے جدائی ہوتی ہے۔ نہیں۔ نہیں یہ ہرگز نہ جائیگی
لیکن اسکو ایک مجبوری کی کشش لئے جاتی ہے میرا تو بھی تم نے اس زور
سے اک دھکا دیا ہے۔ کہ میں اب اس سے چھٹ نہیں سکتی۔ ہاں اگر کوئی تجویز
سے میری بھلائی کا پہلو نکلے ورنہ اب میں چلی۔ ہائے افسوس کیا میری
حسرتوں کا خون ہو رہا ہے۔
آیا۔ میم صاحب ہمارا کام کوشش کرنا ہے۔ اور آپ کا اسپر عمل کرنا۔ اگر ممکن
ہو تو آپ بابو صاحب کو اپنا ملازم بنا کر اپنے ہمراہ کلکتہ راج گھاٹ لے
جائیگا کیونکہ آپکے دل بیقرار کو اس کی پیاری صورت نظارہ تسکین دیتا ہے۔
میرے خیال میں اس سے زیادہ کوئی صورت بہتر مجھے نظر نہیں آتی۔
میم صاحب۔ خیر یہ ترکیب۔ وہ آیا کیا پھر تم نے اس وقت نکالا
ہے۔ یہ بات میرے اختیار میں رہا ہے۔ لیکن اس وقت تو یہ کارگزاری نہیں ہو
سکتا جب تک صاحب بابو کو خود اپنے علم سے نوکر رکھے۔ ہاں میرا کام صاحب سے

تو شکایت نہیں کرتی تھیں۔

سبا پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اور سجاد حسین کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ بیمار نوجوان گھبرا گیا۔ اور یوں کہنے لگا۔

سجاد حسین۔ سبا میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا بات ہے۔ میں اس قدر جلدی کرتا ہوں۔ اور تم چپ کھڑی ہو۔ اسے کہتے ہو۔ آخر کیا سبب ہے۔ جلد بیان کرو ورنہ میں دم توڑ دوں گا۔

سبا نے دیر تک چپ رہنے کے بعد کو ایک غمگین صورت بنا کر یوں کہا۔

سبا۔ اے حضور ان الفاظ کو کس طرح زبان پر لا سکتی ہوں۔ وہ تو آپ کے بیقرار دل کو اور تڑپائیں گے۔

سجاد حسین۔ نہیں سبا تم جلدی کہو ورنہ میں دنیا سے چلا۔

سبا۔ افسوس آپ کی بیقراری نے بہت پاؤں سر پر رکھے ہیں۔ ہائے اگر آپ نہیں مانتے تو سنئے ...... صاحب ...... تو کل رات کو وہ کامنی یہاں سے تشریف لے گئیں۔ نہ معلوم کہاں چلی گئیں۔ میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آئی ہوں۔ میرے اچھے بابو میں نے خود یہ حالت دیکھ کر طبیعت بگڑ گئی ہے اور ہوش اڑ گئے ہیں۔

سجاد حسین۔ تڑپ کر) ارے کیا سچ کہتی ہے۔ کہ میری پیاری میری جان کو تڑپتا چھوڑ کر کہیں چلی گئی۔ اف غضب ہے کیا تو مجھ کو دکھانا چاہتی ہے۔ ہائے اللہ اب میں کیا کروں۔ مجھے تو زندگی وبال ہے افسوس یہ کیسی خرابی ظاہر ہوئی جو دل دکھانے کی ہے۔ پس میں اپنے کو تیغ کرتا ہوں۔ مجھے زیست اس کے بغیر اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ جب دل ہی قابو میں نہ ہو تو پھر جینا بیکار ہے۔ اس وقت میری نظروں میں تمام عالم تیرہ و تار معلوم ہوتا ہے۔

سبا۔ حضور ذرا دل بیقرار کو تسکین دیں۔ پھر کوئی صورت ضرور نکل آئے گی۔ اس قدر گھبرانے سے کوئی فائدہ۔ ذرا آپ صبر کیجئے۔ پھر جس طرح سے کام بنے گا کوئی صورت میں حضور کی بہبودی کی نکالوں گا۔

سجاد حسین۔ سبا میری زندگی میرے نزدیک بیکار ہے میں جہاں تک

انتظار کرتا ہوں۔ تو وہ پیاری صورت اب مجھ کو دیکھنے کو میسر نہ آسکے گی پھر جستجو ہے۔ یہ تم لوگوں کا خیال ہے کہ ہم کوئی صورت نکالیں گے۔ بھلا بتلایئے تو کون ایسی صورت میں میرا کام ہو سکتا ہے کہ میری محبوبہ کو مجھ سے لا کر ملا دے گا۔ ابھی بیقراری کے عالم میں اصغر علی آیا۔ اور سجاد سے نوجوان کا حال دگرگوں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور کسی سے حال زار کا اندازہ کرنے لگا

اصغر علی۔ ارے بھئی سجاد حسین آج تو آپ کے دشمنوں کا برا حال ہو رہا ہے۔ ارے صاحب یہ کیا معاملہ ہے آپ ذرا اپنی حالت کو سنبھالئے دیکھئے تو کیسی ابتر حالت ہو گئی ہے۔

سجاد حسین۔ پیارے دوست اچھے دوست میں کہاں تک اپنی حالت کو سنبھالوں۔ میرے پیارے میرا شیشۂ دل تو ٹکڑے ہو گیا صبر و شکیب کا قافلہ ایک ظالم رہزن نے ہم سے لوٹ لیا۔ یہ تو آپ کو پورے طور سے معلوم ہی ہو گیا ہے کہ جس نے میرا دل اپنے گورے گورے رخساروں کی جھلک دکھلا کر چھین لیا۔ لیکن وہ ظالم اپنے بنگلہ سے مجھے تڑپتا چھوڑ کر کہیں کو چلی گئی۔ پیارے دوست کیا کروں۔ میری زندگی اس کے بغیر مجھے وبال ہے۔

ابھی اثنا میں خورشید حسین بھی آ گیا۔ ادھر ادھر کی باتیں [illegible] ہوتی رہیں۔ پھر تو اصغر علی نے کامنی بائی کا سلسلہ چھیڑنا شروع کیا۔

خورشید حسین۔ ارے بھائی تم کو کامنی کی حالت سننے کی پڑی ہے اور ہمارے دوست سجاد حسین صاحب کی طبیعت آج نہایت درجہ مغشوش ہو رہی ہے

سجاد حسین۔ نہیں بھائی آپ شوق سے فرمائیں۔ میرے دل کو بھی اس کے سننے سے ہی تسکین ہوتی ہے کیونکہ میرے دل کو عشق خانہ خراب نے برباد کر رکھا ہے۔ اور یہ عشق کی حالت ہے جو اس کے سننے سے طبیعت کو تازگی پہنچے۔

خورشید۔ نہیں بھائی آپ شوق سے فرمائیں میرے دل کو بھی اس کے سننے سے بھی تسکین ہوتی ہے کیونکہ میرے دل کو عشق خانہ خراب نے برباد کر

کر رکھا اور یہی عشق کی حالت ہے۔ ضرور اسکے ملنے سے طبیعت کو تازگی پہونچیگی

خورشید حسین۔ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو میں سب کہنے کو تیار ہوں۔

اصغر علی۔ ارے بھائی جلدی بیان کرو۔ ہماری تو جان انتظار میں جاتی ہے۔

خورشید حسین۔ ارے صاحب اس قدر گھبرائے کیوں جاتے ہو۔ پھر کہتا ہوں نا۔ ایسی جلدی کیا پڑی ہے۔

ہمارا نوجوان تو کرسی پر سے اٹھ کر پلنگ پر جا کر لیٹ رہا۔ اور یہ دونوں بھی اٹھ کر بنچ پر بیٹھ گئے

انیسواں باب

پھر امکان ہو چلی ہے

صد ہزار شکر کہ ہم تو لکھنؤ دکن سے نکلے   جس طرح سے کے مالی گل کو چمن سے نکلے

مراد آباد کے امروہہ دروازہ سے آپ جس وقت نکلیں گے تو آپ کو ایک سیدھی سڑک ملے گی وہی آپ کو اسٹیشن پر لیجائیگی۔ مراد آباد دیکھا ایک ایسی پر فضا جگہ میں آباد ہے کہ اسکی تختہ بندی پر صانع قدرت نے اپنی صناعی ختم کر دی ہے۔ اس شہر کے برتن تو تمام ہندوستان میں ضرب المثل بنے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے انگریزوں امیروں کے پاس انہوں نے جگہ پائی ہے۔

اسٹیشن ایک ایسی پر فضا جگہ میں واقع ہے۔ کہ جسکی خوبی اپنی خوبصورتی پر ناز کرتی ہے۔ یہاں گاڑیاں ہر وقت آیا کرتی ہیں۔ جانے والے مسافروں کو جائے مقام پہنچاتی ہیں۔ یہ اسٹیشن جنکشن کہلاتا ہے۔ [illegible] بائیں پہلو میں کارخانہ جات کو جگہ دیئے ہوئے ہے۔ اور داہنے پہلو میں ٹھاکروں [illegible] کے بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ یہ اسٹیشن دو منزلہ ہے۔ [illegible] سامنے کو دیکھو [illegible] اسٹیشن [illegible] اپنی [illegible] دکھاتے ہیں [illegible] غضب ہی کا [illegible]

جو حسن عطا کیا ہے۔ ہر قسم کے گل انگریزی وضع کے لگے ہوئے اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ کہیں گل مہتم کی قطار لگا ہوا ہے کسی گملے میں سفیدی اور کسی میں سرخی ہے کسی میں آ رہی ہے۔ کہیں نرگس حیا ناز سے دریدہ نظریں مار رہی ہے۔ کسی شاخ پھاسوں لسترن اور ذری اور دی آنکھیں نکال رہی ہے۔ کہیں بیولی کے پھول ہنستے ہنستے کھلے جاتے ہیں۔ قمیرکی پیاری پیاری اداؤں پر دل کو لبھا رہی ہیں۔ کسی جگہ بیلا کھڑا ہے۔ غرض ہر ایک گل کی نرالی ادا ہے۔ انگریزی کا پھول بیچ اور جیسے ہونے میں سوتا کر۔ یوروپین لیڈی ہاتھ میں لئے پلیٹ فارم پر گلگشت کر رہی ہیں۔ ڈیپو چالان کرنے کو بے چین جا رہا ہے۔ ٹکٹ کلکٹر ٹکٹ کی جانچ پڑتال میں اپنی ڈیوٹی پوری کر رہے ہیں۔ رام پور کو جانے والی گاڑی لائن پر کھڑی ہے۔ انجن تنہا کر بیٹھی پر سستا رہا ہے۔

اس وقت شب کا پہلا وقت ہے۔ اندھیری رات ہونے کی وجہ سے آسمان پر اندھیرا ہو گیا ہے۔ لیکن اسٹیشن پر تمام لالٹین روشن کر دی گئی ہیں جس کی روشنی مسافروں کو مسرت بخش رہی ہے۔

اس وقت ہم ایک شخص کو سفید چادر سر سے پاؤں تک اوڑھے ہوئے نازنین کی گاڑی میں جاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ اتنا ہی اتنا میں آیا ٹکٹ کی جانچ کرنے یہاں گویا ہوئی۔

آیا۔ جناب بیگم صاحبہ آپ کہاں تشریف لے جائینگی۔

وہی نازنین۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ میں کہاں جاؤنگی۔

آیا۔ اے حضور یہ کیونکر مان لیا جائے۔ کہ آپ ریل میں سوار ہیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ آپ کہاں جا رہی ہیں۔ کیا کوئی آپ کے ہمراہ مرد نہیں ہے جس کے ہمراہ آپ جا رہی ہیں۔

وہی نازنین۔ میرے ساتھ ہی میں میرا شوہر ہے۔ پر مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ مجھے کہاں لے جائینگے۔

آیا۔ آپ کی دولت خانہ کس جگہ ہے

نازنین۔ میرا مکان دہلی ہے اور زیادہ میں نہیں جانتی۔

آیا۔ اچھا آپ اس کوپج پر آرام فرمائیے۔ میں جاتی ہوں۔

آیا ذرا باتیں کرکے چلی گئی۔ اور انجن نے سیٹی دیکر اپنی رفتار لی پچیس منٹ میں

ہمارے مسافر کو تکو گاڑی نے اسٹیشن رامپور پر اتار کر لکھنؤ کو روانہ ہو گئی۔ ہمارے
دونوں مسافر بگی میں بیٹھ رامپور کو چل دئے۔ لیکن دل میں یہ خیال کیا۔ کہ اس
نازنین سرمایۂ حسن کو وہاں جاکر کہاں اتاروں گا۔ میں نے بڑی غلطی کی اگر کسی نے اس
حسینہ کو شناخت کر لیا۔ تو میرے واسطے تو غضب ہی ہو جائیگا۔ افسوس اس کمبخت
کی محبت نے تو میرا تمام کام بگاڑ رکھا ہے۔ دیکھیے اب کیا حال ہو۔ میں
نے جہاں تک اندازہ کیا۔ یہ کام برائی کا ہے۔ کاش اگر میں اس کو یوں نہ
بھگا کر لاتا۔ تو اچھا تھا۔ اب میں کیا کروں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔
ایک تو یہ آفت ہے کہ اب میں اسکو کہاں لے جاکر رکھوں گا۔ میں تو کسیکو جانتا بھی نہیں
ہوں۔ ہائے اگر کسیکو خبر ہو گئی۔ تو میرے واسطے کیا ہوگا۔ اف عشق تیرے
ستمگر دل سے خدا بچائے۔ افسوس عاشق نام کے واسطے ہمیشہ ہی صدمہ
جھیلنا منشی قدرت نے لکھ دیا ہے۔ ہمارا مسافر اپنے دل سے باتیں کرتا
ہوا جارہا ہے۔ اسکے ساتھ جو حسینہ بیٹھی تھی۔ اسکا گھبرانے والا دل گھبرا رہا ہے
نازنین۔ میرا دل اسوقت بہت گھبرا رہا ہے۔ جانے کیوں اس قدر بے چینی
اسکو ہے۔ پیارے اعجاز حسین یہ کون شہر ہے۔

اعجاز حسین پیاری اس شہر مینو سواد کا نام رامپور ہے۔ یہاں کئی
لوگ بڑے معقول اور قدیم مشہور ہیں۔ حضور ہمارے نواب مدار المہام
صاحب ریاست رامپور ہیں۔

شعر گوہر

دن رات ہے خیال ریاست کے کام کا — بجتا ہے ڈنکا آج مدار المہام کا

ہمارے ممدوح نے شہر کو گلزار بنا دیا ہے۔ خود سروں کے نام صفحۂ دنیا سے
چن چن کر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا کے تمام اہل ریاست عیش میں پڑے
بے خبر ہیں۔ نیز سید امداد حسین صاحب ریاست کے ایک کوتوال ہیں۔
ان کا انتظام بھی قابل تعریف ہے۔ وہ بھی اپنے کام کو بڑی خوبی سے سرانجام
دیا کرتے ہیں۔ انکی چند دنوں پر تو ایک ڈاک بندھ گئی ہے۔ کیوں نہیں ریاست کے
تمام حکام بڑی خوبی کے ساتھ نہایت سرگرمی کو انجام دیتے رہتے ہیں۔ وہ پیارے کی
میں ہے نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر دام اقبالہم کی تعریف کیا کروں۔ پیارے کی

میں تم ہیں کو بطور قصیدہ کے چند اشعار سناتا ہوں کہ تمہارا دل بھی بہلے گا۔ اور ہمارے حضور کی لیاقت کا تم کو اندازہ بھی ہو جائے گا۔ یوں تو منشی کوہر بخشی رامپوری نے ایک ناولہ رامپوری دلآرا لکھ کر ان کے عدل اور انصاف اور لیاقت کا اندازہ پبلک کو کرا دیا۔ وہ تو غالباً آپ سب ہی کی نظر سے گذرا ہوگا اور ہمارے نواب نے تو آج نوشیرواں کی روح کو شرما دیا۔ وہ وہ فیض جاری ہو رہے ہیں جو ضرب المثل بن گئے ہیں۔

کدھر ہے تو اے ساقئ بے خبر — ذرا لطف سے کر ادھر بھی کرم
کوئی جام بھر کر پلا دے مجھے — خدا کے لئے تو پلا دے مجھے
لکھوں تاکہ وصف شاہ زماں — کہ ہے ہو دلکو میرے کچھ قرار
سنا ہے زبان سے لوگوں کی حال — کہ عادل تھا نوشیرواں خوش خصال
دکھلا گئے ہیں کیوں کہ انتہار — جو دیکھا تو سچ کیونکر کریں شمار
عبث لوگ کرتے ہیں اس کا بیان — جو عادل ہے اس وقت وہ ہے عیاں
نواب نام نامی ہے ان کا تمہیں — اسی کی صفت کر دکھاؤں تمہیں
وہ حامد علی خان شاہ نامور — نہیں اس سا دنیا میں اب دادگر
وہ عادل ہے بیشک نہیں شک ذرا — کروں اس کا چرچا میں جا بجا
کئے سینکڑوں اس نے انصاف ہیں — وہ روشن ہیں وہ سب پہ صاف ہیں
سکے تھے اس لئے شاہ سخن — نہ ثانی ہے اس کا کوئی دادگر
وہ نواب ہے میرا عالی مقام — رہے اسکو دنیا میں شادی کام
یہی ہے دعا میری رب العلا — بر آئے اس کا جو اس کا مدعا

کامنی یا ... ہاں ہاں ہم کو بھی فخر کرنا چاہیئے۔ کہ ہم ایسے بے مثل شہر میں جانے والے ہیں۔ کہ جس کے راجہ کے لئے ملک کا یہ حال ہے اور عدل کا ایک ادنے غلام جسے ہمارے اعجاز ... وہ مار دیا جاتا ہے

اعجاز حسین۔ پیاری کامنی قریب ہی شہر ہے۔ اس قدر گھبراتی کیوں ہو۔

کامنی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ میرا دل آج کیوں اتنا گھبراتا ہے۔

ہو گیا - اب میں شہر در شہر اپنی ماتا اور پرن کے دیکھنے کو حیران پڑی پھرتی ہوں
لیکن دیکھاں یہ میرا ایک خیال ہی خیال تو ڈھارس دیتا ہے - تمام دنیا
کی سیر کر رہا ہے - افسوس کون ایسا ہوگا - جو یوں آوارہ وطن ہوگا - خیر یہ
بہت پرانی بات یاد آگئی ہے -

راوی - ہے سے ... ہوں - ماتا کے مرنے کا بھی خوب فقرہ ہے -

بھٹیاری - اے حضور یہ جوان آپ کا کون ہے - یہ مسلمان ہے
اور آپکا پرن ہندو -

نازنین - یہ میرا ہم مکتب ہے - اسی کی ہمراہی میں یہ پہلا سفر
میں نے کیا ہے -

بھٹیاری - بیشک آپ بہت ہی مصیبت زدہ ہیں - آپ کی مصیبت
سنکر میرا بھی جی بھر آیا ہے -

نازنین - افسوس میں کمبخت دکھ سہنے کو اس پردہ پر آجتک زندہ
رہی - مجھے نہیں معلوم میرے ساتھ اس ملک بنگال سے کون لیکر
نکلا - آئے دن بدبختیوں ستا رہا ہے -

بھٹیاری - اے بیچی میں بھی اپنی حالت دیکھ کر کچھ مدہوش ہو گئی -
کہ میرے حواس منتشر ہو گئے - اس خوف سے میں آپ سے آپ کا نام
بھی معلوم نہ کر سکی -

نازنین - مجھ دکھیاری کو کامنی بالی کہتے ہیں -

بھٹیاری - تمہارا نام تو آپکے حسن کا نقشہ ہے - جیسی اللہ نے
صورت عطا فرمائی ہے - ویسا ہی نام بھی دیا ہے -

کامنی اسپر کچھ حجاب سی کھا گئی - اسکی کلام کی تائید نہیں کی - اور نیچی نظر کر
بھٹیاری سے بھی نام معلوم کرنیکی درخواست کرنے لگی -

کامنی - آپکا نام ابھی تک مجھ کو معلوم نہیں ہوا - امید کرتی ہوں - کہ آپ نے
میرے حال پر بہت شفقت فرمائی ہے تو نام بتانے میں کیا حرج ہے

بھٹیاری - اے بیچی ہم لوگوں کے نام سے آپ کو کیا کام !

کامنی۔ افسوس آپ نے سب حال تو مجھ کچا چٹھا سن لیا اور اپنا نام ہم کبھی نہ بتایا۔

ٹھیاری بڑی چالاک تھی۔ آپ اپنا نام نہ بتایا۔ اور چاپلوسی کی باتیں کرکے اسکا نام پوچھ لیا۔ اسی اثنا میں شام نے اپنا رنگ دکھایا۔ مغربی گوشے سے سیاہی کا پردہ تو اٹھنا شروع ہو گیا۔ اور تمام عالم پر پھیل کر اپنا قبضہ کر لیا۔ بھٹیاری تو کامنی کے پاس سے اٹھکر کھانا پکانے کے دہندے میں مصروف ہو گئی۔ اور کامنی اندر ایک کوٹھڑی میں ایک پاس کے ٹوٹے پھوٹے پلنگ پر جو سونے کے پاروں سے بنا پڑا ہے۔ اسپر جا کر لیٹ رہی۔ اور اپنے خیال میں کچھ ایسی محو ہو گئی۔ کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔

بیسواں باب

میری اچھی آیا ابہیں کیا کروں

اس شرخ کے بیٹے کی نکالو کوئی تدبیر ... پہنے سے تو کر دیکھوں کوئی تدبیر

اسوقت ہم ایک نئے بنگلے میں ایک یوروپین اور ایک میم صاحب باتیں کرتا پاتے ہیں۔

میم صاحب۔ آپ نے کیوں مجھے تکلیف دیا۔

صاحب۔ او ہم ہم نے تکلیف نہیں دیا۔ بلکہ بہت راحت کا سامان تیار کرایا ہے

میم صاحب۔ ہمیں تو کوئی راحت کا سامان سرانجام نظر نہیں آتا ہے ہمکو اپنا بنگلہ بہت ہی یاد آتا ہے۔

صاحب۔ او تو یہ بہت درد دل کیوں یہاں نہیں بہتا ہے۔ اس کا کیا سبب ہے جلد بولو۔

میم صاحب۔ ہم کیا جانے کہ ہمارا دل کیوں نہیں بہلتا۔

کہ ہمارا کیا حشر روز قیامت ہوگا۔

ابراہیم۔ میں اپنی کوشش میں جہانتک ممکن ہوگا کرونگا اب آنا نہ آنا انکا اختیار ہے

میم صاحب۔ ہاں اگر تم کوشش کریگا۔ تو بابو ضرور ہمارے پاس آئیگا۔ ابراہیم میرا یہ کام ہے کہ صاحب کو وقتاً فوقتاً یاد دلاتا رہونگا۔ اگر فرصت ملی تو بابو صاحب بھی ایک دو روز کو صاحب سے چھپ کر ہو آوینگا۔

میم صاحب۔ دیکھو ابراہیم تم ابھی آفس میں جاکر دیکھو۔ کہ صاحب بابو کو چٹھی لکھتا ہے یا نہیں۔

ابراہیم۔ بہت مناسب میں ابھی جاتا ہوں۔

ابراہیم تو اٹھکر چلا گیا اور میم صاحب بیقرار کمرہ میں تڑپنے لگیں۔ ایک روز میگنڈا لینڈ صاحب نے اپنے کارخانہ سے خانساماں سے کہا کہ تم جاکر چھوٹے صاحب کی میم صاحب سے بولو کہ بڑا صاحب سلام بولتا ہے خانساماں نے جاکر کہا۔

خانساماں۔ بڑا صاحب آپکو سلام بولتا ہے اور ڈنر بھی تیار ہے

میم صاحب۔ تم اپنے صاحب سے بولیگا۔ کہ میم صاحب کہتا ہے۔ کہ ہم نہیں آسکتا۔ ہمارا صاحب اس وقت کچہری گیا ہوا ہے۔ وہ جس وقت آئیگا تو ہم بھی اسکے ہمراہی میں آئیگا۔

شگنڈا صاحب ہرچند کوشش کرتا ہے کہ یہ اچھا ڈھنگ کسیطرح اپنی گرے میں آجاوے۔ لیکن وہ ایک بلا کی چلتا پرزا تھی۔ جب کبھی بلایا صاف جواب دیا۔ کہ ہم نہیں آتا۔ صاحب ابیکارن سے چھوٹے صاحب کو تین سو روپیہ ماہوار دیا کرتا تھا لیکن اسکی مراد دلی جو تھی وہ ایک دن بھی نہ آئی تھی۔ یہ ہزار دل پہلو سوچتا تھا۔ کہ وہ میرے ڈھنگ میں آسکے۔ مگر وہ کسیطرح نہ آتی تھی۔ وہ کیا چیز تھی گویا کھلی ہوئی بجلی تھی جو اسکے دام تزویر میں پھنس جاتی۔ اور اپنی عصمت کو دھبہ لگاتی۔ صاحب لاکھ کوشش کیا کرتا۔ لیکن کبھی کامیاب نہ ہوا۔ یہ نیک عورت اس کی نیت کا اندازہ پہلے کر چکی تھی۔ اسواسطے پاس تک نہ پھٹکتی تھی۔

ہماری میم صاحب از حد بیقرار رہا کرتی تھی۔ انکو بابو کا خیال ایکدم چین سے نہیں چھوڑتا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے کسی کی پیاری صورت کی تصویر آنکھوں کے سامنے

پھر جاتی تھی ۔ اب اس کی آپا جو اسکی دمساز تھی وہ اسکو ضرور ہر گھڑی سمجھایا کرتی
تھی ۔ کہ اسے بیگم صاحب شیطان کے بہرے کان ۔ اگر آپکا ارادہ حقیقت از بام ہو گیا تو غضب ہے
بیگم صاحب ۔ میری اچھی آپا ۔ پھر آپ میں کیا کروں اب تو مجھ سے کسیطرح ضبط
نہیں ہوتا ۔ آپا نے کہا آپ کی بیقراری نے بہت پاؤں پھیلائے ہیں ۔ خدا خیر
کرے میرے نزدیک یہ کام اچھا نہیں ہے ۔
بیگم صاحب ۔ پیاری آپا تم ایکدن زندگی میں ایسا دیکھنے والی ہو کہ میرا سہرہ پورا
ہو گیا ۔ اور تم تڑپتا تڑپتا گھبرا گھبرا کے پھرتے ہو ۔ اور دیکھو گے کہ ہائے یہ کیا ہو گیا اب
میں اپنے پہلو کو پستول سے گرم کردونگی ۔ کوئی ایسی کمزور دل کی عورت نہیں ہوں
کہ مجھکو آنیوالی موت اپنی دردناک صورت بنا کر بے چین کرے ۔ اور میں اس کا اندازہ
کرکے ڈر جاؤں ۔ آپا ۔ (دانتوں میں انگلی دبا کر) اے ہے آپ یہ کیا فرماتے
ہیں ۔ اے بیگم صاحبہ اس قدر آپکو نا امید نہ ہونا چاہیئے ۔ پہلے بھی آپ اتنا ہی بیتاب
ہو گئی تھیں ۔ لیکن خدا نے دیکھئے کیسا سبب کر دیا تھا ۔ کہ آپ سے آکر ملے گئے تھے
یہی خدا نے اسوقت ملا دیا تھا ۔ پھر ملاوے گا ۔ آپ اسقدر گھبرائے کیوں جاتے ہو ۔
بیگم صاحب ۔ اف آپا تم نہیں جانتی ہو ۔ وہ ایک شہر کا معاملہ تھا ۔ اب ہم کہاں
اور وہ کہاں اسکا قادر کیوں آنے دیگا ۔ ہم ہرگز یقین نہیں کرتا ۔ کہ میرا پیارا بابو
آکر ملیگا ۔ افسوس جیتے بابو کی پیاری صورت نے ہمارے دل پر افسوں پھونک
دیا ہے ۔ کہ دل کو ایک دم کے لئے چین نہیں آتا ہے ۔
آپا ۔ افسوس تم نہیں جانتی ۔ صاحب بسوقت بار بار چٹھی لکھینگے ۔ ضرور بابو کر انکے والد
یہاں بھی آ جاتے دیکھئے ... سے آپ نا امید نہ ہوجئے ۔
بیگم صاحب ۔ آپا تم لاکھ کہو ہم کو ہرگز یقین نہ آئیگا کہ بابو اب ہمارے
پاس آئیگا ۔ غرض کیسے جج صاحب نے بابو کو باندہ بھیجدیا ۔ تو خیر وہ آج ہماری زندگی
کا باقی حصہ پورا ہو گیا ۔ آپا اپنی تسلی آمیز کلام سے بیگم صاحب کے غم کو لاکھ لاکھ دور کرتی
تھی ۔ لیکن بیچاری بیگم صاحب کی بیقراری کہیں ایسی تھوڑا ہی تھا ۔ جو یوں دور ہو جاتی
مضمون اس دل کا آنا ہی برا ہوتا ہے ۔ جہاں کسی پریوش پر یہ آیا ۔ اور اس نے وہ
کیا گذشتنی درپیش ہو گئی ۔ اسکا بیگم صاحب کر دیکھئے کہ وہ دنیا کے سب کام دیکھ

یہ خاک ڈالے بیٹھی ہے - ہردم اسکی یاد ہے - بابو نے مبق صاحب سے کیا پہلے
کہ عشق کا سبق خود دے بیٹھا - اور دلمین کو بھی ہم اپنا سبق بنالیا - کاش بابو ہمارے
صاحب سے سبق نہ پڑھتا - تو کیوں ہماری ہیروین کی یہ حالت ہوتی ہمارے نزدیک ہم
قوم کیواسطے پردہ کا ہونا لازمی ہے - پردہ کے نہ ہونے سے لاکھوں فتور پیدا
ہوتے ہیں مگر انگلش قوم نے پردہ کو ناجائز قرار دے رکھا ہے صرف ایک تقریب شادی کے
پردہ کی رسم پوری کیجاتی ہے اور سکھلے بندوں پھرتے ہیں یہ ہمارے نزدیک بالکل اچھا نہیں ہے

اکیسواں باب

وچھا پھریں پوچھتی ہوں - کہ میرے بچہ کو کون کوٹھے پر سے اڑا لے گیا -
پتا لگتا نہیں اس کو کہاں پر ڈھونڈنے جاؤں
خدا جانے چھپا ہے کس جگہ وہ گلبدن میرا

اسوقت ہم اپنے پیارے ناظرین کو کامنی بائی کی ماں سے متعارف کراتے ہیں
کیونکہ وہ کسی کے غم میں بہت ہی بیتاب ہو رہی ہے -
بیلی بائی - اے بیتا ذری کوٹھے پر تو جا کر دیکھ یہ وقت ہونیکو آیا اور ابھی تک کامنی
سونے سے نہیں اٹھی - اور یہ کمبخت النسا بھی ابتک کوٹھے پر جا کر تو دیکھ
انتری تگوڑ ماری کیسی بے خبر سوتی ہے - کہ جان اور تن کی خبر نہیں -
بیتا - اے حضور ابھی تو صبح ہی ہے ایسے کیا آکو ستا پڑی تھی - جو دو گھڑی
رات سے آپکے پاس آجاتی -
بیلی بائی - اسے نا زیادہ تمار نہ کر جا دیکھ تو میری بچی کا ویسے ہی دو چار دن
سے پنڈا پھیکا رہتا ہے
بیتا نے جو جا کر کوٹھے پر دیکھا تو دونو کا پتہ بھی نہ تھا - یہ حال دیکھ کر گھبرا گئی ادھر
ادھر چند تلاش کی جب دونو کو ندارد پایا تو مایوس ہو کر کوٹھے پر سے اتر رہی تھی گھبراہٹ
میں زینہ پر سے پاؤں پھسل گیا - تو اسکے گرنے کی آواز جو بیلی بائی کے کان میں محسوس
ہوئی تو جلدی سے پلنگ سے اٹھی اور زینہ میں جا کر دیکھا تو بیتا کو گری ہوئی پایا [illegible]
دیگر خدمتگار جو حاضر تھی - انہوں نے بیتا کو اٹھا کر پلنگ پر ڈالا اور گلاب سے [illegible]

کہاں انکو ڈھونڈوں - اسلئے اس کا یہ حال تھا یہ غزل گاتا پھرے دلکو بے
تاب بنائے دیتی ہے

سندر بائی - واقعی یہ غزل انکی بے تابی کی پوری صداقت کر رہی ہے -

بیلی بائی - سندر بائی تم سے کس قسم کی شکایت تو نہ تھی -

سندر بائی - اے بہن مجھ سے تو کچھ نہ کہا تھا - میں نہیں جانتی وہ کیوں چھوڑ کر گئی
تھی - پھر نہیں معلوم کہ یہ قیامت کیوں بپا ہوئی - جو وہ یوں گھر
میں سے غائب ہیں -

بیلی بائی - اے بہن میں تو اب کہیں منہ دکھانے کی نہیں رہی - اس لڑکی
نے وہ فعل اٹھایا ہے - کہ تمام کنبہ کی جڑ سے ناک کاٹ ڈالی - اتنے
میں پدر کامنی اپنے پاؤں گھر میں آیا - اور اپنی بیوی سے یوں گویا ہوا -
بیلی نے کہا اے سچ کہو کس کے ہاں -

سندر لال - اچھا میں کرشن مراری کو تمہارے سامنے ہی بلا کے لاتا ہوں -
تم خود اس سے معلوم کر لینا -

سندر لال گیا - اور کرشن مراری کو اپنے دیوان خانہ میں بلا لایا -

بیلی بائی - اے مراری بیٹا تم نے کہاں کامنی بائی کو دیکھا وہ رامپور ہے

کرشن مراری - کیا عرض کروں کامنی بائی نے تو ایک ستم کر دیا - رامپور کی جگت
سرائے میں آج عصر کے وقت وہ سنگھار کے سامنے بیٹھی اپنے حسن کو دوبالا
کر رہی تھی - میری اس نے ذرا جھلک جو دیکھی تو فوراً ہی اپنی ساڑھی کے آنچل
سے منہ کو چھپا کر اندر کمرہ میں اٹھ کر چلی گئی - میں نے بھٹیارہ سے تمام کچا
چٹھا سن لیا - اب میری رائے ہے چلکر کوتوالی خبر پہنچا دیں تاکہ اعجاز حسین کو
بھی گرفتار کرنے کا حق حاصل ہو جائے - سندر لال نے نو بجے رات کو
جو رامپور ٹرین جاتی ہے - اس ٹائم میں اکرم فروں کو گرفتار کرا دیا افسوس
ہمارے بے یار و مددگار مفرور کو اس ظالم نے پولیس کے ہتھکنڈوں
میں پھنسوا دیا - اب خدا ہی انکو بچانے والا ہے

دوا ہمارا درد رسے میاں عشق

کوتوال۔ کیوں بھائی تم اس عورت کو کیوں بھگا لائے ہو۔
اعجاز حسین۔ میں کیوں بھگانے لگا یہ خود آئی ہے
کوتوال۔ کیا خود بھاگ کر آئی ہے۔ اچھا پھر یہ تمہارے ساتھ کیوں ہے
اعجاز حسین۔ اس کا میں کیا جواب دوں۔
کوتوال۔ کیوں صاحب کچھ تو کہو۔

کوتوال نے ہر چند معلوم کیا۔ مگر نہ تو ہمارے مسافر نے بتایا۔ اور نہ کامنی بائی نے سینہ آگاہ کیا۔ جب اعجاز حسین پر ثبوت پورے طور سے گذر گیا۔ تو کوتوال صاحب نے چالان کر دیا۔ عدالت میں مجسٹریٹ صاحب بہادر کے سامنے مقدمہ پیش کیا گیا۔ مجسٹریٹ صاحب بہادر نے بہت کچھ الٹ پلٹ کر دیکھا۔ بعد کو اعجاز حسین کو سامنے بلایا۔
مجسٹریٹ۔ کیا تم اس عورت کو بھگا کر لایا۔
اعجاز حسین۔ جی نہیں۔
مجسٹریٹ۔ تو کیا یہ لوگ تمہارے اوپر جھوٹا دعوے کرتے ہیں۔
اعجاز حسین۔ یہ لوگ بلا وجہ مجھ پر بہتان لگاتے ہیں۔
مجسٹریٹ۔ پھر تم کیوں اس عورت کے ساتھ میرٹھ کی سرائے میں گرفتار ہوا
اعجاز حسین۔ اس کی نسبت تو حضور مجھ سے دریافت ہی نہ کریں۔
مجسٹریٹ۔ کیا تم سے اور سندر لال سے بغض ہے۔
اعجاز حسین۔ جی مجھ سے اور کامنی کے باپ سے ایک مدت سے بزرگانہ عداوت چلی آتی ہے۔ اس وقت انہیں موقعہ مل گیا۔ کہ میں اور انکی بیٹی ایک ہی بھٹیاری کے ہاں قیام پذیر تھے۔ پس انہوں نے مجھے گرفتار کرا دیا ہے اور اگر خیال کیا جائے تو میں صاف باطن ہوں۔ البتہ یہ حسد مجھ کو ہموطنی کا ملا۔ جو میں اس وقت بے سرا جیسا میں مجرموں کی طرح باتیں کر رہا ہوں۔

مجسٹریٹ۔ اچھا اعتبار آگوئی گواہ عداوت کا ہے۔ کہ تم سے اور سندر لال سے کسی قسم کی چشمک ہے۔ اعجاز حسین تم اپنا ثبوت پورے طور سے دیکھنا

صاف بری کر دیگا۔ اس سندر لال کو ہم دروغ گوئی میں تین سال کو ہم جیل کی ہوا
کھلائیگا۔ ہمارا کام انصاف ہے۔ اسوقت تم پر پورا ثبوت کامنی بائی کے بھگا لیجانے
کا گذر رہا ہے۔ بھلا تم کیونکر جیل سے بچ سکتا ہے۔
اعجاز حسین۔ ہاں ہاں میرے گواہ ہیں۔ اول تو آپ اس لڑکی ہی سے میری
نسبت گواہی دلا دیجئے گا۔ پھر بعد کو میں اور گواہ بھی پیش عدالت کرونگا۔ قسم
خدا کی میں تو لکھنؤ جارہا تھا۔ میرے ایک دوست نے مجھے بلایا ہے میں
کامنی بائی کو جانتا بھی نہیں۔ البتہ دوران راستے میں اس سے صرف تین
ملاقات ہوئی۔
مجسٹریٹ۔ تم پر تین سو روپیہ کے زیور کا سندر لال نے دعوے کیا ہے کہ
میری لڑکی تین سو روپیہ کا زیور لیکر فرار ہو گئی ہے۔ بعدہ اعجاز حسین اسکو بہکا کے
ہمراہ لیگیا ہے اور وہی بھگا کر لیگیا ہے۔ جو کچھ بھی رپورٹ میں درج ہے۔ پولیس
لڑکی سے گرفتار کرالائے ہیں۔ ہمارے نزدیک تمہارا سب اوپر ذکر کا ہو چکا ہے۔
اعجاز حسین۔ اعجاز حسین بڑے افسوس کی بات ہے کہ عدالت کچھ بھی تحقیقات نہیں
کرتی ہے اور محض ایک شخص کو مجرم قرار دیکر قید کرنے کے درپے ہو جاتی ہے
مجسٹریٹ۔ دیکھو عدالت کا یہ کام نہیں۔ صرف گواہ مانگتا ہے اگر تم اپنے بچنے کا
پہلو نکالنا چاہتا ہے۔ تو اپنی صفائی کے گواہ پیش کرو۔ اگر سندر لال کے گواہ صفائی
کے صاف اتر گئے تو تم کو تین سال کا جیل ہو جائیگا۔ ورنہ اگر تم اپنی صفائی کے
گواہ پیش کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم ضرور سن سکتا ہے۔
اعجاز حسین۔ مجھے افسوس صرف اسی بات کا ہے۔ کہ سازش ساری سندر لال
کی ہے۔ جبھی تو اس نے مجھ کو گرفتار کرا دیا۔ کاش اگر مجھ کو یہ خبر ہوتی تو میں ہرگز
ہرگز رامپور نہ جاتا۔ مجسٹریٹ نے کہا اچھا کل ہم یہ مقدمہ فیصل کریگا۔
اعجاز حسین۔ برا ہمارا برا ہوا کیونکہ یہ کیا آپ جانتا تھا۔ کہ میں مفت بیٹھے بٹھائے
آفت میں مبتلا ہو جاؤنگا۔ اف عشق تیرے ہتھکنڈوں سے بچائے تو نے یہاں بھی
اپنی کرنی میں کمی نہ کی۔ افسوس اسکی یہ حالت ہوئی۔ کہ آج مجرمانہ مجسٹریٹ صاحب بہادر
کے سامنے کھڑا دل کی بیتابی وحزن دل سے صفحہ دلیر ہاں جاناں کھینچکر اسمیں ہیں خوشنما

حلق سے تنگ آمیزی کر رہا ہے اور کبھی یاد آ آ کر تسلی آمیز کلمات سے اسکے دل کو تشفی کرتی
اور کہتی ہے کہ جہانتک میرا بس چلیگا تجھے صاف بری کراؤنگی - مگر یاس کہتی ہے -
ارے دیوانی یہ تریا چھٹنا ہے - ایا کیونکر رہا ہو سکتا ہے - اور کبھی کی آرزو آکر اعجاز حسین
سے گرد اگرد پھرتی ہے - اور کبھی ہے پیارے میں مجبور ہوں - میرا کوئی قصور
نہیں ہے - اگر میری قسمت نے مجھکو مدد دی تو تجھکو اپنے دل سے ایکدم
کو جدا نہ کرونگی - گو میں دوسرے برن کی عورت ہوں تاہم تیری محبت میرے دل میں اپنا
گھر کر گئی ہے - ماں باپ کے ظلم و تعدی سے مجبور ہوں - ورنہ یوں تجھکو گرفتار کراتے
نہیں نہیں پیارے میں تو خود ہی تیری الفت میں چکنا چور ہوں - اور مجھکو تو بھی مجسٹریٹ نے
چاہے زندان میں تیری الفت کی کڑیاں پاؤں میں ڈالکر ہمیشہ کے واسطے قید کر دیا ہے
کاش یہ ظالم میری امیدوں کا خون نہ کرتا تو اچھا تھا - ہمنے تو کوئی عیش زندگی کا اٹھایا
بھی نہ تھا - کہ نا امیدی نے یوں آکر اپنا بھونڈا چہرہ دکھایا - اف ہماری زندگی کا یہ باقی
حصہ یونہی روتے روتے گذریگا - جو اسقدر ظلم اور تعدی سے پیش آ رہا ہے
ہماری کامیدین بے قرار ایک پولیسمین کی حراست میں جدائی کے برے دن کاٹ رہی ہے

مجسٹریٹ - (چپکار سے) بلاؤ اعجاز حسین اور کامنی کو -

چپراسی دوڑتا ہوا گیا - اور ہمارے دونوں ملزموں کو بلا کر کہا - کے آ مجسٹریٹ کے سامنے

مجسٹریٹ - (مثل کو دیکھکر) تم کیوں کامنی بائی کو بھگا کر لایا -

اعجاز حسین - میں کیوں بھگانے لگا -

مجسٹریٹ - تم تو موقعہ پر مع کامنی بائی کے گرفتار ہوا - اب تم ہمارے سامنے
بولتا ہے کہ ہم کیوں بھگانے لگا - اگر تم نہ لایا تو اسکو کون بھگا کر لایا -

اعجاز حسین - میں تو لکھنؤ جا رہا تھا - مجھکو سندر لال نے کینہ جوئی سے گرفتار کرا
دیا ہے البتہ میں اور کامنی ایک ہی بھٹیاری کے ہاں قیام پذیر تھے - لیکن مجھکو
نہیں معلوم تھا - کہ یہ کیا اسرار ہے - ورنہ میں ہرگز وہاں نہ ٹھہرتا -

مجسٹریٹ - خوب -
کیا سندر لال اس وقت حاضر عدالت ہے

سندر لال چپراسی نے بلا کر سامنے مجسٹریٹ صاحب بہادر کے کھڑا کیا

مجسٹریٹ۔ کیوں سندر لال کیا تم اپنا گواہ دے سکتے ہو کہ اعجاز حسین تمہاری
لڑکی کو شب میں بھگا کر لے گیا ہے۔ سندر لال نے کہا حضور میں ابھی یاد کرتا ہوں۔
مجسٹریٹ۔ اچھا بابا اشرف علی کو گواہ کون ہے۔ چپراسی نے اشرف علی گواہ کو بلا کر
پیش کیا۔ مجسٹریٹ نے کہا کیا اشرف علی گواہ تمہارا ہی نام ہے۔
اشرف علی۔ جی حضور مجھکو ہی اشرف علی کہتے ہیں۔
مجسٹریٹ۔ تم کیا یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم خدا کو حاضر ناظر جانکر سچ بولیگا۔
اشرف علی۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ خدا کو حاضر و ناظر جانکر سچ کہونگا۔
مجسٹریٹ۔ تم نے اعجاز حسین کو اپنے ہمراہ کامنی بائی کو لے جاتے دیکھا۔
اشرف علی۔ حضور میں نے بیشک اسٹیشن پر اعجاز کے ہمراہ کامنی بائی کو دیکھا
تھا۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اعجاز حسین بھگا کے لئے جاتا ہے یا وہ
خود فرار ہوئی ہے۔ مجسٹریٹ۔ پھر تم اور کیا جانتا ہے۔
اشرف علی۔ میں ریل کو جا رہا تھا۔ میں اور اعجاز حسین اور کامنی بائی ایک ہی
کمرہ میں بیٹھے تھے۔ اور اعجاز حسین اور کامنی بائی رامپور کے اسٹیشن پر
اتر گئے۔ بس اور میں کچھ نہیں جانتا۔
پیشکار نے بیان تمام کرکے اسکو اشارہ کیا کہ تم باہر جاؤ۔ دوسرا گواہ بلایا گیا
مجسٹریٹ۔ کیا انوار حسن گواہ تمہارا ہی نام ہے۔
انوار حسن۔ جی حضور مجھکو ہی انوار کہتے ہیں۔
مجسٹریٹ۔ تم خدا کو حاضر ناظر جانکر سچ بولو۔ کہ تم نے دیکھا کیا۔
انوار حسن۔ حضور میں یہ جانتا ہوں کہ اعجاز حسین سے ایک مدت سے
کامنی بائی سے ملاقات ہے۔ اور اعجاز حسین کئی دن کامنی بائی کے پاس آیا جایا کرتا
تھا۔ اور میں نے کامنی بائی سے عرفہ کی راہ سے باتیں کرتے بھی سنا تھا۔ اور زیادہ میں
نہیں جانتا۔ ہاں یہ ضرور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انکی دلی محبت ضرور تھی۔
مجسٹریٹ۔ تمہارا گھر کیا کامنی بائی کے گھر کے قریب ہے
انوار حسن۔ جی حضور کامنی بائی میری ہمسایگی میں رہتی ہے
مجسٹریٹ۔ (چپراسی سے) اچھا کامنی بائی کو بلاؤ۔

کامنی بائی کو چپراسی دروازہ کچہری کا پر بلا لایا ۔ یہ بیچاری شرم کی ماری سر نیچا کیے
ہوئے برسر اجلاس کھڑے اپنے غم کی داستان سنا رہی ہے ۔
مجسٹریٹ ۔ دل کامنی بائی تم کو کیا اعجاز حسین بہکا کے لے گیا ہے ۔ یا تم خود بھاگ گئی
تم سچ سچ بتلا ۔ کامنی بائی نے دبی ہوئی آواز سے کہا کہ میں خود بھاگی ۔
مجسٹریٹ ۔ کیا تمکو تمہارا باپ تکلیف دیتا تھا ۔ جو تم نے فراری اختیار کی ۔
کامنی ۔ اس امر کی بابت میں کچھ نہیں کہہ سکتی ۔
مجسٹریٹ ۔ دل کامنی تمکو اعجاز حسین لیکر فرار ہوا تھا ۔ تم خود نہیں بھاگی ہے ۔
کامنی بائی نے اس سوال کا جواب نہ دیا ۔ اور چپ چاپ غم کے پیچھے کھڑی شرم کا سین دیکھ
رہی ہے ۔ مگر افسوس اس کے چپ رہنے نے بیچارے اعجاز حسین کی امید کا خون کر
دیا یعنی مجسٹریٹ کو صاف یقین ہوگیا ۔ کہ کامنی کو اعجاز حسین لیکر بھاگا ہے ۔ مجسٹریٹ
صاحب بہادر نے جلدی فیصلہ لکھکر اعجاز حسین کو سنا دیا ۔
دل اعجاز حسین تمکو بموجب دفعہ ۳۶۶ تعزیرات ہند کے تین سال قید کیا جاتا
ہے ۔ اگر تمکو کوئی عذر و حیلہ کرنا ہو تو کر لو ۔ اور کامنی بائی کو ہم نے بری کیا ۔ افسوس
اعجاز حسین کے دل پر ان لفظوں نے کیسا اثر ڈالا ہوگا ۔ اور کامنی بائی چپ کھڑی سنتی
رہی اور اس سے کچھ بن نہ آیا ۔ مجسٹریٹ نے پولیس مین کو اشارہ کیا ۔ پولیس مین اعجاز
حسین کو اپنے ہمراہ لے گیا ۔ اور کامنی بائی بیقرار ہو گئی ۔ اسکی حالت سندر لال نے جو
دیکھی بیتاب ہو گیا ۔ اور اپنے ہمراہ گھر لایا ۔ یہ دکھیا کہ میری پیاری فرقت جانان سے بہت
دن گھلنے لگی ۔ اور مثل ماہی بے آب بستر غم پر پڑی کروٹیں بدلنے لگی ۔ اور کسیکی یاد
میں روتے روتے اپنا برا حال کر لیا اسکی ہچکیاں آتی ہیں ۔ اور اسکو دیکھ کر ششدر ہو
جاتی ہیں ۔ اور چپ چلی جاتی ہیں ۔ لیکن کسی کو اتنی جرأت نہیں ہوتی ۔ کہ
اسکی دل کی بے تابی کو اپنے شیرین کلام سے دور کرے سندر بائی جو اسکی بھاوج ہے
البتہ یہ اسکی بہت مزاج دان ہے اسنے ہنسی ہنسی میں کہا کہ کیوں اس قدر بیقراری
کو سر پر چڑھا رکھا ہے ۔ اے بی بی ہم تو تمہارے حالات کو دیکھتے دیکھتے
ہلکان ہو گئے لیکن تمہیں اصلا پرواہ نہیں ۔
کامنی ۔ پیاری سندر بائی میں تو اب دنیا کے رنج کو اٹھانے قابل نہیں رہی ہوں ۔

الغرض اب میں کیا کروں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرے دل پر کیا کیا گذر گئی - کاش
مجکو بھی پیارے اعجاز حسین کے ساتھ قید کر دیا ہوتا تو بہتر تھا - ورنہ اب میں جی کر
کیا کرونگی - پیاری سندر بائی تم ایک دن سن لینا کہ تمہاری پیاری دنیا سے گذر گئی -
افسوس تم میری بھولی صورت کو مکرر دیکھنے کو میسر نہ آ سکے گی - پیاری سندر! میرا اندیشے والا
دل اسقدر اندیشہ مند کر رہا ہے - اور دل کی بیتابی حد سے تجاوز کر گئی ہے میں
اپنے واسطے خدا سے دعا مانگتی ہوں - اور کہتی ہوں کہ میری عمر کو ساحل مراد پر جلد
لگا - افسوس کچھ میرے گذارے کا سہارا نہیں ہوتا - تو کسی کی جدائی میں پڑے مجھے
وحشت سے جاتے ہیں - لیکن دہشت کی صلاح کم نہیں ہوتی - میری کوشش تمام رائیگاں
جاتی ہے - افسوس میرے لبوں پر وہ الفاظ آ آ کر رہ جاتے ہیں جنکے کہنے سے میرے
تشکک کا باعث ہو رہا ہے میری بیچارگی کا سلسلہ جو واقع ہوئی ہے - کہ میں نہیں کہہ سکتی -
سندر بائی - پیاری تم اس قدر بیقرار کیوں ہوئی جاتی ہو - آبرو تک ہونیوالی جو تمہاری
تھی وہ تو ہو گئی - میری اچھی بہن تقدیر کا لکھا مٹتا نہیں - تمہیں عبث رنج ہے
میری رائے میں آپ اپنے دل کے بہلنے کیواسطے کوئی شغل نکالیے - اب الغرض
گھبرانی کو چھوڑ دو - اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلیگا - اور آپ کی طبیعت
میں اور سودا ہو جائیگا -
کامنی - ہاں سندر اب میں دنیا میں رہ کر کیا منہ دکھاؤنگی - میری اوقات تو اس طرح
پر ان دنوں بسر ہوتی ہے - کہ میں انکی خوبی اپنی زبانی ادا نہیں کر سکتی - میرا دل
آٹھ پہر گھبراتا ہے - پر میں مجبور ہوں - کیونکہ میری آبرو پر پانی پھر گیا -
سندر بائی - افسوس مجھکو تو اس بات کا بڑا رنج ہے - کہ یہ تم کیا غضب کر بیٹھیں
دیکھئے تو تمام کنبہ نے آپ کو اپنی نظروں سے گرا دیا - اور کوئی رخ بھی اپنا بطرف نہیں کرتا
کامنی - اور نہ انکی تو مجھے پرواہ اصلا نہیں - کہ کوئی میری عزت کرے یا نہ کرے
میرے دل پر تو کسی کی یاد نے کچھ اب افسوں پھونکا ہے کہ میں روز بروز گھلی
جاتی ہوں - اور تم سوچو تو سہی - جب میرے پہلو سے میرا دل کوئی نکالکر
لے گیا ہو - اور میں کیونکر بے تاب نہ رہوں -

(۱۰) سچ ہے

سندر بائی۔ اس دل نے تمہارے واسطے وہ شعلہ اٹھایا ہے کہ تمہیں یہانتک بدنام
کر دیا ہے۔ کہ تم کہیں منہ دکھانیکے قابل نہیں ہو۔
کامنی۔ اچھا میں کیا کروں تم ہی کوئی صورت نکالو۔
سندر بائی۔ افسوس میں کیا کر سکتی ہوں۔ میرے نزدیک تو تمہارے پہلو سے نکلکر
دل اب ہرگز قابو نہیں آسکتا۔ فرض کیجیے اگر تمہارے دل کو تسکین بھی ہو۔ تو
کیسی پیاری صورت تمہارے پیش نظر کی جائے تو شاید قرار ہو۔ ورنہ مشکل ہے۔
کامنی۔ میں کمبخت دنیا بھر کی سوگوار کیند ہر کے طعنے سہنے والی اب کیوں کر اپنی
زندگی کا باقی حصہ اس عالم بیوگی میں رہکر گذارونگی۔ مجھے تو میری قسمت کا عشق پکڑ کر گہرے
کنوئیں میں دھکیلے دیتی اور کہتی ہے۔ ارے کمبخت کیا تیرا عشق فرہاد وقیس سے
زیادہ نرالا ہے۔ دیکھ انہوں نے کیسی اچھی طرح جانیں دیکی عشق کے میں گنوائیں
جسکا آجتک صفحۂ دنیا پر شہرہ ہو رہا ہے۔ کاش تو بھی ایسے کرے تو دنیا میں یہ بھی ایک
ضرب المثل ہو جائیگی۔ سندر بائی۔ بہن خدا را ایسا خیال نہ کرنا تمہارے دشمنوں کی
جان نہ ہوگی۔ تو ہم لوگ کیا کریں گے۔
کامنی بائی۔ سندر بائی تم خود اندازہ کر سکتی ہو کہ میری بیقراری از حد تجاوز کر گئی ہے اب میرا
دل میرے قابو میں نہیں ہے۔ اے بہن اسکو تو میرے پہلو سے کوئی چرا کر لے گیا ہے
اور میں بیٹھی یہ تماشا دیکھا کی۔ اگر میرا کچھ دسترس ہوتا۔ تو میں کیوں لیجانے دیتی۔
وہ لیکر چھین نہ لیتی۔ پر افسوس تو یہ ہے کہ مجھے اس امر کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔
سندر بائی۔ ہاں بہن تمکو بیشک خبر نہ ہوئی ہوگی۔ پیاری اب تو پلنگ پر ہاتھ رکھ کر اس کی
دھڑکن کو کم ہونے دیجیے۔ نہیں تو جانے یہ کیا آفت ڈھائیگا۔ اور تمکو حد سے زیادہ
بے قرار دکھائیگا۔ پیاری کافی رات زیادہ آگئی تم ذرا دیر سو رہو۔
کامنی بائی۔ میں کیا خاک سو رہوں۔ مجھے تو کسی کے خیال میں ایک لحظہ آنکھ نہیں جھپکنے
کو نہیں چھوڑتا۔ سندر بائی۔ ہاں بہن بیشک تمکو نیند کہاں۔ لیکن پیاری میں اب جاتی ہوں
صبح کو ضرور بطور حاضر خدمت ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کرونگی۔
سندر بائی تو کامنی بائی کو تشفی دیکر چلی گئی۔ اور یہ اور زیادہ گھبرانے لگی پلنگ پر سے
اٹھی۔ اور ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ ہاتھ دل کی بیقراری کو سمجھاتی ہے لیکن وہ کب کسیکی سنتا ہے

بیتابی دل اور دم بدم بڑھنے لگی۔ دل میں کہتی تھی اری دیوانی اب تو کس واسطے جیتی ہے۔ اور دنیا
کے طعنے سنتی ہے جسکو تونے دل دیا۔ وہ تو اپنی زندگی کے برے دن جیل میں کاٹ رہا ہے
تو عیش جوانان ہو کر سہری کا پیرایہ آرام فرمائے حیف ہے۔ وہ تو تیرے واسطے ایک دو گز ملات
کے تنگ ٹکڑے پڑا تیری یاد کی تسبیح پڑھے اور غم جدائی کے صدمے اٹھائے افسوس
اور تو یہ غضب کر رہی ہے ارے بیمروت کیا اسی کا نام تقاضائے الفت ہے۔ اری
دیوانی وہ ہر وقت یہ شعر گو ہر پڑھ پڑھ کر سنائیگا۔

تجھ میں وہ شوخ نگاوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں　　تو نہیں کچھ بھی تیرا ناز و ادا کچھ بھی نہیں

تجھ کو بھی لازم ہے کہ اس کے واسطے اپنی جان گنوا کر اپنا نام کر جا پھر دیکھا جائیگا
یہ تو میرے اختیار میں ہے۔ اف اف میرے دل میں اسوقت یہ کیسی طپش اٹھ رہی
ہے۔ کہ وہ مجھکو بیتاب کئے دیتی ہے اے ارمان جرائی مجھکو اب میں روؤں۔ کہ
دل کی طپش پر خیال کروں۔ یہ اپنی زبان سے کیا کہہ رہی ہے بس تا زیادہ
زبان نہ کھول۔ خاموش ہو جا۔ تیری ہی حالت کا ایک عالم میں مضحکہ اڑیگا اور
زمانہ میں تیری الفت کا افسانہ مشہور ہوگا۔ خیر مجھے ان باتوں سے کیا سروکار۔

مسدس مصنف

میری عصمت میری ہمت اور یہ میرا خیال　　زندگانی اور اس پر ہے اب ملال
منا کیا معنے اگر دیکھے کوئی آکر حال　　بھول جائے عیش و عشرت رنج ہو اسکو ملال
ہے غم کی ہے آکر کوئی اگر یہ داستان　　کھونے پر آمادہ ہو جائیگا وہ پھر اپنی جان

چوبیسواں باب

تم ذرا ہی ہمارے چٹھی دیکھتے ہی چلے آؤ

وہ بلاتے ہیں اگر چلتے کو آنکھوں سے چلوں　　زندہ پھر کاہے کو مگر تا در جانان کیوں کر

ہم اسوقت اپنے ہیرو کے ہاتھ میں ایک انگریزی لکھی ہوئی چٹھی دیکھتے ہیں جسکو وہ
بار بار اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے۔ اور خوشی کے مارے جامے میں پھولا نہیں
سماتا ہے۔ اور کبھی دل میں کہنے لگتا ہے کہ ساری عنایت سیم صاحب کی ہے ورنہ

صاحب مجھ کو کیوں بلانے ۔ میرے خیال میں میرے پیارے ڈاڈلین نے میرے واسطے
صاحب سے سفارش کی ہوگی ۔ اس وجہ سے یہ چٹھی آئی ہے ۔ اب میں کیا کروں ۔ بابا جان
تو ویسے ہی میم صاحب سے بدگمان ہیں وہ کیونکر جانیکو کہیں گے ۔ خیر میں جاتا ہوں
اگر اجازت وہاں کے جانیکی دیدی تو بہتر ورنہ میں خود چلا جاؤنگا ۔

ہمارے نوجوان نے جاکر اپنے پدر بزرگوار سے صاحب کی چٹھی آنے کا ذکر کیا

پدر نوجوان ۔ کیوں کیسی چٹھی آئی ہے ۔ اور صاحب نے کیا لکھا ہے ۔ اب
صاحب باندہ نہیں تشریف رکھتے ہیں ۔

نوجوان ۔ جی انکو تو گئے ہوئے کئی ماہ کا عرصہ گذرا ۔ کلکتہ سے لکھا ہے میں تشریف رکھتے
ہیں ۔ اور وہیں سے مجھے طلب فرمایا ہے ۔ اور چٹھی میرے بلانے کے بارے میں یہ ہے

چٹھی ۔ نوجوان سلامت رہو پدر تم خوش رہو ۔ ڈاڈلین صاحب از کلکتہ راجکمارات
ہم نے تمہارے واسطے ایک جگہ کلکٹری کا خالی کرایا ہے اگر تم آتا ہے تو تین سو روپیہ
کا تنخواہ ہے تم فوراً ہمارا چٹھی دیکھ کر چلے آؤ ورنہ ہم سے پھر شکایت نہ کرنا ۔ فقط

نوجوان ۔ اگر حضور مجھکو اجازت دیں تو میں چلا جاؤں ۔

پدر نوجوان ۔ (کچھ سوچکر) نہیں ہم اتنی تھوڑی سی تنخواہ پر تم کو اتنی دور ہرگز نہ
جانے دینگے ۔ نوجوان ۔ تنخواہ تو صاحب پھر بھی اضافہ کرا دینگے ۔ بڑے افسوس کی بات
ہے ۔ کہ آپ یوں انکار کرتے ہیں ۔ اگر میں نہ جاؤنگا تو صاحب بڑے ناراض ہونگے ۔

پدر نوجوان ۔ تمہاری خوشی نوکری کرنے کا ہے تو ہم تمکو نوکر کرا دیں گے ۔

نوجوان ۔ آپ کی باتیں اس قدر ترشی کا پہلو لئے ہوئے ہیں کہ میں کچھ عرض نہیں کیا
کر سکتا ۔ پدر نوجوان ۔ اے بیوقوف ہم تمکو ہرگز وہاں جانے کے لئے اجازت نہیں
دینگے ۔ ہم تمہاری کرتوتوں سے خوب واقف ہے

ہمارا نوجوان یہ الفاظ سنکر نہایت پریشان ہوا ۔ اور دل میں آیا کہ ابھی سب کچھ چھوڑ
چھاڑ کے چلا جاؤں ۔ لیکن عقل نے دوڑ کر پاؤں پکڑ لئے اور کہا اے دیوانے یہ تو کیا
کرتا ہے ۔ اسکا برا اثر تیرے اوپر پڑیگا ۔ کیا تو کسیکو بدنام کریگا ۔ یہ ارادہ کرکے
گھر میں گیا ۔ تو تصدق نے دیکھکر اپنی اماں سے یوں کہا ۔

تصدق ۔ اے اماں جان آج بھائی جان میں جانتا ہوں کچھ اداس اداس ہیں ۔

سروری خانم ۔ اے بیٹا اسکا تو روز جھگڑا رہتا ہے ۔

تصور ۔ بھائی جان نصیب اعدا کیسی طبیعت ہے ۔

سجاد حسین ۔ کیا عرض کروں امی جان ۔ کچھ بتایا جاتا نہیں کس قدر مصیبت ہے اور یہ تو آپکو پتہ ہے
کہ آج صاحب نے چٹھی میرے ہٹانے کے بارے میں کلکٹر کو لکھا تھا ۔ ... حکم فرمائی
ہے ۔ لیکن پدر صاحب کا حکم ملاحظہ فرمائیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ چھوڑینگے
اور صاحب نے میری نوکری کی ٹھیک لگائی ہے ۔ میں اسی غرض سے تو صاحب کے
بنگلے پر جایا کرتا ہوں ۔ مگر یہ میرا جانا بے سود ہو گیا کیونکہ اس حالت میں صاحب نے مجھکو بلا کر
طلب فرمایا ۔ اور میں نہ گیا تو وہ کس قدر ناراض ہونگے اور مجھ سے تمام عمر کو بگڑے رہینگے
میں یا تو چھپ کر کہیں چلا جاؤنگا ۔ یا کچھ کھا کر ہمیشہ کیلئے آپ لوگوں سے رخصت ہو جاؤنگا
کیونکہ ہر گھڑی کی مجھ سے یہ اگر مگر کی باتیں نہیں سنی جاتیں ۔ اب میں بہت ہی زندگی
سے تنگ آگیا ہوں ۔ تب آپکے سامنے ایسے الفاظ زبان پر لایا ہوں ۔

سروری خانم ۔ وہ دیوار کہیں اب نہ کر بیٹھنا ۔ اے بیٹے میں تو دونوں کی چال ڈھال سے
دق ہو گئی ہوں ۔ اسے دیکھ انہوں نے مجھکو عاجز کر دیا ہے ۔ تو کیا اب میں
کیا کروں ۔ میرا دم پھٹتا ہے ۔

نوجوان ۔ امی جان پھر انکو مجھ سے وقتاً فوقتاً بغض ہو گیا ہے ۔ اسکی کیا وجہ ہے

سروری خانم ۔ بیٹا نوکروں کے لائی لگانے سے

نوجوان ۔ دیکھئے ایک دن میں کہہ سناؤنگا جو الفاظ ایسے کہ سناؤنگا جس سے انکو ایک قسم
کا صدمہ ہوگا ۔ یہ اسقدر جو میرے درپے ہوتے ہیں ۔ بار بار میری زبان پر وہ آتے ہوئے الفاظ
آتے ہیں ۔ لیکن میری حیا انکو روک دیتی ہے اور میرے منہ پر لگام رکھ دیتی ہے کاش
اگر انکو کہے تو ضرور آزردہ ہونگے ۔ میں تو صاحب کے پاس جاؤنگا ۔ بابا جان اجازت
دیں یا نہ دیں ۔ میں چھپ کر چلا جاؤنگا ۔

سروری خانم ۔ خیر میں انہیں سمجھا ۔ اور تمہاری سفارش بھی کر دوں ۔ لیکن وہ تو
میری بھی سنتے نہیں ۔ آفت بھی تو یہی ہے ۔ اسے چلنے دیتا تا باہر کمرے میں
بیٹھے ہونگے ۔ بیٹا تولا ۔ انہوں نے کیسی میری جان عذاب میں ڈالی ہے ۔ مگر مجھ کو
دو آنکھوں پر نہیں دیکھ سکتے ۔ سجاد بیٹا تم باہر جاؤ ۔ تمہارے پیچھے انکو سمجھا

دونگی اور سجاد حسین تو اٹھ کر باہر چلا گیا - اور شیلی پدر نوجوان کو بلا لائی -

پدر نوجوان - کیوں تمنے مجھکو اسوقت بلایا ہے - میں کچھ حساب دیکھ رہا ہوں -

مادر نوجوان - اے میں تم سے یہ پوچھتی ہوں - کہ تم اس لڑکے کے پیچھے کیوں ہاتھ دھو کر پڑگئے ہو - آج وہ کہتا ہے - کہ صاحب نے مجھ کو ایک چٹھی دی ہے - جگہات سے لکھی ہے تم اسکو کیوں وہاں جانے سے روکتے ہو -

پدر نوجوان - ارے تم بڑھو ہو گئی کیوں جانو ہم تو اسکی کرتوتوں سے واقف ہے

مادر نوجوان - کیوں کیا یہ کچھ جھوٹا ہے -

پدر نوجوان - اور جھوٹا نہیں تو کچھ سچ ہے - بیسے دو تو ہم جانیں کتنی بھول بھٹکتے ہیں - مادر نوجوان - اے تو وہ جیسے صاحب کی چٹھی دکھا رہا تھا - پدر نوجوان تم ان باتوں کو کیا جانو - مادر نوجوان - اے تو پھر تمہیں کیا جانے وہ نجانے اسکا مینگ سمائے جائے - جب اسکا دل کہنے میں نہیں تو کیا کرے

پدر نوجوان - وہ اگر ہمنے بچپن سے اسکی روک تھام نہ کی ہوتی تو آج کو یہ جانے کیا کرتا - ہم سے یہانتک اسکی اصلاح ہو سکے گی کرینگے - کیونکہ تم نہیں جان سکتی ہو - آجکل لڑکوں کے اطوار کچھ ایسے خراب ہیں - کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا - اب اس سے دل ہٹ گیا - اسکی یہ کرتوت دیکھ منہ کو کلیجہ آتا ہے

مادر نوجوان - ارے موئے پار الے تو آوارہ نہیں ہے عجب کہ تمہارا خیال سے اسے ہے - اسکو صاحب نے نوکری کیواسطے بلایا ہے - پھر تم کیوں جانیکو منع کرتا ہے

پدر نوجوان - تم بالکل احمق پن کی باتیں نہ کیا کرو - دیکھو دیکھو صاحب کے پاس ہمارے نزدیک بالکل مضر ہے

مادر نوجوان - اللہ کی سنوار میرے بچے کے لوگ کیسے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں صاحب مجھکو آپ کی یہ باتیں آج حیرت معلوم ہوتی ہیں - سوچیے ایسی کون بات ہے - کہ آخر جانے میں کیا ہرج ہے - وہ کیا ہیں [illegible] تیرا اکلوتا بچہ لوگوں کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے - یہ تو وہی مثل ہے کہ آنکھوں کی بینائی سہتیوں سے -

پدر نوجوان - اے صاحب تم تو ناحق خفا ہوتے ہو - ان انگریزوں کو ہم لوگوں سے محبت کیا - وہ کہیں اسوقت خوش ہو جائیگے - تو زندگی ہم لوگوں پر دوبھر ہو جائے - کیونکہ جو اکی

آدمی کا ہر وقت میم صاحبہ کے پاس جانا اچھا تھوڑا ہی ہے۔ فرض کیجیے ۔ اگر صاحب
ہی کچھ بدگمان ہو جائے تو پھر یہ آئی ہے کہ نہیں۔ اور پھر اسے لوگ لگائی بجھائی والے بیچ کے
فتنہ پرداز ہوتے ہیں۔ ورنہ ہر ایک کام کے نتیجے پر آنکھیں رکھنا مشکل ہے ۔

مادر نوجوان ۔ تم سچ کہتے ہو مگر صاحب تو بہت خوش مزاج آدمی ہیں اور سجاد حسین
سے محبت بھی کرتے ہیں ۔ اور میم صاحب بھی جو ایک دو دفعہ آئی تھیں۔ تو بڑے اخلاق
کے ساتھ پیش آئیں ۔ اور وہ ایک نہایت نیک آدمی ہیں ۔

پدر نوجوان ۔ کیا غضب ہے جو تمکو ایسی بدگمانی ہو رہی ہے ۔

مادر نوجوان ۔ ابھی تم نہیں جانتے ہو ۔

پدر نوجوان ۔ ارے صاحب مجھے خار جانتا ہے کہ سجاد حسین اور میم صاحب
میں کچھ رسم و اتحاد کا باعث ظہور پذیر ہے ۔ اور میم صاحب نے ہی میرے خیال سے
اسکی سفارش کرکے صاحب کو اسکے بلانے پر مجبور کیا ہوگا تم خود اندازہ کر سکتی ہو ۔ خدانخواستہ
اگر صاحب بہادر کو اس امر کی خبر ہو گئی ۔ تو جانے کیا آفت برپا ہو ۔ بس میں اسوجہ سے
اسکو وہاں جانے سے منع کرتا ہوں ۔ ورنہ میرا کیا حرج تھا ۔

مادر نوجوان ۔ اے جبھی یہ وہاں جانیکو اتنا بیتاب ہو جاتا ہے تو کو میکو کیا خبر

پدر نوجوان ۔ خیال کرنیکے واسطے یہ بات ہے ۔ اب یہی مناسب ہے کہ تم اسکو سمجھاؤ
اور جب ہم ہی تو پہل چھیڑ دینگے تو کھلے بندوں گھر سے اوڑ جائیگا ۔ اور جو اسکا جی چاہیگا
کریگا ۔ تم تسلی کرکے ادھر وہاں کے جانے سے باز رکھو ورنہ وہ جانے کے پر خمیازہ
اٹھائیگا ۔ پدر نوجوان تو یہ باتیں کرکے باہر کے چلا گیا ۔ اور مادر نوجوان نے چپکے سے
نوجوانکو بلایا ۔ اور اسطرح سلسلہ سخن شروع کیا ۔

مادر نوجوان ۔ اے بیٹا سجاد میں تمکو اپنے دم سے ایکدم تو جدا کرنا نہیں چاہتی ہے
میری خوشی نہیں ۔ کہ تو میری نظروں سے ایک پل کو اوجھل ہو ۔ مناسب ہوگا کہ اگر تم وہاں کے
جانے سے باز رہے گا ۔ تو میری خوشی کا باعث ہوگا ۔ بیٹا سمجھنے کی بات ہے
کہ اپنے بڑے کوئی بات کہتے ہیں تو تمہاری بھلائی کے واسطے کہتے ہیں ۔

نوجوان ۔ امی جان میں تو بغیر جائے نہ مانوں گا ۔

مادر نوجوان ۔ بیٹا اگر تم ہمارا کہا نہ مانو گے تو بہت پچھتاؤ گے ویسے تمہیں اختیار ہے

ہمارا جو حق سمجھا گیا تھا۔ سمجھا دیا۔
نوجوان۔ خیر میری تقدیر میں جو لکھا ہوگا۔ وہ میں خوشی سے بھگت لونگا۔ آپ لوگ میرے کام میں مداخلت نہ فرمایئے مجھکو آپ میرے حال پر چھوڑ دیں مجھکو تقدیر سے لکھے کو بھگتنے دو۔

نوجوان کی ماں نے لاکھ اسکو سمجھایا۔ اور اتار چڑھاؤ دئے۔ لیکن اسکو ایسی لگ گئی۔ کہ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور باہر اٹھ کر چلا گیا۔

تیسواں باب

اچھا بابو کیوں آج تک نہیں آیا

جسکی فرقت میں پڑی رہتی ہوں شب و روز اسے تمنا تو ذرا اسکو دکھا لا مجھ کو

ولیم۔ ابراہیم دیکھو بابو آج تک نہیں آیا۔ شاید صاحب نے چٹھی نہ لکھا نہ ہو جو وہ آتا اسکا فادر بڑا ظالم شخص ہے اس نے تو چھوڑا ہمارا تو بابو کیواسطے دم نکلا جاتا ہے بابو ضرور آتا۔ لیکن ہم جانتا ہے کہ بابو کو مجبور کر نیوالی حیا نے مجبور کر دیا۔ اگر ہمارا کچھ بس چلتا تو ہم ضرور بابو کو آج ہی بلاتا۔ پر ہم کیا کرے مجبوری سے مجبور ہے۔

ابراہیم۔ حضور صاحب نے چٹھی تو حضور میرے سامنے ہی بابو کو لکھی تھی۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا وجہ ہوئی۔ جو بابو صاحب کے آنے میں دیر ہو گئی۔

ولیم۔ اچھا ابراہیم تم جاؤ بڑا صاحب سے ہمارا سلام بولو۔ ہم خود صاحب سے معلوم کریگا۔

ابراہیم۔ اے حضور کہیں خدا کیلئے ایسا غضب نہ کر بیٹھنا صاحب اپنے دلیں جانے کیا خیال کریں

ولیم۔ نہیں ہم اس پہلو پر صاحب سے کہے گا کہ صاحب کو کچھ دوسرا خیال نہ ہوگا۔

ابراہیم۔ اے حضور یہ تو بجا فرماتے ہیں۔ کیا دوری اور اندیشی کو بھی تو سوچئے اگر خدا نخواستہ صاحب سے گوش گذار کر دی۔ تو کتنی قباحت ہوگی۔

ولیم۔ ابراہیم ہم جانتا ہے۔ کہ ہمارا آرزو پوری نہ ہونیکی دو وجہ ہوا۔ ایک تو ہمارا فادر۔ اور دوسرے تم ہماری اینوالی خوشی کو حد ناحق تک روک رہا ہے۔

ابراہیم۔ اے جناب میں یہ کب چاہتا ہوں۔ کہ بابو یہاں نہ آئیں۔ مگر سوچئے تو کہ میرا جہاں کہوں گا۔ تو آپ کی بھلائی کے واسطے عرض کروں گا۔ نہ کہ آپ کی تمناؤں کا جس سے خون ہو۔ میری جانب سے تو آپ اطمینان فرمایئے دیکھئے تو اگر آپ کو ان کے جانے

سے منہ روکوں - تو کتنی بڑی برائی کی بات ہے - اور آپ کی دعا برائی ہنک
دیر و بیکر تمام عالم پر نمایاں ہو -

ویلین - اچھا بابو کیوں آجتک نہیں آیا - کیا وجہ ہؤا - دیکھو ابراہیم ہمارا نوجان تم قالب سے بابو کے واسطے نکلا جاتا ہے - لیکن تم کچھ ہمارا بندوبست نہیں کرتا - افسوس کیسا ہمارا مہربان خانسامان ہے ہم نہیں کہہ سکتا کہ بابو نے ہمارے دل پر خدا جانے کیا غضب ڈالدیا ہے - اگر ہم جانتا کہ بابو کے آنے سے ہمارے دل کا یہ حال ہوگا - ہم ہرگز اسکو اپنے نزدیک نہ چھوڑتا - افسوس تم ہی ہماری بے چینی کا باعث ہؤا ہے - اگر تم بابو کو ہمارے پاس نہ لاتا - تو کیوں ہمارے دل کا یہ حال ہوتا -

ابراہیم - حضور میں کیا جانتا تھا کہ آپ کا یہ حال ہو جائیگا -

ویلین - اگر ہم اپنے دل کا حال اپنے صاحب سے کہتا ہے تو بابو کو ہرگز پاس نہ چھوڑیگا پھر ہمکو اور تڑپنا پڑیگا - اس سے بہتر یہی ہے - کہ تم اپنے ہمارے وسکے اقرار پانے کا کوئی صورت نکالو - ورنہ تم خود اندازہ کر سکتا ہے کہ جو اسوقت ہمارا حال ہو رہا ہے - دیکھو تم ایک روز ہمکو اپنے ہاتھ سے مٹا دیگا - کیونکہ ہمارا دل بہت ہی بے تاب ہو رہا ہے

ابراہیم - حضور میں کیا عرض کروں - میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا - آپ کا دل دیکھتا ہوں - تو کچھ اور ہی پاتا ہوں - بیتر صاحب کی حالت اور زیادہ قابل افسوس ہے

ویلین - ہم کیا کرے ہمارا دل قابو میں نہیں ہے - اگر تم سے کچھ ہمارا علاج ہو سکے تو کرو - ورنہ صاف جواب دو - تاکہ ہم اپنا کچھ بندوبست کرے ہمارے خیال میں ہماری زندگی اب بہت ہی تھوڑا ہے - کیونکہ ہماری ہمت ہمکو بار بار ٹھوکریں دے کر بیقرار بنا رہی ہے - اور کہتا ہے کہ ارے تم کس واسطے اتنا تکلیف گوارا کرتا ہے ابراہیم تم سے پورے طور سے اس امر کا جواب لینا چاہتا ہے - بولو ورنہ کل ہمکو زندہ نہ پائے گا -

ابراہیم - اے جناب عالی آپ تو ذرا سی جدائی سے گھبرائی جاتی ہو - اگر اللہ کو منظور ہے - تو میں کوئی صورت کرکے انکو یہانتک ضرور رنجور بلا دونگا - آپ اپنے حواس منتشر کو اجتماع کیجئے -

ابراہیم تو تسلی کرکے بنگلہ سے باہر چلا گیا - اور ویلین کو کسکی خیال نے نئی کسی بیقرار کرنا شروع کر دیا - اف یہ جدائی بھی عاشق کے واسطے ایک پہاڑ ہے مگر جب اسکا دل کسی پر

پڑ جاتا ہے تو اسکے حواس خمسہ میں خلل واقع ہو گیا ہے۔ اور ہزاروں قسم کے وسوسے دل
میں سما جاتے ہیں۔ کسی کا اور کوئی خیال آ کر جان دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور کسی کی
وقت میں خود ہی مرنیکو کہتا ہے۔ اور ان جنکی محبت خواہش نفسانی کی ہوتی ہے ان کا کیا
کیفیت گذرتی ہے۔ اسکو وصال اور ہجر دونوں برابر کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ کسی نے مجنون
سے پوچھا۔ کہ تو جب لیلی کے پاس جاتا ہے۔ جیسا کہ تیرا حال ہوتا ہے۔ اور علیحدہ ہوتا
ہے تو بھی تیرا وہی حال ہوتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میرا دل قابو سے باہر ہو گیا
ہے۔ میری جس چیز پر نظر پڑتی ہے۔ میں اسکو لیلی ہی تصور کرتا ہوں۔ اور
اس کی بھولی صورت کی یاد آ کر مجھ کو بے چین بنا دیتی ہے۔ اف یہ دیوانہ
بھی بنا رکھا ہے۔

سمائی تھی یہ مجنون کی نظروں میں یہ لیلی ہر ایک شے کو کہتا تھا لیلی نظر آئی ہے

اور ایسا ہی سنا گیا ہے۔ کہ عالمگیر بادشاہ نے ایکروز جلسہ کر کے تمام حسینان دہر
کو جمع کیا۔ اور ایک صف میں سب نازنینوں اور لیلی کو بیچ میں برابر کر صفوں پر بٹھایا
اور شاہ خود مجنون کا ہاتھ پکڑ کر سر صف سے دیکھتا ہوا نصف تک لے گیا۔ اور
کہا کہ جس حسین کو تیرا دل چاہے تو پسند کر لے۔ وہ شوق سے تیری معشوقہ بننے
کو تیار ہے۔ اس نے کسی پر نظر نہ ڈالی۔ بادشاہ دوسری جانب سے اسی طرح
دیکھنا شروع کیا۔ اور ادھر میں سے پھر الٹ گیا۔ مجنون نے ان حسینوں میں
سے کسیکو پسند نہ کیا۔ تو شاہ مجبور ہو گیا۔ اور اسطرح کہا۔ کہ کیوں اے مجنون
ان حسینوں میں تیری لیلی سے زیادہ حسین کوئی نازنین نہیں ہے۔

مجنون۔ اے شاہ عالم پناہ یہ درست ہے۔ لیکن حضور میری آنکھوں سے
لیلی کو ملاحظہ فرمایئے۔ پھر دیکھئے وہ کتنی خوبصورت ہے۔ یہ سنکر مجبور رہ گیا اور لوگ
بھی مشہور کرتے ہیں۔ کہ لیلی کوئی حسین عورت نہ تھی۔ بلکہ اسکی ملاحت غضب ڈھا رہی تھی۔
جس نے مجنونکو بے درم مول لیا تھا۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دل کا آنا کوئی خوبصورتی
پر منحصر نہیں ہے بلکہ عاشق کا دل قابو سے نکل جانا کوئی اختیاری بات نہیں ہے
جب دل سے یہ اثر دھو بیٹھتا ہے۔ تو اس کو دنیا و ما فیہا کی خبر نہیں رہتی
اب آپ اس قسم کی حالت کو ملاحظہ فرمائیے۔ کیسی یہ اسے تحت بیقرار ہو رہی ہے۔ یہ

ہی اُن انکو تمہارے ہوس کے نظروں میں حقیر کر دیتا ہے۔ اگر یہ کمبخت قابو میں رہے
تو کیا ہے کہ عاشق کے دل پر پہاڑ توڑیں۔ اور اسکے ارمانوں کا خون ہو۔ ہمارے نزدیک
دل ایسی چیز کو دنیا جانتی ہے۔ لیکن ان کہا ہوا دل بھی تو کسی سے نہیں منایا جاتا
جو اسکو تباہ و تباہ پر حماقت کرتے ہیں۔ ملا اس نے ذری سی پیاری کی صورت دیکھی بس یہ
اندھا ہوگیا۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے جیسا اسدل کمبخت نے تو غضب میں حیران کر دیا
اگر اسکو سمجھائے جب یہ نہیں مانتا ہر وقت اسکی بزم میں جانے کو کہتا ہے۔ بیتابی
دلکو ناکام روکو۔ مگر کب روکنے والا ہے۔ اگر کہو۔ تو آہ رہنے بھائی میرا
پیچھا چھوڑ۔ لیکن کون سنتا ہے۔ منت کرو جیسے کوئی نہیں سنتا۔ اس کمبخت کے
ایک بھائیں ہی نہیں۔

روبین۔ (دل سے) ارے دیوانی کوئی معشوقہ بھی ایسا ہوتا ہے۔ جو تو اپنا دل اسپر لگا کے
بیٹھی ہے۔ اگر اسے تیری ذرا بھی پروا ہوتی۔ تو وہ ضرور تیرے پاس آتا۔ لکھ
اس کا باپ اسکو روکتا۔ تو کیا کبھی رکنے والا تھا۔ مجھے صرف اسکی یہ جھوٹی محبت
معلوم ہوتی ہے۔ سنا ہے میرے سامنے وہ ایسی چاپلوسی کی باتیں کیا کرتا تھا۔ اف
اور وہاں جاکر کیسا بے خبر بیٹھا مزے اڑا رہا ہے۔ اسکی بلا سے کوئی مرے یا جیئے۔
مگر اس ستمگر کو اصلاح پیدا نہیں۔ یہ تو وہی مثل ہے۔ کہ عید کے چاند ہو گئے۔ دل سے
ارے دیوانی تو ہرگز ایسا نہیں ہے۔ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ ورنہ وہ سو کام
چھوڑتا۔ اور یہاں میرے پاس آتا۔ لیکن اب میں نہیں کہہ سکتی کہ میرے پیچھے کچھ اور اسکا خیال
پلٹ گیا۔ وہ محبت دکھانے کی تھی۔ جو اس میں کیا زور چلتا تھا۔ اگر اسکو سب بات کا
کچھ بھی خیال ہوتا۔ تو ضرور آتا۔ ورنہ ہم تو یونہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔
بیگم صاحب تو بیقرار اور ابراہیم کی انتظار گذاری پر نظر کرنے لگی۔ اور صبح نے اپنا لوسا نا چہرہ
پردے سے نکل اٹھایا۔ اور شب عروس نے شرم سے منہ مغربی گوشہ میں چھپانا چاہا۔
اور کسی شب ہجر کے بیقرار نے بدقسمتی سے کروٹوں میں یہ رات گذار دی۔ اب ذری آنکھ لگی تھی
بیقرار دل نے چین پر چھوڑا ہی تھا کہ خواب غفلت نے آکر مدہوش کر دیا۔

چوبیسواں باب

ہائے اللہ اب میں کیا کروں

طعنہ دیتا ہے یہ ہر دم میرا نالہ مجھ کو — یہ تو نے کیوں سینہ سے بیکار نکالا مجھکو

اصغر علی - ارے بھئی خورشید حسین صاحب کامنی بائی کے قصہ نے تو ہم کو تمام دنیا کے کاموں سے محروم کر رکھا ہے۔ ذرا ہم آپ بتائیے کہ سنائیے نا۔ بھیئی قصے تو بہت سے مگر ایسا قصہ درد انگیز کوئی نہ ہوگا۔

خورشید حسین - اچھے صاحب سنئے ہم اپنے ناول کی ہیروین سے آپکی ملاقات کرتے ہیں کامنی بائی بیقراری کے عالم میں کچھ بکتا یہ الفاظ زبان پر لا رہی ہے۔ اور کہتی ہے کہ کامنی اب تو دنیا میں رہکر اور اپنا منہ دنیا کے لوگوں کو کیا دکھائیگی۔ اگر تیرا یہی خیال ہے تو بہتر ہے۔ کہ اپنے تئیں کو پھانسی دیکر مار ڈال ورنہ تیری کیا بھلائی ہے - ہر ایک عالم نفرت کرتا ہوگا۔ اری دیوانی جیکام کو کرنا پھر اسمیں دیر کرنے سے کیا فائدہ اگر تجھہ کو اپنی جان دینے سے رنج ہوتا ہے۔ تو لے میں بتائے دیتی ہوں۔ تو جان بھی نہ دے لیکن یہ تو مجھے بتا دے کہ اب رہے گی کہاں۔ کیا یہ لوگ تیرے منہ پر نہ کہینگے۔ فرض کیجیے اگر منہ پر بھی نہ کہیں گے تو پیچھے تو کہینگے۔ کہ کامنی بائی ایک مرد کو لیکر بھاگی تھی۔ اے ہے میں تو کہیں منہ دکھانے کی نہ رہوں گی یہ کام میں نے کیا تھا۔ صرف اپنی آزادی کے واسطے کیا تھا۔ مگر ان کمبختوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا اور مجھ کو بالکل مجبور کر دیا۔ اتنے میں ہماری ہیروین کے پاس سندرلال آیا اور کہنے لگا۔

سندر لال - کیوں کامنی تیری طبیعت اب بھی درست ہوئی یا نہیں۔

کامنی - دھرم اکس جی کیا عرض کروں۔ میرا دل گھبراتا ہے۔ اور تو کسی بات کی شکایت نہیں ہے

سندرلال - ہمنے ایک تجویز اور سوچی ہے تمہارا دل بھی بہلیگا۔ اور کسی بات کا پہلو بھی نکلے گا۔ وہ یہ کہ ہم تم سب لوگ اب کے برس دوار کا جی چل کر جل چڑھائیں اور اشنان کریں۔

کامنی بائی - اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ جو آگیا حضور کی ہے تو میں سر و چشم حاضر ہوں۔ میرا اب نصیب کہاں۔ کہ میں گنگا مائی کے درشن کروں۔ اور اپنے جنم سپھل کروں۔

سندر لال تو یہ کہکر چل گیا۔ اور کامنی بائی نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ اب کی مرتبہ ایسی متبرک جگہ سے درشن کروں گی۔ جو میرے بعد میرے ماتم کا باعث بنکر میرے عیبوں کا پردہ دار رہے گا۔ اور مجھ کو اس زمانہ بے وفا کی زبردست اطفونسے نکال کر میرے خیال کو ایک

مقبولیت کے وجہ میں خلل کریگا حالانکہ میں ایک ہندو بیاہی کی عورت ہوں مگر میرا خیال پاک
ہے اور میں اپنے آپکو مسلمان تصور کرتی ہوں گو میری لعنت اس جہاں میں میری حقارت کا باعث
بنے اور میرا خاکہ خوب ہی اترے لیکن میں اسکی پروا نہیں کرتی میرا حال خواہ کچھ ہو زمانہ کی گردش
نے وہ پاؤں پھیلائے کہ جس کے سبب میرا جی عاری ہو گیا اور دل بیٹھا جاتا ہے اور یہ زندگی
یونہی ہولا جملی میں گذر گئی ۔ فجگر کی بیکلی کتنی بڑھا بڑھا ہوئی ہے اس کمبخت نے تو مجھے کہیں کا نہ
رکھا ۔ کاش اگر مجھکو خبر ہوتی تو میں کیوں اپنا دل اسکو دیتی اب بار بار میری ہمت مجھ سے کہتی ہے
کہ تو کچھ کھا کر سو رہو مگر کسی کی تمنا آکر پاؤں پر لوٹتے لوٹتے پھرتی ہے اور کہتی ہے ارے
تو بڑے کمزور سطا کی عورت نکلی ۔ جو اتنی سی بیقرار رہی پر تیری جان نکلی جاتی ہے آخر وہی تھا
کہ جو تو کہا کرتی تھی ۔ کہ کوئی حسین ملے تو اسے جگا دے بیٹھوں یہ باتیں کرتے کرتے اٹھ کر
بیٹھ گئی ۔ سلور ہوشیار ہو کر اپنے دل بیقرار کو سمجھانے لگی ۔ بعد ایک ہفتہ کے سندر لال نے ہماری
بیرون اور سب لوگوں کی سواری میں سوار ہوکے دوار کا جی کی راہ لی ۔ ہمارے جمع مسافر
خوشی خوشی اس راہ کو طے کر رہے تھے لیکن کامنی بائی کے دلپر ایک غم کا پہاڑ امنڈ آیا تھا
جسکو یہ کسیطرح نہیں روک سکتی تھی ۔ اور اسکو اور لوگ بھی دیکھکر بیقرار ہو جاتے ہیں ۔
لیکن دلکی بیقراری کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتی تھا ۔ سب یہ جانتے تھے کہ اسکی طبیعت جو بگڑی ہے
تو سبب یہ اندر ادا کرتی ہے مگر اسکے دلپر اعجاز حسین کی جدائی کا پہاڑ گر رہا ہے اور یہ جب
جا بیٹھ ایک سناٹے میں چلی جا رہی تھی لیکن سندر بائی اسکے دلکی بیچینی کا پتہ پورا اندازہ کر گئی
تھی ۔ ہاں البتہ وہ کبھی کبھی مذاق سے کہہ بھی اٹھتی تھی کہ اے کامنی بائی خیر ہو تم تو اسقدر گھبرا
جاتی ہو کہیں کچھ بیان نہیں کر سکتی ۔ کامنی بائی ۔ اف سندر تمکو میری بیقراری کا کیونکر اندازہ
ہونے لگا ۔ ہائے جو اس وقت میرے دلپر گذر رہی ہے اسکا مزا کچھ میرا دل ہی اٹھا رہا ہے
بیچاری اگر میں اسکو شمہ برابر ہی بیان کروں ۔ تو تمکو بھی لینے کے دینے پڑ جائیں گے
سندر بائی ۔ اے تو وہ کیا اصرار ہے ذری ہم بھی تو سنیں اسے ہے تمہاری ہی کا بھی بیقراری
ہمنے کسی مزدلت کی نہ دیکھی تھی نہ سنی ۔ لوگ تمنے یہاں تک گھیرے اور ڑالے کہ تمام کنبہ کے لوگ تم
سے برگشتہ ہوگئے ۔ پر تمہارا مزاج اصلاح پر نہ ہوتا تھا ہوا کامنی بائی ۔ لیکن بہن میں ہوں
چھٹی ہے کہ اپنے آپکو ہلاک کروں ۔ مجھ سے یہ آئے دن کے روگ نہیں اٹھتے ۔ نہیں غم
جسکو دیکھو وہ نہ مزدور کنا سے سو ۔ شکایت ہی کرتا ہے میں بیچاری ہی ہوں جو اپنے اچھے

رخصت شروع کردی خورشید حسین نے کہا جی بجا ہے دکھ پائے ہوئے دل پر ضرور پا انوکھا اثر دکھاتا ہے۔ بہینی ہمکو اب اجازت ملنا چاہیئے۔ کیونکہ پدر بزرگوار انتظار فرماتے ہونگے اب ہمارے نوجوان کا جلسہ برخاست ہوا۔ اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے

چھبیسواں باب

نوجوان - پیاری دلہن مجھے اب تم سے پورے طور پر ناامیدی ہوگئی ہے۔ کیونکہ میں بڑی دیر سے چھپ کر آیا ہوں۔ تمہاری چھٹی کل جو ہمکو ملی تھی جسکا یہ مضمون دیکھکر میں گھبرا گیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر بیبا لانے چھپا لائی جسکے پیار سے جملے اور انکے فقرہ ابھی تک میرے دلمیں چٹکیاں لے رہے ہیں۔ پیاری چھٹی تمہاری معاون تھی۔ اور میری رہبر۔ اے سجان میں۔ تم نے یہ چھٹی بہت ہی جلیپتا کو زور دیکھکر لکھا ہے۔ دیکھو تو اے جلو میر سجاد کیا پیارا ہے۔ چھٹی دیکھ

مضمون چھٹی

میر سجاد تم خوش رہو۔ ہمکو بڑا افسوس ہے کہ تم آجتک ہمارے پاس نہ آئے کیا بات ہوا۔ ہمکو تمہاری صورت کا یاد بہت ستاتا ہے اور تمہارا اسپر زلفین ہر دم ہماری آنکھیں نظر رہتا ہے اور ہر وقت تمہارا تو میں رہتا ہے پیارے سجاد ابا ہم اور زیادہ کیا تحریر کریں وہ دلی ہی نہیں رہا جو پہلے تھا۔ صاحب نے اپنا نوکری چھوڑ دیا اور ہمکو ولایت لئے جاتا ہے۔ اگر تم کو دیکھنا منظور ہے تو فوراً چلے آؤ۔ ورنہ پھر پچتاؤ گے زیادہ ہم کیا لکھے تم دلمیں۔ نوجوان پیارا تھا اس چھٹی کے دیکھتے ہی میرے حواس باختہ ہو گئے پیاری سے چھپکر میں چلا آیا۔ کیونکہ انہوں نے ہمکو مجبور کر دیا ہے۔ اور مجھ پر بڑا تشدد کیا کرتے ہیں۔ پیاری تمہارا تھا اس چھٹی نے تو مجھ کو از خود رفتہ کر دیا۔ جان سید میں تو مر جاونگا۔ اگر تم ہمکو چھوڑ کر چلی گئیں۔ تو غضب ہی ہو جائیگا۔ دلہن اچھے سید صاحب ہمارا کیا تقصیر ہے ہم تو خود پریشان ہے اف چھٹی تلے ہاتھ ہے۔ ہم کیا کرے ایسی بار بار آتا ہے کہ ہم کچھ کھا کر سو رہے۔ سجاد حسین۔ پیاری تو پھر زندگی کا سہارا کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہم خود مجبور ہے اگر صاحب سے جا کہئے آ رہیں انکار رکھے تو جانے ہمارے دل پر کون آفت نازل ہو۔ بس اب ہمارے دلیں یہی آتا ہے۔ نہ اپنے دل بیقرار کی تسکین پر نہ زن دہر سے کرے۔ پیارے تمہارا الفت کچھ ایسا تھوڑا ہی ہے کہ جس سے ہمکو کچھ فیض پہنچے۔ اف اس نے صبر و شکیب چھین لیا۔ ہم یوں تو صاحب سے کچھ نہ لے گا۔ البتہ جبوقت جائیگا کھلو را قرار سے اپنے آتش الفت لیجائے گا۔

اور اسکے سوا پیارے کچھ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ سجاد حسین۔ اف اس عشق کے باعث
ہمارا اور آپکی زندگی کا پیمانہ پُر ہو گیا۔ وہیں ہمارے بیٹے تو ابھی تک کچھ زندگی کا لطف
بھی نہ اٹھایا تھا۔ کہ نا امیدی نے اپنا بھیانک چہرہ دکھانا شروع کر دیا۔ پیاری ہمارا تو دل
چاہتا تھا کہ ہم تمہیں ہمیشہ پیار کرتا۔ سجاد حسین۔ افسوس جان دینے سے کیا نتیجہ نکلیگا
بجز اسکے کہ میں اور تم دونو دنیا سے محروم جائینگے میں شرمندہ کئے ہوں۔ کہیں تمہارے چلے
ہی دنیا سے گذر جاؤنگا۔ اور میرا آرزو میرا دل تمہارے دیدار کے واسطے تڑپیگا۔ لیکن وہ کہا
یہ صرف میرا خیال ہی خیال ہے کیونکہ متاع صبر تو کسی ہوشمند نے پہلے دو تین دن میں کر کے
لوٹ لیا میم صاحب اس حملہ پر کچھ جھینپ سی گئیں۔ اور ہمارا نوجوان و میر دین احمد
ویٹنگ روم میں چلے گئے۔ دو چار دن تو یہ گرما گرمی محبت کے پینگ بڑھ گئے۔ کوئی بات ایسا
نہ ہوئی جو ہم اپنے پیارے ناظرین کے گوش گذار کرتے بعد کو ایک سانحہ تعجب خیز گذرا۔
کہ صاحب ایکروز کمرہ میں آیا۔ تو میم صاحب کو بے تکلف باتیں کرتے دیکھا۔ اسپر صاحب کو
غصہ آیا۔ اور وہ بے خود ہو کر باہر چلا گیا۔ دو چار روز اسیطرح بابو اور میم صاحب کی پیاری
پیاری باتیں ہوا کیں۔ ایک روز حسن اتفاق سے صاحب نے پھر کمرہ میں میم صاحب اور
بابو کو دیکھا۔ صاحب کو بہت غصہ آیا۔ اور کہا کہ دیکھو یہ فعل اچھا نہیں۔ بڑی عجیب سی
بات ہے۔ کہ تم ایک نیٹو سے الفت کرنے لگیں۔ مگر میم کب سننے والی تھی۔ صاحب
آنکھیں نکال کر بولی میم صاحب دیکھو ہم اب تمہارے کمرہ میں بابو کو نہ دیکھے۔ ویل
صاحب ہم نہیں کہہ سکتا کہ تم نے یہ کیا کہا ہے۔ بھلا بابو سے سب را کیا
سروکار ہے۔ ہم کو تو صرف بابو کے یہاں ہر وقت آنے سے محبت ہو گیا
ہے۔ ورنہ ہم بالکل بابو کو جانتا بھی نہ تھا۔ کہ بابو کون ہے۔ اب ضرور ہمکو بابو
سے الفت ہے۔ اور بابو نے ہم سے عشق بھی پیدا ہے اگر تم بابا تمکو آنے
سے منع کرتا ہے۔ تو ہم ہرگز اپنے پاس بابو کو نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ ہم خود
آگ میں گرنا نہیں چاہتا۔

صاحب اپنے اردو دانی وائف کو سنکر خوش ہو گیا۔ کیونکہ اسی خوشی کو کون
آرام کرسکتا ہے۔ دل پتھر کو بھی پگھلا دیتا ہے۔ بے تاب دلکو [illegible] تو یہ کیسی
ہی سنتا ہے۔ لیکن اردو ایک پیارا نام ہے کہ ہر شخص کے دلکو لبھا لیتا ہے

اتنے میں ہمارا نوجوان مجلس میں بلایا گیا اور یوں بات چیت ہوئی ۔ مادر نوجوان ۔ اے
بیٹے تمکو تین مہینے ہوئے کہ تم گھر سے نکلے ہو ۔ شکر ہے کہ اب بھی تم نے خبر لی ۔ ہم رو
پیہ کے بھیجے رہے تھے ۔ اور تمہارے پاپا تم سے نہایت درجہ خفا ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ
میں اس کا منہ دیکھوں گا ۔ نوجوان ۔ اے بہت افسوس کی بات ہے کہ ہماری بیاہ تنگ
بندش ہو کہ ہم رہے کام کر نکلے و رپے ہو جائیں ۔ مادر نوجوان ۔ آتو پھر تمہاری کیا بندش تھی جو
تم یوں چھپ کر چلے گئے ۔ تمہارا ساتھی کسیکا دیدہ ہوگا ۔ نوجوان ۔ اماجان میں تو صاحب کے
پاس جانیکو عرض کیا تھا ۔ کیونکہ صاحب نے مجھے بلایا تھا ۔ لیکن پاپا میاں نے وہاں جانیکی اجازت نہ دی ۔
آخر ان تنگ ہو کر ایسا کر بیٹھا ہے ۔ مادر نوجوان ۔ خیر جیسا جو تمہارے دل میں آئے وہ کرو ۔
میں کچھ نہیں ۔ چنبیلی تو اپنے میاں کو تو باہر سے بلالا ۔ چنبیلی دوڑی گئی ۔ اور نوجوان کے پدر کو
بلا لائی ۔ اور نوجوان نے کمرہ کے باہر کی راہ لی ۔ مادر نوجوان ۔ اے سجاد کہاں گیا ۔
پدر نوجوان ۔ آگیا تو پھر میں کیا کروں ۔ مادر نوجوان ۔ اے کتنے تو ایسے میرے بیٹے سے کہدیا کہ
چھپے کسیکی مانتا ہی نہیں ۔ پدر نوجوان ۔ میں ایسے آدمی سے بات ہی نہیں کرتا ہوں ۔
جو اپنے کہنے میں نہ ہو ۔ اسکا رنج ہمارے کیا کرتی ہے ۔ وہ آپ کلپے اور تڑپا کرتا
ہے ۔ اسکی کیسی رنج والم سے کیا کام آج کدھر کا چاند نکلا ۔ ذرا مجھے بتایئے تو اب کہیں ٹھیک
نہیں لگی ۔ تو واپس چلا آیا ۔

پدر نوجوان ۔ اسکو ایسی نوکری کی کونسی ضرورت تھی ۔ جو یوں آوارہ پڑا پھرتا ہے
مادر نوجوان ۔ اسے کہیں گیا ہوگا ۔ تمہیں کیا ۔ تم کیوں ناحق و ہو کر اس کے پیچھے پڑے ہو
پدر نوجوان ۔ تمہارا ہی تو بگاڑا ہوا ہے ۔ میرے سامنے ایسی باتیں نہ کر ۔ بیچارہ کر میری
آنکھوں سے خون ٹپکتا ہے ۔ اسکی آنکھوں سے عزت کا پانی ڈھل گیا ۔ تم اس کا رنج
کرو ۔ جب ہی تو تمہارا یہ حال ہو رہا ہے ۔

مادر نوجوان ۔ اسمیں میرا کیا قصور ہے ۔ میں نے تو سو جتن
کئے ۔ وہ میری ایک نہیں سنتا ۔ میرا تو برا حال ہے آج مرے کل دوسرا
دن ۔ میں تو کوئی دم کی مہمان ہوں ۔ یہ تو میاں بیوی کی دونوں
آپس میں باتیں کرتے رہے ۔ ادھر ایک دوسرے [illegible] گئے ۔
اور ہمارے نوجوان میں اور صاحب [illegible] میں یوں باتیں شروع ہوئیں ۔

اصغر علی بھیّا آپکے گم ہو جانے نے تو سب لوگوں کو پریشان کیا تھا۔ آپکے والد کئی مرتبہ میم پر آگ بار
ہوگئے لیکن میں نے ان سے عرض کر دیا۔ کہ اے حضور کہیں اور نہیں گئے ہونگے۔ انکا اس کہنے پر
جی بھر آیا۔ اور رونے لگے تمہاری والدہ صاحبہ کا الگ دم نکلا جاتا ہے تمہارے صدمہ نے اور بیمار بنا دیا
البتہ انکو تمہاری جدائی کا کچھ ایسا صدمہ ہوا۔ کہیں کچھ بیان نہیں کر سکتا تمہاری پہلی چٹھی جو آئی تھی
جسمیں یہ تحریر تھا کہ صاحب بہت مہربانی فرماتے ہیں اور میم صاحب نے اپنے پاس ہی مجھکو رکھا ہے
اسکے سننے سے بڑی خوشی دلکو حاصل ہوئی تھی۔ لیکن پھر ایک نوازشنامہ آیا کہ کچھ عرض نہیں کر
سکتا جسکے دیکھنے سے ایک قسم کا رنج والم ہوا۔ بھیّا وہ کیا بات ایسی ظہور میں آئی
کہ جسکے باعث صاحب خفا ہوگئے۔ سجاد حسین۔ بھیّا کیا عرض کروں۔ نہیں معلوم صاحب کو کس
نے وہم ہی ایسا بھڑکا دیا۔ کہ مجھ سے یوں خفا ہو گیا۔ کہ میری جان کا دشمن ہو گیا۔
اصغر علی۔ آخر کیا وجہ ہوئی تھی اگر وجہ تو سب تمہارا گرویدہ تھا۔ لیکن یہ ایسی خفگی کا باعث
کیوں ہوا۔ سجاد حسین۔ مجھ سے اور تو بات ایک بات پر تنازعہ ہوگیا تھا۔ اسکا باعث ہوا کیوں ہوا
جو میں نے تمکو لکھا وہ سچ تھا خدا نے میری جان بچائی ورنہ صاحب نے مجھکو کیا دو تو مار ہی ڈالا تھا۔ میم
صاحب روتا اور تڑپتا ہوا لیکر اپنے ہمراہ ولایت چلا گیا۔ ہائے اب میری زندگی کا [illegible]
گذر گیا۔ مجکو دل لگانے کا کچھ لطف نہیں۔ تمام زندگی کا باقی حصہ تڑپتے تڑپتے ہی گذریگا۔
نہیں معلوم صاحب میرے ولایت کو تشریف لیگئے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے دل کو کیا ہو
گیا ایک لحظہ قرار ہی نہیں۔ یوں تو دل کی بیقراری حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ لیکن جسکی یاد
آ کر میرے پہلو میں لوٹ جاتی ہے اور جگر میرے دلکو بیتاب بنا لیتی ہے۔ اور تیا پانے وہم
دیتا ہے کہ جان ہی لیکر چھوڑیگا۔ اصغر علی بھائی تمکو معلوم ہے کہ مجھ میرے دلپر میم صاحب کے اس حسن
نے آفت برپا کی ہے کاش میں اسکے جمال ذرا بدنظری کی پرستش نہ کرتا تو بہتر تھا۔ لیکن اب تو دل جگر
ایک تمکرنے چھین لیا۔ اگر اس نے قدر افزائی کی تو خیر ورنہ میری زندگی کا باقی حصہ یونہی رو رو کے
ہونے میں گذر جائیگا۔ اور میں اسی کے وصل کی آرزو میں جان دے بیٹھونگا۔ پیارے بھائی
اس دل کی بدولت جو میرا حال ہوگیا ہے۔ تمہیں خوب پورے طور سے معلوم ہے
اصغر علی۔ اچھا بھائی اب کیا کیا جائے آپکی تو وہ حالت ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا میم صاحب
کو صاحب لیکر ولایت سدھار گئے۔ میرے پیارے دوست کو بیحال تڑپتا چھوڑ گئے۔ اب آپ کو
یہ عاجز کمال عجز کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ دلکو تسکین دیجئے۔ کچھ کوئی صورت

آپکی بہبودی کی اور نکالیں گے۔ سجاد حسین۔ میرے بھائی میں کیونکر بے تاب دل کو تسلی
دے سکتا ہوں بجز اسکے کہ اپنی جان دے دوں۔

جان دینے کو تو دیدوں مگر اتنا ہے خیال   وہ کہیں کہ ستم میرا اٹھایا نہ گیا

اصغر علی۔ واہ حضرت جان دینے سے کیا فائدہ آپ صبر سے کام لیجئے۔ اگر خدا کو منظور ہے
تو آپکو اس امر میں ایکدن ضرور کامیابی حاصل ہوگی اور جو شخص خردمندی سے کام لیتا ہے
انکی اللہ تعالے ضرور مدد کرتا ہے مجھے امید قوی ہے کہ آپ کامیابی کے درجہ میں اول نمبر رہیگے
سجاد۔ میں کیونکر اول نمبر لے سکتا ہوں۔ میری تقدیر بھلا ایسی کہاں ہے۔ کیوں مدت ہوئی میری
آرزو کی بلبل کو چمن دل سے اڑا کر کوئی لے گیا اور میں افسوس کیا کرتا ہاتھ ملتا رہ گیا اب میں
آنکھوں سے خون بہاتا ہوں میرا گھبرانا والا دل آٹھ پہر کسی کی جدائی سے بیتاب رہتا ہے
مجھکو تو کسی کی زلف پیچان کا ایک خیال ہے لیکن میری کوئی نہیں سنتا۔ یہ کمبخت کچھ ایسا پیچا ہے
کہ میں ہردم الجھا رہتا ہوں۔ اور میں ایسا مجبور ہوں کہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میرے دلپر غم کی بجلی پڑا ہے
کہ میں ہردم آہ آہ آنسو دیا کیا۔ کہ میری کون نہیں سنتا۔ یہ کمبخت کچھ ایسا ہے کہ
میں بیان نہیں کر سکتا۔ میری آہ وزاری پر چند ان کو کچھ توجہ نہیں ہے ولیکن خار محبت کی
کچھ ایسی کھٹک ہے جو کہ بیتاب بنا رہی ہے جیسے کسی دل شیدا کا دل کو جلاتا ہے ان حسینوں کی عقب
کی نوک پلک ہوتی ہے۔ پیارے دوست اگر تمکو میری زندگی درکار ہے تو میرا کچھ کرو۔ ورنہ
میں تو جان سے چلا میرے دل میں کچھ ایسا اسکے حسن خداداد نے افسون پڑھ کر پھونکا ہے
کہ مجھکو دنیا سے کھودیا۔ میری آوارگی نے اب بہت ہی سر اٹھایا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ کیوں
میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہے اصغر علی۔ ارے بھائی تم تو بیتاب بیکار ہوتے ہو خدا کو منظور ہے
تو اب کوئی شکل کھلتی ہے اور وہ حسینہ سامنے آکر بیٹھ جاتی ہے اور اپنے حسن جان فزا سے آپکے
دلکو لبھاتی ہے۔ آپ ذرا اپنے دلکو دلاسہ دیجئے۔ سجاد۔ پیارے بھائی آپکا بھی بات کیا ہے میرا دل
میرے قابو میں نہیں یہ تو کمبخت قابو سے نکل گیا۔ اب میں کیا کروں ہردم میرا دل اچھلتا ہے
اور کسی دلربا صورت کو ڈھونڈتا ہے۔ لیکن وہ نازنین کہاں۔ یہ صرف میرا خیال ہی خیال ہے میرا تو
اب جی تنگ ہو گیا۔ اور کسی سنگدل کی جدائی سے پارہ پارہ ہو گیا
لیکن وہ کہاں۔

اصغر علی۔ پیارے بھائی تمہاری بیتابی دل نے ہمارے ہاتھوں کے طوطے اڑا

دیئے ہیں۔ اسطرح آپکو اسکا خیال دیکھتے ہیں۔ اگر آپ کے دشمنوں کے یہی طور رہے۔
تو خدا جانے کیا حال ہو۔ آپکو سمجھایا جاتا ہے کہ دلکو تسکین دے کر کوئی نتیجہ بہبودی کا
سوچئے۔ دیکھئے آپکی بدولت آپکے بزرگوار مجھ سے کس قدر ناخوش ہیں۔
صفدر علی تو یہ باتیں کر کے چلا گیا۔ اور ہمارا نوجوان اپنے کمرے میں منہ سر لپیٹ پڑ رہا۔

ستائیسواں باب

افسوس ہمارا دل تو کسی نے پہلو سے نکال لیا

ناظرین کو خبر ہوگی کہ مسماۃ بہار ذرقت نے قضا کی۔ ہمارے ناول کی ہیروئن ویلین اس وقت
جاپان کے ایک اسلیپنگ روم میں آرام کرسی پر لیٹے ہوئے دل ہی دل میں باتیں کر
رہی ہے۔ اور اسکے دل کی بیقراری صاف بتارہی ہے۔ کہ یہ کسی دلربا سے جدا ہے
اسکے درد فرقت کا اثر اسکے صبر کو توڑ رہا ہے۔ بار بار کروٹیں بدل رہی ہے
اور کبھی گھبرا کر یوں بولتی ہے۔ دیکھو ابراہیم تم ہمکو ناحق اطمینان دلاتا ہے اور ہمارے
دل کی تسلی کرتا ہے۔ ہمکو کامل یقین ہے کہ بابو کا اب ہمارے پاس آنا بہت دشوار ہے
چھپ کر بھلا کسطرح پاس وہ آئیں۔
ابراہیم۔ نہیں ۔ حضور انشاء اللہ تعالے وہ ضرور یہاں آئینگے۔ کیونکہ انکو حضور آپکا
محبت زیادہ ہے۔ میں خیال کرتا ہوں۔ آپکی چٹھی نے بہت بڑا اثر کیا ہوگا۔ جو آپ نے
جاپان سے روانہ کی ہے لیکن آپ انکے مزاج سے خوب واقف ہیں۔
ویلین۔ ہاں ہم خوب جانتا ہے اب ہم اپنی جان دیتا ہے مگر وہ نہیں آنے سکا۔ افسوس
ہمارا دل تو کسی نے پہلو سے نکال لیا۔ اور ہم چپ کھڑا یہ تماشا دیکھا کیا۔ افسوس
ہمارا دل تو اتنا نہ کر سکا۔ کہ ہم اسکو منع کرتا۔ کہ تم اپنا دل نہ چھوڑو۔ لیکن کچھ ہم
ایسا گھبرا گیا۔ کہ ہمارا زبان بند ہوگیا۔ اتنے کہ ہم کو ایک الفاظ زبان سے نکالنا دو بھر
ہوگیا۔ ہم جب ارادہ اپنی جان دینے کا کرتا ہے تو کسیکا آرزو آکر ہمکو منع کرتا ہے
اور کہتا ہے۔ کہ تم ہماری چٹھی کھائے۔ اور ہماری ہی جان کو پیتے۔ جو جان دینے کی
ارادہ کرے۔ پس ہم اس کمبخت سے مجبور ہے۔ کیوں ابراہیم کیا یہ دل سبھی کے
ساتھ یونہی پیش آتا ہے جسطرح ہمارے ساتھ پیش آتا ہے۔ نہیں ہم جانتا
ہے کہ اس نے ہمکو کمزور دل کا عورت سمجھ رکھا ہے۔

ابراہیم ۔ آپ کیا غضب کرتی ہیں ۔ اگر ذرا بھی دشمنوں کو خبر ہوئی تو جانے کیا بلا نازل ہو ۔ اور آپکو بھی و فواسخ ہوگا ۔ صاحب نے دس مقام پر آرڈر جاری کیا ہے ۔ اس ایام میں اللہ کو منظور ہے تو بابو صاحب آجائینگے ۔ اور آپکے بیقرار دل کی تسکین ہو جائیگی ۔ ورنہ یونہی آپ تڑپیں گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا ۔

ویلین ۔ ہم نے آجتک تمہارا کہا مانا ۔ لیکن اب ہم سے صبر نہیں ہوسکتا ۔ ہم کیا کرے ہمارا تو بابو کے واسطے دم نکلا جاتا ہے اگر تم سے اس دو چار روز میں بابو کو لایا جائے تو لاؤ ۔ ورنہ ہم دنیا سے جاتا ہے ابراہیم ہمارے دلکا بیقراری اب ترقی پر ہے ۔ ہمارا دل اس وسع پر نہیں ہے جیسا سب انسان کو ہوتا ہے ۔ تم ہمکو اگر ابھی ایک چھری دوے تو ہم تمکو اپنا پہلو چیر کر دکھاتا ہے ۔ جب تمکو یقین کامل ہوگا پھر کیونکر ہمکو قرار آ سکتا ہے ۔ کہ جب ہمارا دل ہی قابو میں نہیں ۔ ابراہیم تم آج صاحب سے رخصت لیکر باندھ کو جاؤ ۔ اور ہمکو مرتے وقت بابو کی پیاری صورت لاکر دکھاؤ تاکہ آسانی سے ہمارا جان نکلے ۔ ورنہ ہم یونہی تڑپتے تڑپتے جی سے گذر جائیگا ۔ اور آپ لوگوں کا کچھ نہ جائیگا ۔

ابراہیم میم صاحب میں تو بیشک ابھی چلا جاؤں ۔ لیکن صاحب مجھکو کیوں جانے کی اجازت دینے لگے ۔ ہاں اگر آپ کچھ حیلہ کرکے بھیجدیں ۔ تو میں البتہ جا سکتا ہوں ۔

ویلین ۔ اگر تم سے کوئی بہانہ ہو سکے ۔ تو بیشک صاحب سے کہکر بھیج سکتا ہے ادھر صاحب کا چھوٹا بھائی جاپان میں صاحب سے ملنے کو آرہا ہے ۔ اس وجہ سے وہ تمام جاپان گئے ہیں ۔ اسی اثنا میں ہم چاہتا ہے ۔ کہ تم بابو لے آئے تاکہ ہم ایک نظر اور اسکو دیکھ لے ۔ ورنہ کون مرتا ہے کون جیتا ہے ۔

ابراہیم نے صاحب کے پاس جاکر وہ فقرا گیڑا کہ صاحب اس کے دام میں آگیا اور اسکو جانے کی اجازت دے بیٹھا ۔ ابراہیم نے میم صاحب سے رخصت ہوکر باندہ کی راہ لی ۔ اور وہاں پہونچکر اصغر علی سے ملا ۔ اصغر علی نے کہا کہ بابو صاحب کا ایک ہفتہ سے پتہ نہیں ہے ہم لوگ سب پریشان انکی تلاش میں سرگردان پھر رہے ہیں ۔ نہیں معلوم انکو کیا خبط ہوا ہے ۔ بھئی ہم لوگ تو انکے اطوار سے تنگ ہوگئے ۔ ہاں یہ تو فرمائیے کہ اب میم صاحب کہاں ہے ۔

ابراہیم - میں تو انکو جاپان چھوڑ کر آیا ہوں - وہ الگ جان دینے کو طیار ہیں یہاں بابو صاحب
کا پتہ نہیں اب کروں تو کیا کروں - اگر بیگم صاحبہ کو جا کر ناامیدی کی خبر دوں - تو دشمنوں کو بندگی اور
دو بھر ہو جائیگی - اور ابھی جان دینے کو طیار ہو جائینگی - بھئی ہماری جان ضیق میں ہے
اب آپ فرمائیں کہ کیا کروں -

اصغر علی - بھئی میں کیا رائے دوں - میں انکی تلاش کرنیکو نکلتا ہوں - اگر وہ کہیں مل
گئے - تو میں خود لیکر جاپان آؤنگا - اور قدمبوسی حاصل کرونگا -

ابراہیم تو مایوس ہو کر جاپان روانہ ہو گیا - اور اصغر علی نے اپنے گرد و نواح کے
شہر دیہیں تاکی مجنون کو تلاش کیا - لیکن عشق کے دیوانہ کو شہروں سے کیا کام - وہ تو
جنگلوں میں ڈھونڈو دل پڑا پھرتا ہوگا - جب اصغر علی مایوس ہو گیا - تو گھر واپس آکر
بیچین ہو کر بیٹھ رہا - ایک روز شام کیوقت حضرت دفعتاً نہ طور پر منہ پہ ہوائیاں اڑ رہی
ہیں تشریف لائے - اصغر علی یہ رنگ دیکھ کر رو دیا - اور بڑا افسوس کیا - اور
کہا کہ کیوں بھئی تم نے کیوں اپنی یہ مٹی خراب کی ہے

سیجا وحسین - ارے بھئی اب کیا دل کی بے چینی کو پوچھتے ہو -

نہ پوچھو اس کو ہرگز جو گذرتی ہے میرے دل پر　　سناؤں حال کیا ہمدم تمہیں میں نیم جان اپنا

پیارے دوست میرا تو چہرہ و تعجب ایک یوروپین لیڈی نے لوٹ لیا اور میں جب
گھر پہ تماشا دیکھا کیا - افسوس تو لیا کسی کے حسن پہ ایسا خود رفتہ ہو گیا - کہ اب میری
چارہ سازی بہت مشکل ہے - مترس بیٹر ولا کی الگسبے مروتی مانئے - یعنی مجنوں ہی شکل
ہوکھا تا شروع کی ہے - والد صاحب کی حالت تو آپکو پورے طور سے
معلوم ہو گئی ہے - پھر میں کس برتے پر گھر میں ٹھہر سکتا ہوں - پیارے اصغر علی اسوقت
تو نفشی گوہر امیوری کی یہ غزل میرے حسب حال ہے گویا مصنف نے میرے ہی واسطے
تصنیف کر کے رکھی تھی - اصغر علی کو دکھا کر

غزل

نہیں دیکھا کوئی ہمنے جہاں میں مہربان اپنا　　زمین دشمن ہے اپنی اور عدو ہے آسمان اپنا
نہیں لیتا خبر آکر کبھی وہ داستان اپنا　　کچھ ایسا ہو گیا خفا مجھ سے اب جان جہان اپنا
اثر کرتی نہیں کیوں دلبر اس پر ہیت کے نشان میری　　مقدر بلکہ سویا ان دونوں یارب کہاں اپنا

جاپان ۹ مئی سن ۰۰ ورن

چھٹی

مجھکو بھول جانے والے بابو شاد رہو ۔

پیارے بابو افسوس تم ہم کو اس آفت میں پھنسا کر بیٹھ رہا ۔ ہمارا صاحب نے مارتے مارتے بد حال کر دیا ۔ ہم نہیں کہہ سکتا ۔ کہ تمہارا ہم پر کیسا دل تھا ۔ کہ تم نے ہمارا جھوٹوں منہ بھی خبر نہ لیا ۔ افسوس اب تم ہمکو آ کر زندہ نہ پائیگا ڈیر بابو ۔ ہم کو بھول جانے والے بابو تم بڑا بے مروت نکلا ۔ افسوس ہمارا تو فرقت سے سبب حالت سقیم ہو رہا ہے ۔ پھر تم کو کچھ بھی خیال نہیں ۔ اب ہم کوئی دم کا مہمان ہے اگر تم سے ہو سکے کہ ہمکو اپنا صورت دکھا سکے ۔ تو ذرا اس مرتے وقت آ کر دکھاؤ ۔ ورنہ تم ہمارا خبر سنیگا ۔ کہ ولین نے جان دیا ۔ بجز افسوس کے پھر کیا ہو سکتا ہے آخر کو ہمارے واسطے یادگار ملیگا ۔ زیادہ اس سے اور ہم کیا تحریر کرے ۔ فقط ۔

سجاد حسین اس چھٹی کو دیکھ کر گھبرا گیا ۔ اور بیتاب ہو گیا ۔ اور شام کی ٹرین پر اپنے ہمراہ اصغر علی کو لیکر جاپان کو روانہ ہو گیا ۔

اٹھائیسواں باب

پیارے بابو افسوس تم نہ آئے پر نہ آئے

تم مرتے دم نہ آئے مروت سے دور تھا اسوقت پاس آپ کا ہونا ضرور تھا

اسوقت شب کے اندازاً کوئی نو بجے ہونگے ۔ اندھیری رات اسوقت عجیب صورت دکھا رہی ہے ۔ او دے او دے پردے مغرب سے اٹھتے چلے آ رہے ہیں ۔ اور گردوں پر غم کی گھٹا ئیں چھا رہی ہیں ۔

اف اسوقت کیسا سارا جہاں تیرہ و تاریک ہو گیا ہے کیسی مزرعہ غم کے دلخراش چھائی ہے ۔ کوئی سکتے کے عالم میں بیٹھا ہوا غم جدائی سے بیتاب ہو رہا ہے ۔ لیکن ابراہیم اسوقت صاحب کے پاس جا رہا ہے ۔ اور اس وقت ہم دونوں نوجوان کو ابراہیم سے باتیں کرتا پاتے ہیں ~~مگر~~ پیارے ناظرین آؤ ۔ ہم ذرا علیحدہ ہو کر ایک گوشہ میں منتظر رہے ہو کر ان حضرات کی گفتگو سنیں ۔

اصغر علی - ارے بھئی ابراہیم تم اسوقت گھبرائے کہاں پھر رہے ہو -

ابراہیم - دیکھا مگر اشا - اصغر علی صاحب - آداب عرض ہے کیا آپ کی ہمراہی میں بابو صاحب بھی تشریف لائے ہیں - اصغر علی جی ہاں - ابراہیم ارے بھائی انکو کہاں چھوڑ آئے اصغر علی وہ یہاں کے بورڈنگ ہوس میں پڑے ہیں - اور مجھ کو تمہاری تلاش میں روانہ کیا ہے آپ حسن اتفاق سے یہاں مل گئے -

ابراہیم - اصغر علی صاحب مجھکو آپ وہاں لے چلئے -

اصغر علی بیگم صاحبہ کا مزاج کیسا ہے - ذرا انکی حالت سے آگاہ فرمائیے اللہ بڑا فکر ہے

ابراہیم - چلئے وہیں بیان کرونگا - اصغر علی - ابراہیم کو اپنے ہمراہ بورڈنگ ہوس کو لے گیا سجاد حسین ابراہیم کو دیکھکر جوش سے باغ باغ ہوگیا - اور کسی کی یاد آئی - کہ جس نے ہمارے نوجوانکو جلی کر سنبھلی ہوئی طبیعت تھی بگاڑ دیا - اور یہ رونے لگا - ابراہیم نے سر کو سینہ سے لگایا اور پیار کیا - اور کہا کیوں آپ اسوقت روتے ہیں اور مجھکو بھی رلاتے ہیں - رونے کے بہت دن پڑے ہیں - رو لیجئیگا - سجاد حسین یہ جملہ سنکر متفکر ہوا اور یوں گویا ہوا -

سجاد حسین - ابراہیم مجھ کو تمہاری صورت دیکھکر نا امیدی ہوتی ہے - سچ کہو میری پیاری دلہن کا کیسا مزاج ہے -

ابراہیم نے اسکے جواب میں اپنی زبان سے کچھ نہ کہا - اور پاکٹ سے ایک کارڈ نکالکر دیا - جسپر چند سطریں اس کی قلم سے لکھی ہوئی تھیں اور سجاد کے آگے ڈالدیا - ہم نہیں کہہ سکتے کہ ابراہیم نے ایسا کیا کارڈ تحریر کیا تھا - جسکے دیکھنے سے نوجوان کے ہوش فرو ہو گئے - اور وہ چیخ مار کر رونے لگا - یہ ماجرا دیکھکر اصغر علی گھبرا گیا - اور نوجوانکو سنبھالا - لیکن اس کے دلپر اس کارڈ کی تحریر نے کچھ ایسا اثر تھوڑا ہی کیا تھا کہ وہ ہوش میں رہتا - بیتاب ہوکر وہیں زمین پر گر پڑا اس حال کو دیکھکر ابراہیم اور گھبرایا اور چپ کھڑا یہ تماشا دیکھا کیا اور نوجوان نے ہائے ہائے کرنا شروع کیا - اور کہا کہ اف میری دلہن اگر تمکو مرنا تھا - تو مجھ کو اپنے ہاتھوں سے ستی دیکر مری ہوتیں - افسوس -

اب ہم بتاتے ہیں کہ ہماری ہیروین کا آج انتقال ہو گیا - یہی خبر تھی کہ ابراہیم نے کارڈ تحریر کر کے ہمارے نوجوانکو دکھائی تھی - جسکے دیکھتے ہی اسکے حواس منتشر ہوگئے - افسوس دلکا آنا ایک غضب ہوتا ہے

ابراہیم۔ بابو صاحب میم صاحبکے اوصاف میں کیا بیان کروں۔ افسوس انکو تو کچھ ایسی چپ لگ گئی ہے کہ کسی سے بات تک نہیں کرتی تھیں۔ جب سے مینے آپکے پاس گیا اور آپ مجھکو تنہا چھوڑ کے لیے لاہور واپس آیا۔ اور انکو نامیدی کی خبر سنائی۔ جسکے سننے سے انکے دلپر کچھ عجیب صدمہ ہوا۔ کہ وہ تڑاک سے زمین پر گر گئیں۔ ہر چند مینے دلجوئی کی لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ انکو دلپر کیا صدمہ گذرا کہ وہ ایسی ہمیشہ کیواسطے بے ہوش ہو گئیں بیٹے صاحب کو خبر کی کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کہ کیا بات ہے کہ انکے دلپر ایسا افسوس کس بیمروت نے چھوڑا کہ وہ بغیر جان دئے جان بر بھی نہ ہو سکیں۔ بابو جی تمہارے واسطے وہ ہر وقت بے چین رہا کرتی تھیں۔ انکے مرنیکا تو ایک اچنبہ ہو گیا۔ بہت نحیف ہو گئی تھیں۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے ہر وقت روتی رہا کرتی تھیں ادھر پوچھا کہ کیوں خالہ ماں میرا بابو میری زندگی میں آئیگا۔ ہم لوگ ہر چند تسلی کیا کرتے لیکن ان کے دلپر اثر ذرا نہیں ہوتا تھا آپ کا انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھوں کی راہ جان نکل گئی۔ پر یہ کسی نے نہ کہا کہ وہ بابو آتے ہیں۔ اٹھ پہر انکی ٹکٹکی در کو لگی رہتی تھی۔ آپ کا آنا گویا قیامت ہو گیا تھا۔ افسوس انکی حالت میں کیا بیان کروں۔ وہ ایسی رویا کرتی تھیں۔ کہ وہ دیکھنے والوں کو بھی انکے رونے پر رونا آ جایا کرتا تھا۔ اگر صاحب معلوم کرتے تھے تو کہہ دیا کرتی تھیں۔ کہ مجھکو اپنی ماں یاد آتا ہے۔ اگر یہی کہہ کر صاحب کو ٹالدیا کرتی تھیں۔ لیکن مجھکو انکے مزاج میں کچھ ایسا دخل ہو گیا تھا۔ کہ مجھ سے کوئی بات چھپایا نہ کرتی تھیں۔ اور کہا کرتی تھیں کہ کیوں ابراہیم کیا اپنی زندگی میں پیارے بابو ایک مرتبہ میں دیکھونگی۔ تو میں تسلی کر دیا کرتا۔ اور کہہ دیا کرتا تھا کہ میم صاحب گھبرانیکی کون بات ہے۔ اگر اللہ کو منظور ہے تو بابو کو میں خود ڈھونڈ کر لاؤنگا پر افسوس تقدیر پر جبکہ میں خود آپکے لینے کے لئے گیا اور آپ مجھکو وہاں نہ ملے۔ مایوس ہو کر واپس چلا آیا۔ میم صاحبکو تمام حالات سے مطلع کیا۔ باقی حالات جو میں قبل بیان کر چکا ہوں۔ وہی گذری۔ میم صاحب اگر انکو سوا کرتیں تو سوتے میں بھی اوچھل پڑا کرتی تھیں۔ اور اگر کوئی پوچھتا تو اسکو کچھ جواب نہ دیا کرتی تھیں۔ چپ ہو کر ٹال دیا کرتی تھیں۔ اور مایوس ہو کر ادھر ادھر دیکھا کرتی تھیں۔ نہ معلوم کون صدمہ انکو دلپر گذرا۔ کہ جس نے انکو اس پاخستہ کر دیا۔ اور انکو مر جانے پر آمادہ کر دیا۔ افسوس یہ سب رہی عشق کی

کارستانیاں ہیں۔ جنہوں نے انکو یوں زندگی سے مایوس ہوکر اور ان کی
آرزوں پر نا امیدی کا پانی پھیر دیا۔ اور انکو دنیا سے نا امید کر دیا۔ اے لکامنجی ایں تو آپکے
دلکو دتوں ہے تا یاد کرتا رہیگا۔ اور انکو لحد میں بھی آپ ہی یاد رہیگی۔

ہمارا نوجوان یہ سب داستان بیچارا اور قتیل ابرو بہار اپنی چشم شہلا سے
عشق بہاتا رہا۔ اور کہا کہ افسوس مجھکو کیا معلوم تھا۔ کہ میری پیاری دلہن کا ششیہ دل پر
میرے عشق کی ایسی چوٹ لگے گی۔ جو انکے دلکو چکنا چور کر دیگی۔ کہ وہ اپنی جان
دے بیٹھے گی۔ افسوس کیسی ہوا زمانہ کی یکبیک پلٹ گئی ہے

اس تیری یاد فراموش نے بیہوش کیا — غیر کی یاد ہوئی ہم کو فراموش کیا

میرے دوستو میرے تو ہوش میم صاحب کی مرگ نے اڑا دئے ہیں۔ کیا عرض کروں
میری زندگی اب مجھکو دو بھر معلوم ہوتی ہے میرے تو اس خبر دردخیز کو سنکر ہوش
اور کھانا پینا حرام ہو گیا ہے۔ بھائی ابراہیم پھر کیا ہوا۔ انہوں نے پھر تو کوئی چٹھی
میرے پاس روانہ فرمائی۔ ابراہیم۔ اجی وہ تو میں بھول ہی گیا۔ بابو صاحب جسروز
انکا انتقال ہوا۔ اسی روز انہوں نے ایک خط مجھکو لکھکر دیا۔ اور کہا تھا۔ کہ
ابراہیم اسکو ڈاک میں ڈال دو۔ لیکن میں پہلے ہی عرض کر چکا تھا۔ کہ میم صاحبہ انکا پتہ
پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں ڈالدوں۔ انکی بیقراری تو حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ انکو اب
گھر میں بیٹھنا دو بھر ہے۔ پھر میں کس کے پاس یہ خط روانہ کروں۔ میم صاحبہ یہ سنکر مایوس ہو
گئیں اور کہنے لگیں کہ کیوں ابراہیم اگر تم بابو کا پتہ لگا دو۔ تو ہم تمکو بہت کچھ بخشش دیگا
میں نے عرض کیا کہ انشاءاللہ تعالے میں بابو صاحب کو ڈھونڈ کر ضرور لاؤنگا۔ پر آپکی بیقراری
تو حد سے گذری جاتی ہے۔ امیر میم صاحبہ نے فرمایا۔ کہ ابراہیم ہم کیا کرے بابو کی یاد نے ہمکو
دیوانہ بنا دیا اور اپنی لیلی چشم کا مجنوں بنا دیا۔ نوجوان سائل۔ ابراہیم وہ نوازش نامہ کہاں
ہے یعنی مجھکو وہ جلدی دیدو جو کہ پیاری دلہن نے وہ خط مجھکو مرتے وقت تحریر کیا تھا
جسکو دیکھنے کے واسطے میری آنکھیں ڈھونڈتی ہیں۔ اف یہ کیا ہو گیا۔ کیا خط میری پیاری
دلہن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ لاؤ میں اسکو اپنی آنکھوں سے لگاؤں۔ ابراہیم نے اپنے
منی بیگ سے ایک بابو سی نامہ نکالکر پیارے نوجوان کو دیا۔ جسکا مضمون یہ تھا۔

پیارے بابو۔ افسوس تم نہ آئے۔ پیدا آگے رقیم دلہن۔ جان دلہن تمکو میں کہاں ڈھونڈوں

کہ الاماں۔ اگر زیادہ کسی نے کہا کہ ارے بھئی سجاد تم کیوں اسقدر غمگین رہا کرتے ہو تو
رو دینے کے سوائے کچھ جواب ہی نہ دیا۔ اسکے دلپذیر سرمایہ حسن نے اپنا پورا اسکے
چھپا لیا تھا۔ اور لب پہ مہر خاموشی لگادی تھی۔ اور اصغر علی جب زیادہ کبھی کچھ کہتا ہے
تو یہ کہہ اٹھتا ہے۔ چند چھالے ہیں تیرے کب تک چھپا رہوں

ناصحا بس کر کہ اب منہ کو کلیجہ آتا ہے۔

پیارے دوست اب نصیحت کو تم یہیں رہنے دو۔ میں جی سے جاتا ہوں۔ میرے دل میں
اب صدمہ اٹھانے کی طاقت نہیں رہی۔ تمکو معلوم ہے کہ جو میرے دل پر گذر رہی ہے۔ افسوس
اب تو میرے خیال میں کوئی فلک کا ستایا اور آفت رسیدہ نہ ہوگا جیسا کہ اس وقت
میں ہوں۔ میری صرف آنکھوں میں جان ٹھہری ہے۔ اگر پرورش مجھ کو اب
تک کہیں ملگئی ہوتی۔ تو میں کاہے کو یوں پریشان ہوتا۔ افسوس کسی کے حسن کی خوبی نے
میری جان و جگر شعلہ جوالہ بنکر لوٹ لی۔ میرے دل پر کیا نہ اس عرصہ میں گذر گیا اگر میرا
بس چلتا۔ تمکو اپنا پہلو چیر کر دکھاتا جس نے مجھے یوں بے تاب بنا رکھا ہے
ہائے دل غمگین پر تو صدمے پر صدمے گذر رہے ہیں۔ شباب و دنیا نے میرے
حواس مختل کر دیئے۔ اور کسی کی الفت یا دستے مجھکو کچھ ایسا خود رفتہ کر دیا کہ میں آٹھ
پہر کسی کی پیاری یاد کو اپنے پہلو میں دابے بیٹھا رہتا ہوں۔

اصغر علی۔ اچھا مشفق آخر اس گریہ زاری کا کیا نتیجہ۔ صبر سے کام فرمایئے۔
طبیعت کو ذرا اور کیوں غمگین کرتے ہو۔ وہ کام کرنا چاہیئے جس سے آپ
کی طبیعت ذرا بہلے۔

سجاد حسین۔ پیارے اصغر علی اب کیونکر طبیعت کو تازگی پہنچ سکتی ہے۔ کاش مگر
وہ دل ہاتھ میں رکھتے تو پھر کیوں یہ حال ہوتا۔

اصغر علی۔ میرے بیقرار دوست جیسے تمہارا دل ان پر آیا ہے ہم تو اسکے دن
لئے۔ خدا خیر کرے۔ دشمنوں کی جان کے نہ لالے پڑیں۔ اصغر علی تو اٹھکر چلا گیا اور
ایک مدت تک ہمارے ہیرو کی بیقراری رہی۔ زمانہ پلٹ گیا۔ آنکھیں ترس گئیں۔
لیکن وہ سینہ اب کہاں۔ بھلا کہیں سوئے بھاگ بھی جاگا کرتے۔ نہ وہ اب آسائش
ہے نہ چہل پہل ایک مہر خاموشی لب رنگین پر لگی ہے اس حقیقت میں ہمارا نوجوان

صورت نکالکر چھپا دیا۔ لیکن اس پیاری نے جس نے ابھی تک خوشی کی ایک گھڑی نہ دیکھی تھی۔
مصیبت زدہ ساتھ ہولی۔ اصغر علی ایک صاحب شخص کا لڑکا ہے اسکی ریاست رامپور میں
کو بھی بلا لیا تھا کہ نوجوان کی بیقراری اور بعرصہ میں اور ترقی کر گئی۔ اور اپنے بیقرار دوست
پہلیا۔ اور خود بھی وہاں کی بود و باش اختیار کر لی۔ اور یہ کہ کسی کے عشق میں بیتاب رہنے لگا
بیمار نوجوان کی طبیعت کچھ دست غم سے بھی کچھ لگاؤ کہاتی تھی۔ اکثر کسی کے
عشق میں غزلیں کہا کرتے ہیں کسی کی بھولی صورت کی یاد نے اسکو کچھ ایسا
ازخود رفتہ کر دیا تھا۔ کہ اسکو اپنی جان کی خبر نہ تھی۔ لاکھ لاکھ اسکی پیاری بیوی کا
بھی دلجوئی کیا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی۔ کہ دیکھو تم کیوں اندردہ رہا کرتے ہو۔ قربان جاؤں
میں کیا کروں۔ ہائے اللہ تم تو میرا کہا نہیں مانتا۔ لاکھ منتیں کرتی ہوں۔ مگر تمہاری
بیقراری نے وہ پاؤں پھیلائے کہیں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ جو ہمارا کہا نہ مانے
ہوا کے ہوئے نہ کرے ہمارا ہی کہائے ہیں کہ پیتے جو ہماری نہ سنتے لیکن اس
بیچاری کی کون سنتا ہے اس سے تو منہ سے بھی نہیں بولتا ہے اگر کبھی وقت ہوش
آتا ہے تو کہہ اٹھتا ہے۔ کون پیاری دلہن کیا تم آگئیں۔ چلو اچھا ہوا۔ اب تم اتنی مدت
سے کہاں تھیں۔ خوب اپنے شیدا کو ترپایا ہے۔ تم تو مجھکو ایسا دل سے بھول گئی تھیں
کہ یاد بھی نہ کیا۔ آج یہ عید کا چاند کدھر سے نکل آیا۔ پیاری تمہارا الوکا حسن تو میری
نظروں میں ایسا کھب گیا ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ پیاری اب تم میری یاد بھی بھول
گئیں۔ میری آرزو اور چمن کا یاد سموم نے کچھ ایسا روند ڈالا ہے کہ اب اسکا تر و تازہ ہونا
ذری محال ہے۔ بلکہ نا ممکن ہے۔ اب میں اپنا حسرت بھرا دل تمہارے سامنے پیش کرتا
ہوں۔ پیاری اب میں تمہاری یاد میں خاک اوڑتا پھرتا ہوں۔ لیکن تمہاری پیاری
پیاری صورت نہ ملتی تھی۔ جان سیداب میں کہاں ڈھونڈوں تمہاری پیاری
پیاری صورت نہ ملتی تھی۔ جان سیداب میں کہاں ڈھونڈوں تمہاری تلاش میں اس
دیار کی خاک چھاننے آیا ہوں۔ پیاری دلہن اب میں کیا کروں اور تمکو کہاں ڈھونڈوں
اور کبھی یہ غزل گوہر کی تنہائی میں گنگناتا تھا۔ اور اپنے دل پر اسکو لکھتا تھا۔

سپہر وصل ہو اسکا تو پیہم آہ و فغاں کیوں ہو | جو ہو وہ مہربان مجھپر تو فلک نامہربان کیوں ہو
اگر پہلو میں ہو وہ حسرت یوسف تو دل میرا | شگفتہ ہو نہ ایسا سینہ میں حال کیوں ہو

دکھائی -

روم کا خاکہ ہے ادھر ادھر اکثر کمرے اور ایلیشن بنی ہوئی نظر آتی ہیں -

اس وقت جبکہ ہم پیارے ناظرین ہم آپ کو ایک ٹکڑے میں ہسپتال صدر کے نام یاد کیا جاتا ہے - پوری توہم اسکے ایک ایک ڈپارٹمنٹ روم کا نقشہ لفظوں میں کھینچکر اپنے پیارے ناظرین کے سامنے پیش کرسکتے ہیں - لیکن ہمارا خیال صرف اصل مطلب کی طرف رغبت کرنا ہوگا - ہم اس وقت ایک کمرہ میں ایک نوجوان کو بستر غم پر پڑا پاتے ہیں - اور اسکی تیمارداری میں ایک حسینہ اور پارسا کو مصروف دیکھتے ہیں -

بیمار کی علالت حد سے تجاوز کر گئی اسکی بیچینی دل بار بار بستر غم پر تڑپتی ہوئی کروٹیں بدلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور وہ دکھیا عورت غم کی ماری فلک کی ستائی سر کو پکڑ کے ڈاکٹر کے سامنے کچھ اپنا حال کہہ رہی ہے - آہ ہمنے پہچانا یہ تو ہمارے نوجوان کی بے کس بیوی ہے اور یہ ہمارا نوجوان ہے جو بار بار بیچینی سے مسہری پر پڑا کروٹیں لے رہا ہے - اور اسکی نقاہت دل سرہانے بیٹھی سر دبا رہی ہے - اور اس کے دل سے بار بار ہائے ہائے کا نعرہ نکلا جاتا ہے - کبھی بے ہوش ہوکر گھنٹوں بحر غم میں غوطے کھاتا رہتا ہے -

دکھیا - ڈاکٹر صاحب کیا یہ اچھے ہو جائیں گے

ڈاکٹر - ہاں - ہاں - تم گھبراؤ نہیں - انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا شوہر اچھا ہو جائیگا -

دکھیا - ہائے - وہ تو ... [illegible] ... نہیں لیتے - اسے شوہر کا تو آمن ترقی ہوا تی ہے -

ڈاکٹر - نہیں - بیٹی گھبراؤ نہیں - اللہ کو منظور ہے - تو صاحب رشوہر بہت جلد اچھا ہو جائیگا -

دکھیا - ڈاکٹر صاحب ان کے علاج کچھ ایسا صدمہ گزرا ہے کہ جو انکے دل کو زخم سے ہٹا دیتا ہے -

ڈاکٹر - کچھ پرواہ نہیں - کیونکہ یہ مریض بہت کمزور ہوگیا ہے اس وجہ